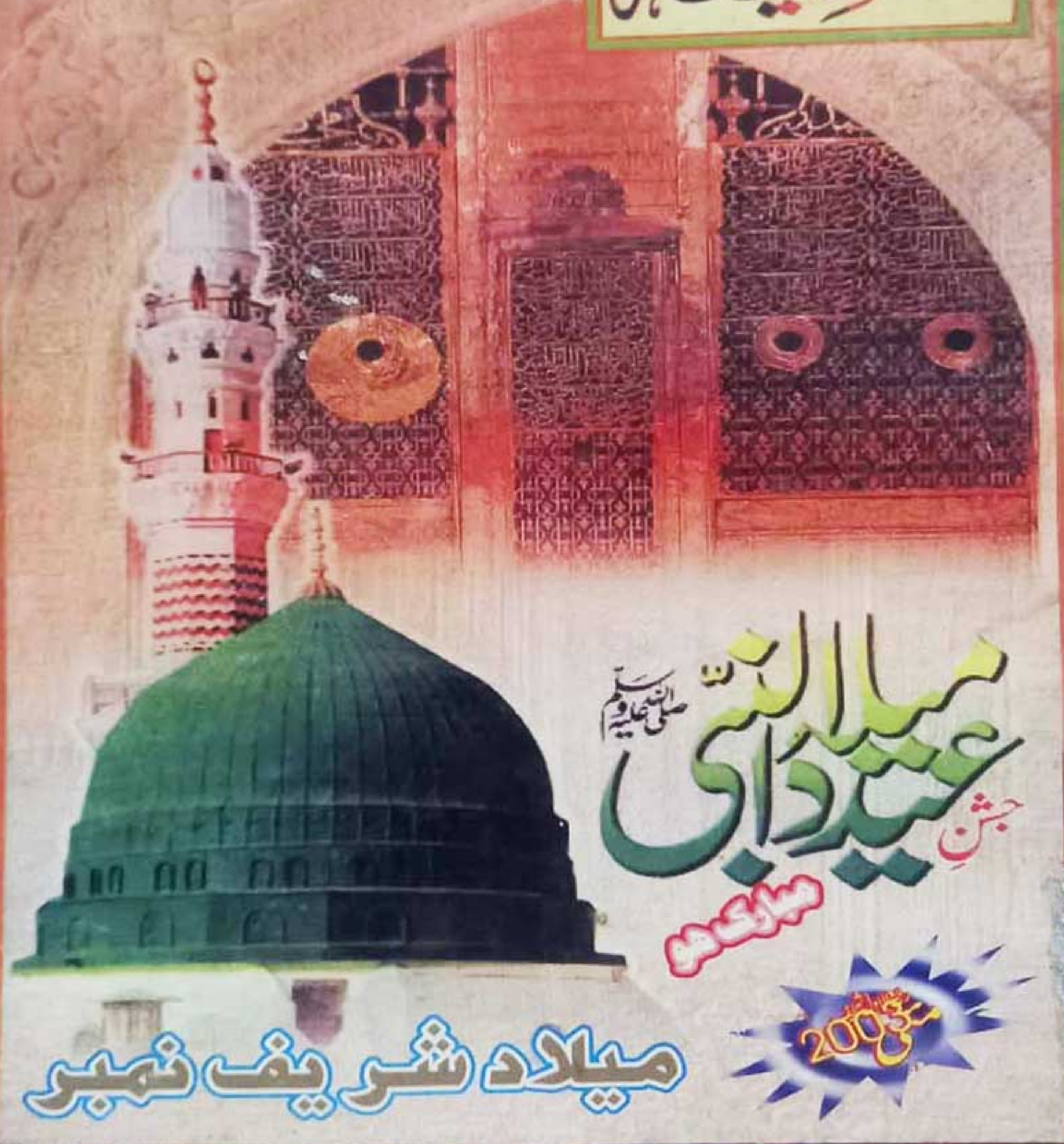
ماہنامہ

مجلہ الحقیقہ

پاکستان

چمک اٹھی ہے بزم کن فکاں سرکار ﷺ کا صدقہ
منور ہو گئے کون و مکاں سرکار ﷺ کا صدقہ



اللہ نبی وارث

اے عشق لگا نعرہ اللہ نبی وارث اے شوق دکھا جلوہ اللہ نبی وارث

اللہ نبی عالی اللہ نبی والی اللہ نبی مولا اللہ نبی وارث

اللہ نبی احکم اللہ نبی اعلم اللہ نبی اعلیٰ اللہ نبی وارث

اللہ نبی ظاہر اللہ نبی باطن اللہ نبی اولیٰ اللہ نبی وارث

ہر سمت یہی چرچا ہر سو ہے یہی نغمہ اللہ نبی یکتا اللہ نبی وارث

توحید و رسالت کا یا کلمہء طیب کا دو لفظوں میں ہے معنیٰ اللہ نبی وارث

توحید ملی جن سے توحید بچا لیں گے توحید کو کیا خطرہ اللہ نبی وارث

گھنگور گھٹاؤں میں پر شور ہواؤں میں ایمان پکار اٹھا اللہ نبی وارث

نمرود کی آتش سے فرعون کی سازش سے مومن ہو تو کیا ڈرنا اللہ نبی وارث

کشمیر کو چل فوراً نذرانہء جاں لے کر اٹھ عشق وفا پیشہ! اللہ نبی وارث

مرشد کے اشارے سے آسی بھی کفن باندھے
میدان میں در آیا اللہ نبی وارث
اس بندۂ بے زر کا اللہ نبی وارث
اس مست قلندر کا اللہ نبی وارث

پروفیسر محمد حسین آسی

يا ايها النبي جاهد الكفار والمنافقين واغلظ عليهم

اے نبی! جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو (التوبہ ۷۳)

ماھنامہ (پاکستان)

مجلہ الحقیقہ

ربیع الاول ۱۴۲۴ھ مئی 2003ء جلد نمبر 3 شمارہ نمبر 7

زیر سرپرستی
مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی

فہرست

میلاد شریف نمبر

خصوصی قیمت 20 روپے

زر تعاون

پاکستان (فی پرچہ) 10 روپے سالانہ بذریعہ ڈاک -/124 روپے

	فی پرچہ	سالانہ چندہ
یورپ	1 پونڈ	10 پونڈ
یو ایس اے	1.5 ڈالر	15 ڈالر
عرب ممالک	3 ریال	30 ریال

رابطہ: صوفی محمد آصف نقشبندی، انچارج دفتر الحقیقہ نقش لاثانی نگر شرگڑھ

پبلشرز: پروفیسر محمد حسین آسی نے احمد دین پرنٹرز داتا مارکیٹ لاہور سے چھپوا کر مرکزی دفتر مجلہ الحقیقہ نقش لاثانی نگر، شرگڑھ فون نمبر: 451734 (نارووال) سے شائع کیا

نذرِ انتساب

''الحقیقہ'' کا تیسرا میلاد نمبر ہم فقیران حقیر کی متاع حقیر وعزیز ہے۔ حقیر قس لئے کہ ہم بھی حقیر، ہمارا اخلاص بھی حقیر اور ہماری کوشش و کاوش بھی حقیر، عزیز اس لئے کہ اس میں ذکر ہے خدا کے سب سے بڑے خلیفہ محبوب کا، کائنات کے سب سے اہم تخلیق وبقا کا، انسانوں کے سب سے کریم محسن ومربی کا جو اپنے رب کے فضل سے تاجدار لولاک لما اور شہنشاہ ارض وسماء ہے جس کی نسبت سے ہر حقیر عزیز، ہر ادنیٰ اعلیٰ اور ہر گدا داتاؤں کا داتا بن جاتا ہے۔ علیہ افضل التحیۃ والثنا وادوم الصلوٰۃ والسلام۔

سوچتے ہیں اس متاع حقیر وعزیز کا انتساب کس کی نذر کریں۔ ہمارے خیال میں اس کے زیادہ مستحق تاریخ اسلام کے صوفیا کرام اور اولیاء عظام ہیں جن کی زندگی کا لمحہ لمحہ خدائے کریم اور اس کے حبیب عظیم ﷺ کی رضا جوئی کے لئے وقف رہا۔ جو اپنے اپنے دور میں اور اپنے اپنے ماحول میں 'الصادق' اور 'الامین' کے کامل مظہر بنے رہے۔ جنہوں نے کتاب وسنت کے لطیف ترین تقاضوں کو سمجھا اور دقیق ترین نکتوں کو ملحوظ رکھا۔ جن کی ادا ادا سے، نظر نظر سے اور بات بات سے ہزاروں لاکھوں خوش نصیب شرک وکفر کی زنجیریں توڑ کر حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہے۔ یہ سراپا خیر، سراپا نور اور سراپا دین حضرات دنیا میں رہے تو بھی فیض کا منبع بنے رہے اور مزارات میں چھپ گئے تو بھی انوار وتجلیات سے قلوب وارواح کو گرماتے رہے۔ اللہ اپنے سب بندوں پر راضی رہے۔ اگرچہ ایک شیطان پرست نام کا حافظ سعید اور دل وزبان کا شقی ان سب پاک بندوں کا دشمن ہے اور اپنی گندی ناپاک زبان سے انہیں معاذ اللہ کافر ومشرک گردانتا ہے۔ ان پاک بندوں میں حضرت بایزید بسطامی، حضرت داتا گنج بخش، حضرت مولانا روم، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر جیسی عظیم وجلیل ہستیاں ہیں۔ بلکہ وہ بد بخت سب صوفیاء کا دشمن وگستاخ ہے اور ''الحقیقہ'' صوفیاء ان سب کا نقیب ہے۔ تو الحقیقہ کا یہ میلاد نمبر ان سب اللہ والوں کی بارگاہ دین پناہ میں انتساب کا شرف حاصل کر رہا ہے اور اس کو پیش کرنے میں ہمارا وسیلہ ہے۔

۱۔ سلطان الاصفیاء، پیکرِ صدق وصفا محبوب سبحانی غوث صمدانی حضور شہنشاہ لاثانی علی پوری

۲۔ شہنشاہ ولایت ناشر زہد وطریقت شبلیٔ زمانہ شیخ یگانہ حضور نقشِ لاثانی

۳۔ مخزنِ اسرار فخرِ اصرار قیوم زمانی حضور نقشۂ نقشِ لاثانی علی پوری قدس اسرارہم

جن کی توجہ سے الحقیقہ آغاز ہوا اور جن کی برکت سے یہ پھل پھول رہا ہے۔ اس دعا کے ساتھ کہ ان کے سجادہ نشین، ان کے وارث فیضان حضور پیر سیّد ظفر اقبال شاہ صاحب مدّ ظلّہ العالی بھی ان کے نقشِ قدم پر چلیں اور ملک وملت کی راہنمائی کا فریضہ بوجہ احسن سرانجام دیں۔

الناذرین

......فہرست......

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

یونس-۶۳

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمۃ الحقیقہ — اداریہ

اُن کا دامن تھام لو!

سرپرست اعلیٰ کے قلم سے

جب شرافت سر چھپا چکی تھی، صدق وصفا کا صفحۂ ہستی پر نام ونشان نظر نہیں آرہا تھا، مہر ووفا سے دل نا آشنا ہو چکے تھے، رحم وکرم کا نام لغت ہی میں رہ گیا تھا۔ اور باپ اپنے ہاتھوں اپنی بیٹی کو زندہ درگور کرتا تھا عدل وانصاف سے کسی کو واسطہ نہیں تھا۔ ابنائے آدم طبقاتی امتیازات کا شکار ہو چکے تھے اور غلاموں کی حیثیت جانوروں سے بھی کم تھی۔ خدا کا عرفان کیا ہوتا، اپنی پہچان بھی نہیں تھی، غرض انسانیت حالت نزع میں تھی کہ اسے بچانے کیلئے اللہ نے ایک مسیحا بھیجا، ایسا مسیحا ﷺ جس کی تشریف آوری کی بشارت دینے کیلئے تقریباً پونے چھ سو سال قبل مسیح ابن مریم علیہما السلام تشریف لائے تھے۔

ہاں ہاں جن کے وسیلے سے تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام فائز المرام ہوئے، ان کے قرب ووجاہت کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔

ہاں ہاں جن کی بعثت کیلئے اللہ سے اللہ کے خلیل علیہ السلام دعا گو ہوں، ان کی بے مثل عظمت میں کیسے شک وشبہ ہوسکتا ہے۔

ہاں ہاں جن کی تشریف آوری کی خبر دینے مسیح ابن مریم (علیہ السلام) تشریف لائے۔ اس مسیح اعظم ﷺ کی مسیحائی کے فیض کا کون حساب لگا سکتا ہے۔

وہ جانِ بہار، فصلِ بہار میں تشریف لائے تو گلشن ہستی میں بہار ہی آگئی۔ توحید کا پرچم مشرق ومغرب میں لہرایا۔ انسانیت کے قاتل اس کے محافظ بن گئے، مہر ووفا کے دشمن مہر ووفا کے علمبردار بن گئے، صدق وصفا کو فضول سمجھنے والے صدق وصفا کے پیکر بن گئے، خدا کے باغی خدا کے مقرب ہوگئے، راہزن راہبر بن گئے اور موت خود زندگی کا پیغام بن گئی۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے رہبر بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا!

اس محسن اعظم ﷺ نے دنیا کو قرآن مقدس جیسا ضابطہ حیات دیا اور اسلام مقدس جیسا نظام حیات بخشا۔ جسے اپنانے والے چند سالوں میں دنیا کے وسیع وعریض حصے کے مالک ومختار بن گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اقوام عالم کے امام اور استاد بن گئے دین ودنیا کی بھلائیاں ان کے قدموں میں آگئیں اور ان بھلائیوں کے قاسم بن گئے، مشرق ومغرب کے انسانوں نے علم وحکمت سیکھا تو عرب کے بادیہ نشینوں سے اور شمال وجنوب کے باسیوں نے عدل وانصاف لیا تو ان اونٹ چرانے والوں کے قدموں سے۔ یہ لوگ جنھیں غلامی رسول ﷺ نے

نوازا تھا اور جنھیں عشق حبیب ﷺ نے پروان چڑھایا تھا، بشر ہو کر بھی لوگوں کو "ما فوق البشر" نظر آنے لگے۔

ہوں لاکھ سلام اس آقا پر، بت لاکھوں جس نے توڑ دیئے
دنیا کو دیا پیغام سکوں، طوفانوں کے رخ موڑ دیئے
اس رحمت عالم ﷺ نے حساں، کیا کیا نہ دیا انسانوں کو
دستور دیا، منشور دیا، کچھ راہیں دیں اور کچھ موڑ دیئے

امت جب تک اس دستور و منشور سے وابستہ رہی، اقوام عالم کی امامت کے مسند پر فائز ہو رہی، جب اس سے پیچھے ہٹی، عزت و رفعت نے اس سے منہ پھیر لیا اسلام دشمن ایک عرصے سے مسلمانوں کو مرکز سے دور لے جانے کی سازشیں کر رہے تھے چنانچہ وہ دور ہوتے گئے اور مقہور و مجبور ہوتے گئے، اقوام عالم کو غلامی سے نجات دینے والے خود غلامی کی زنجیروں میں جکڑے جانے لگے اور دوسروں کو اپنے پیچھے لگانے والے اب دوسرے کے پیچھے چلنے لگے بلکہ دوسروں کے پیچھے چلنے پر بھی انھیں معاف نہیں کیا جاتا۔

اس وقت امت ہر طرف سے دباؤ کا شکار ہے حرص و ہوس نے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے کاٹ کے رکھ دیا ہے اور ایک قوم کئی قوموں میں بٹ گئی ہے سینکڑوں نہیں، ہزاروں کی تعداد میں قتل ہو رہے ہیں مگر دل پر غفلت کی ایسی تہ جم چکی ہے کہ احساس سے عاری ہو چکی ہے۔ وہ پاکستان جس کا تعارف اسلام کی تجربہ گاہ کی حیثیت سے کرایا جاتا تھا، ایٹمی طاقت بننے کے باوجود مسلمان ملکوں کی رہنمائی سے قاصر ہے بلکہ 'سب سے پہلے پاکستان' کا شرمناک نعرہ لگا کر اپنے 'موہوم' تحفظ پر مطمئن ہے۔......عراق میں جو امریکہ کے شیطان اکبر بش نے جو کھیل کھیلا، انسانیت کیلئے کلنک کا ٹیکا ہے..........اب وہ شام اور ایران کو دھمکیاں دے رہا ہے۔ غرض عالم اسلام آلام و مصائب سے دوچار ہے اور پاکستان کے ناخداؤں میں 'وردی' پر بحث ہو رہی ہے۔

کتنی گھناؤنی صورت حال ہے امت کی......کتنا افسوسناک کردار ہے مسلمانوں کا۔ کس طرح ان کو اپنے دستور و منشور سے دور کیا گیا اور اب یہ کتنی دور جا چکے ہیں......کوئی اور قوم ایسی صورت سے دوچار ہوتی تو شاید صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی......مسلمان بچے ہوئے ہیں، کیوں؟ نسبت کا صدقہ؟ یعنی کچھ بھی نہیں، آخر حضور ﷺ کے ہیں دنیا تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی تھی کہ اللہ کے حبیب لبیب ﷺ جلوہ گر ہو گئے اور امت تباہی کے دہانے پر نظر آتی ہے۔ تو حبیب لبیب کا ماہ ربیع الاول آ گیا یہ دلوں کو تسلیاں بھی دے رہا ہے اور ایک پیغام بھی مگر قرآن کا بھی تو یہی پیغام ہے۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں، مایوس ہونا مومن کی شان کے خلاف ہے......باطل سے صلح نہیں کرنی اور

دونوں عالم میں تمھیں مقصود اگر آرام ہے
ان کا دامن تھام لو جن کا محمد ﷺ نام ہے

اتحاد ملت کی ضرورت وصورت (۵)

پروفیسر محمد حسین آسی

رسول ﷺ کے گم شدہ راستے کی طرف، خدا کا وعدہ ہے۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اس میں کیا شک ہے کہ اس وقت قوم کا سب سے بڑا روگ باہمی انتشار ہے، اسی کی بنا پر ہم اقوام عالم کی رہنمائی کرنے کے بجائے ذلیل اور رسوا ہو رہے ہیں۔ ایک وقت وہ تھا کہ سارے زمانے میں ہماری دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور کسی کو ہمارے سامنے کی تاب نہیں تھی۔ زمانہ ہم سے پوچھ کر چلتا تھا اور ہم دنیا کے فیصلے کرتے تھے، ایک آج صورت حال ہے خدا دشمن اور مذہب بیزار ہر طبقہ ہمیں اپنے اشاروں پر نچاتا ہے اور ہم ناچ رہے ہیں۔ زمانہ ہمیں ذلیل دیکھنا چاہتا ہے، ذلیل کرنا چاہتا ہے اور ہم اپنی ذلت پر مسرور وشاداں ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمیں مٹانے کی کوششیں کرنے والے اپنی کوششوں میں ہمیں کو اپنا آلہ کار بناتے ہیں اور ہم اسے بھی اپنے حق میں اپنا اعزاز سمجھتے ہیں۔ ملت کا تصور ہی مسلمانوں کے ذہنوں سے نکالا جا رہا ہے اور ایک ایک کر کے سب کو تباہ و برباد کرنے کی منصوبہ بندی ہو رہی ہے مگر اپنے بھائیوں کی تباہی و بربادی کو ہم اپنا مسئلہ سمجھتے ہی نہیں۔ افغانستان میں کیا ہوا، ملت بڑی بے غیرتی سے چپ سادھے رہی، دشمن کے منہ کو خون لگا تھا اس نے عراق میں اپنا خونی ڈرامہ دہرایا اور کسی مسلمان ملک کو مذمت تک کی توفیق نہ ملی، اب دشمن شام اور ایران کو دھمکیاں دے رہا ہے، مگر ہمارے خون میں کوئی حرارت پیدا نہیں ہوئی۔ تو آخر اس کا سبب کیا ہے۔ ہم اپنے آباؤ اجداد کے بالکل برعکس کیوں ذلیل وخوار ہو رہے ہیں؟ اس کا ٹھیک ٹھیک جواب تو وہی ہے جو جواب شکوہ میں دیا گیا ہے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

قرآن پاک سے رشتہ کب چھوٹا، جب امت کے والی، کونین کے آقا، دارین کے ملجا و ماویٰ حضور ﷺ سے تعلق کمزور ہوا ہے۔ یہ نبی ﷺ کی ذات ہے جس کے وسیلے سے خدا کا عرفان حاصل ہوتا ہے، قرآن سے سکون ملتا ہے، امت کی تشکیل ہوتی ہے اور "ملت" کا قوام تیار ہوتا ہے۔ نبی سے امت کا رابطہ و واسطہ منقطع کرنے کی کوشش کامیاب ہو جائے تو دین حق کی ساری عمارت دھڑام سے گر جاتی ہے چنانچہ یہ منصوبہ دشمنوں نے بنایا اور بظاہر بعض موثر مسلمان علماء و رؤسا کو خرید کر انھیں آلہ کار بنایا جنھوں نے آیات وروایات کے زور سے امت کو عشق رسول، ذکر رسول اور ادب رسول ﷺ سے محروم کرنا چاہا۔ امت کا جذبہ عشق کمزور ہوا تو جذبہ جہاد اور شوق شہادت بھی ماند پڑ گیا۔ نئے نئے عقائد اور ان کے عجیب عجیب دلائل گھڑے گئے۔ نبی ﷺ کے اختیار کا انکار کیا اور آپ مختار بن گئے پھر جو چاہا فیصلہ دیا۔ پاکان امت سے اعتماد اٹھانے کا سبق دیا مگر اپنے آپ کو حجت قطعیہ ظاہر کیا۔ صدر اسلام سے جو تفاسیر ملی ورثے کا درجہ رکھتی تھیں انھیں غیر معتبر گردانا اور اپنے ذہن ناپاک میں جو مضمون آیا، اسے قرآن کے حوالے سے پیش کیا۔ جن پاکیزہ رسوم کی بنیاد کتاب وسنت میں موجود تھیں اور کئی

صدیوں سے پاکان امت کے معمولات میں شامل تھیں انھیں 'بدعت' کہااور خود اپنی بدعت کو سنت کا نام دیا۔مختصر یہ کہ اغیار نے 'ایمان' کی قیمت پر خریدااور ملت میں انتشار وافتراق کے کام پر لگادیا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسا بکنے والے 'غدار' ہوتے ہیں۔مگر غدار چونکہ عیار ومکار تھے انھوں نے اپنی غداری پر تقویٰ کا غلاف چڑھا دیا، شراب کی بوتل تھی اس پر دودھ کا لیبل لگادیا۔ بات بات پر آیت وحدیث پڑھ دیتے تھے۔لوگوں میں محقق کہلائے۔ پیروں سے دور کرنا تھا خود پیر بن گئے غرض عیاریوں، مکاریوں، چالوں اور سازشوں سے حضور پرنور ﷺ کی امت کو مرکز سے دور کرنے میں کسی حد تک کامیاب ہوگئے۔ہاں قوم کا شیرازہ بکھیرنے میں انھیں کامیابی حاصل ہوئی۔

قوم کا نظام درہم برہم ہوا تو ایک عقیدہ بھی ان کی دستبرداری سے پوری طرح محفوظ اور متفق علیہ نہ رہا۔جن لوگوں نے اس انتشار کو روکنا چاہا اور ملی ورثے کی حفاظت کو اپنا مقصد حیات بنالیا، انھیں کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنالیا۔

مثلاً نبوت ہی کی طرف آیئے جوملت کی عمارت کا ایک بنیادی پتھر ہے۔نجد ودیوبند کے معماروں نے اسی کو جگہ سے ہٹانے کی کوشش کی۔ نبی کے کمالات علمی وعملی کا انکار ہی نہیں کیا بلکہ ان کو جو خصوصیات انکے رب نے عطا فرمائی تھیں، ان کا انکار بھی شروع کردیا گیا۔علم غیب کا نبوت سے کیا تعلق ہے جب بھی اس سوال پر بحث ہوئی صدر اسلام سے اب تک نبوت کی تفسیر علم غیب کے حوالے سے ہی کی گئی۔مثلاً متکلمین کے ہاں نبوت کی تعریف ہی اس طرح کی گئی۔

النبوة التی هی الاطلاع علی الغیب

ترجمہ:۔نبوت غیب پر مطلع ہونے کا نام ہے۔

دراصل نبی ہی عالم غیب کا تعارف کراتا ہے۔ جنت ودوزخ، حور وملک، برزخ اور اس کے احوال، قیامت، میزان اعمال پل صراط سب غیبی حقائق ہیں انکی دلیل اول نبی کی زبان ہی ہوتی ہے۔ نبی کی غیب دانی کا انکار گویا اس کی نبوت کا انکار ہے مگر لوگ بکتے رہے، پھر بکتے رہے اللہ اپنے نبی کی نبوت کا ثبوت دینے کیلئے اسے علم غیب ہی نہیں گونا گوں تصرفات وکمالات عطا فرماتا ہے تاکہ دنیا پر ظاہر ہوجائے کہ وہ قادر مطلق کا نمائندہ اور دوسرے انسانوں سے بہت بلند و برتر ہے۔مگر دشمنوں کے غلاموں نے آیات وروایات کے مخصوص ترجموں سے پورا زور ان کے کمالات وتصرفات کے انکار پر صرف کردیا تاکہ دوسرے لوگوں سے ان کی برتری ظاہر نہ ہونے پائے اور پھر مثلیت ومساوات ثابت کرنے کیلئے انھیں اپنے جیسا بشر کہنے لگے یہ سب کچھ ان کا ادب وعشق روکنے کیلئے تھا تاکہ امت ان کے فیض سے محروم رہے خصوصاً اس سلسلے میں انکار کا زیادہ زور اس نبی کے کمالات کی طرف رکھا جس کا خود بھی کلمہ پڑھتے تھے اور جو تمام نبیوں کا بھی نبی ہے (علیہ الصلوٰۃ السلام) سچ فرمایا حکیم الامت نے

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل

دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

حضور پرنور ﷺ سے ان کلمہ پڑھنے والوں کی ضد کا حال یہ ہے کہ شاید کسی بھی نبی علیہ السلام کے کمالات کا انکار اس شدومد نہیں کرتے جتنا اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے محبوب ﷺ کا کرتے ہیں مثلاً ان سے آدم علیہ السلام کی خلافت، ابراہیم علیہ السلام کی خلت، داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر کیا جائے تو عموماً سیخ پا نہیں ہوتے، حضور ﷺ کا ذکر آجائے تو ان کے چہرے کا رنگ ہی بدل جاتا ہے جیسے ان کا اصل مقا بلہ اسی ذات پاک سے ہے جو اللہ کی سب سے بڑی مظہر ہے۔

حضور ﷺ انبیاء کرام علیہم السلام کے سردار وامام ہیں، اللہ نے آپ کو سب نبیوں سے افضل کیا ہے اور کچھ خصوصی القاب ونوازشات سے بھی نواز اہے۔مثلاً رحمۃ للعلمین، خاتم النبیین۔علمائے نجد ودیوبند نے ایسے مواقع پر بڑے خاموش طریقے سے ان کی تخصیص کو کم کرنے کی سعی ناپاک کی ہے، لفظ رحمۃً

للعلمین حضور پرنور ﷺ کیلئے خاص ہے چنانچہ سورۃ الانبیاء میں رب تعالیٰ نے کئی پیغمبروں کا ذکر خیر کیا ہے۔ان کی سیرت وعظمت کو بیان کیا پھر سب سے آخر میں حضور پرنور ﷺ کا ذکر خیر فرمایا اور وہ بھی رحمۃ للعلمین کے لقب سے۔

﴿...... وما ارسلنک الا رحمةً للعلمین......﴾

ترجمہ: اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کیلئے۔

مگر نجدیت کے دیسی علمبرداروں نے اپنے ''ملاؤں'' کو بھی رحمۃ للعلمین بنادیا بلکہ ان کے غوث اعظم رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں کھلی چھٹی دے دی کہ ہر مسلمان کو رحمۃ للعلمین کہہ سکتے ہیں (معاذ اللہ) اللہ نے جو نام کسی دوسرے نبی کو بھی عطا نہیں فرمایا دیوبندیوں کے نزدیک ایسا عام ہے کہ جس مسلمان کو چاہو رحمۃ للعلمین کہہ دو۔اسلام کی ساری تاریخ کھنگال ڈالیں حضور پرنور ﷺ سے یہ انداز بغاوت کہیں نہیں ملے گا۔خاتم النبیین یعنی آخری نبی بھی کسی اور کیلئے استعمال نہیں ہوسکتا۔خدا کا شکر ہے علما دیوبند سے اس حد تک ضرور محفوظ رہا (کہ انھوں نے اسے کسی اور کیلئے استعمال نہیں کیا) ہاں اتنا ضرور کیا کہ اس کے معنی ہی بدل ڈالے ان کے نزدیک اس کا مطلب آخری نبی نہیں جیسا کہ امت آج تک سمجھتی رہی ہے نیز ان کے نزدیک آخری نبی ہونا، کوئی فضیلت کی بات ہی نہیں، خاتم النبیین کے مفہوم میں یہ تبدیلی مولنا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نے 'فرمائی' انھوں نے جو کچھ کہا وہ مرزائی مرتدین کی دلیل بن گیا نانوتوی صاحب کو بھی اعتراف ہے کہ ان سے پہلے کسی نے یہ معنی نہیں کئے۔اور مرزائی بھی یہی کہتے ہیں کہ خاتم النبیین کا معنیٰ صرف ایک مولوی قاسم سمجھا اب وہ لوگ جو سرمایہ ملت کا تحفظ چاہتے ہیں، سوچیں جب دیوبند کے بانی کا یہ حال ہے اور گویا قصر دیوبند کی خشت اول کا یہ عالم ہے، باقی عمارت کی کجی کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔کیونکہ

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج !

دیگر کمالات نبوت کا انکار کیا گیا تھا توحید کا بہانہ بنا کر یعنی حضور پرنور ﷺ کو حاضر وناظر، دانائے غیوب، معین ومددگار، فریاد رس حاجت روا اور مشکلکشا کہنا اس لئے شرک ہے کہ یہ سب صفات اللہ کی، مگر حضور ﷺ کے خاتم النبیین بمعنیٰ نبی آخر ہونے کا انکار توحید کے حوالے سے نہیں ہوسکتا تھا، اسے مولنا نے حضور ﷺ کی خیر خواہی کے حوالے سے پیش کیا یعنی خاتم النبیین کا معنیٰ آخری نبی کیا جائے تو اس میں حضور ﷺ کی فضیلت نہیں، اگر اس کا معنیٰ افضل النبیین کیا جائے تو حضور ﷺ کی شان ظاہر ہوجاتی ہے۔

پوچھنا تو یہ ہے کہ ملت کے بہی خواہ بتائیں کہ کیا عقیدہ ختم نبوت اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل نہیں اور اگر یہ واقعی بنیادی عقیدہ ہے تو اس کا انکار ملت کے نظام میں رخنہ اندازی ہے یا نہیں۔ملت کا اتحاد چاہنے والے سوچیں اس رخنہ اندازی کا کیا علاج ہے۔علمائے دیوبند نے بعد میں اس عنوان سے مجلس ختم النبوت جیسی تنظیمیں بنائیں اور یہ تصریح بھی کہیں کہیں کردی کہ جو شخص خاتم النبیین کے معنیٰ آخری نبی نہیں کرتا، کافر ہے، مگر قاسم نانوتوی کی عبارت ان کے سامنے آئی تو فتویٰ بھول گئے اور اسے کافر کہنے کہ بجائے، قاسم العلوم والخیرات، کا لقب دیا اگر کسی کو اپنے نبی کی شرم تو نہ ہو مگر اپنے باپ، استاد یا پیر کی عظمت کا خیال ہی پیش نظر ہو تو فرمایئے کیا اس پر حضور پرنور ﷺ کا حکم ''لایومن'' (یعنی وہ مومن نہیں) لاگو ہوتا ہے یا نہیں، اس صورت میں فرمایئے انتشار کون پھیلا رہا ہے اور قوم کو اتحاد کا سبق کون دے رہا ہے، اور کیا انتشار پھیلانے والا اور اتحاد کی کوشش کرنے والا دونوں برابر ہیں، نہیں ہرگز نہیں، یقیناً جس نے خاتم النبیین کے معنیٰ بدلے وہ مفسد اور فتنہ پرداز ہے اور جو اس کا مقابلہ کرتا ہے، وہ ایمانی واسلامی غیرت کا مظاہرہ کرکے قوم کو مرکز واتحاد کی طرف بلا رہا ہے، علمائے نجد و دیوبند نے نبوت کے کمالات کا انکار کیا اور عقیدہ ختم نبوت پر ضرب لگائی۔علمائے اہل سنت نے مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کی قیادت میں ملت کے ورثے کی حفاظت کی اور انتشار وانحراف کی راہ چلنے والوں کی ٹھیک ٹھیک نشاندہی کی۔کوئی ملت کا سچا ہمدرد اگر اس صورت حال کو نہ سمجھے گا اور مصلح ومفسد کو برابر سمجھے گا تو اصلاح کیسے کرسکے گا۔جن عقائد کی ایجاد سے اسلام کا ایوان ہی معاذ اللہ ڈھے جاتا ہے، ان پر ڈٹے رہنا اور خود کو مصلح کہنا، کیا مدینہ منورہ کے منافقین یہی کچھ نہیں کرتے تھے۔

"واذا قیل لھم لا تفسد وا فی الارض قا لو انما نحن مصلحون" (البقرۃ......۱۱)

ترجمہ: اور جو ان سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں کہ اصلاح کرنے والے ہیں۔

لہذا ٹھنڈے دل سے غور کیجئے اور فرمائیے!

؎ کیا علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں۔

پھر فرمائیے نبی کیلئے سچ بولنا کتنا ضروری ہے!

دنیائے غیب کا تعارف اسی کی زبان سے ہوتا ہے ورنہ اس کی اور کوئی دلیل نہیں ہوتی جس سے دل کو اطمینان ہو، خدانخواستہ اگر اس کی صداقت بھی مشکوک ہو جائے تو تبلیغ کا آغاز بھی ناممکن ہے، حضور پرنور ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی پہلے سے نبی ہیں، اس کے باوجود دنیا میں چالیس سال سے پہلے آپ کی بعثت نہیں ہوئی، کیوں؟ معاشرہ آپ کی عظمت کردار اور صداقت بیان پر پوری طرح سے مطمئن ہو جائے، چنانچہ اہل مکہ مطمئن ہو گئے اور انھوں نے بیک زبان آپ کو الصادق اور الامین کہنا شروع کر دیا اور ان سے ان کی مراد یہ تھی جھوٹ معاذ اللہ آپ کی زبان پر آ ہی نہیں سکتا اور معاذ اللہ بد دیانتی کسی صورت آپ سے ممکن ہی نہیں، چالیس سال کی عمر مبارک تک جب ان کا مشاہدہ یہ فیصلہ کر چکا حضور انور ﷺ کی بعثت ہوئی حتی کہ ابو جہل کو بھی حضور ﷺ کے صدق میں کوئی شک نہیں تھا، چنانچہ بدر کو جاتے ہوئے جب اخنس بن شریف نے اس سے تنہائی میں پوچھا تو بولا

"وا للہ ان محمد ًالصا دق " وما کذب محمد" قط"(الشفاء...... جلد ا)

ترجمہ: اللہ کی قسم، محمد ﷺ سچا ہے اور آج تک محمد (ﷺ) نے کبھی جھوٹ نہیں بولا،

اس نے پھر تصریح کی کہ ایمان نہ لانے کی وجہ گویا قبائلی حسد اور جذبہ تقابل ہے اگر خدانخواستہ زبان نبوت ہی مشکوک ہو تو اس کی بتائی ہوئی توحید، لائی ہوئی کتاب، اور دوسری اعتقادی و عملی تعلیم کی صداقت پر کیا بھروسہ ہوگا۔ جھوٹ ہی نہیں ہر نبی کا ہر گنا سے معصوم ہونا ضروری ہے، بعثت سے پہلے بھی اور بعد بھی مگر بانی دار العلوم دیوبند نے نبوت کا جو تصور دیا، کتنا ہولناک ہے، ان کا کہنا ہے۔

پھر دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے۔ جن میں سے ہر ایک حکم یکساں نہیں، ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں۔ (تصفیۃ العقائد)

فرمائیے نبوت کے بارے میں یہ تصور نانوتوی صاحب سے پہلے کس نے دیا اور اسی کو قبول کر لیا جائے تو توحید سے لیکر عام عمل تک اسلام کی کونسی شے شک وشبہ سے محفوظ رہے گی۔

عموماً دیوبندی بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ شور مچاتے ہیں کہ انگریزوں نے اپنے مقاصد حکومت کیلئے مسلمانوں میں گروہ بندی کی۔ فرمائیے، اگر واقعی انہوں نے امت کو مختلف گروہوں میں تقسیم کرنے کیلئے خریدا تھا تو یہ کون تھے؟ جو اسلام کے گلشن کا خون جگر سے دفاع کر رہے تھے یا وہ جو انبیاء علیہم السلام کی توہین کر کے سارے نظام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کر رہے تھے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ انگریزوں نے دہلی میں ایک عربی کالج کھولا تھا جس کے گویا وائس پرنسپل مولانا عبد العلی نانوتوی تھے اور وہ مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کے اور دیوبندیوں کے غوث اعظم مولانا رشید احمد گنگوہی کے استاذ و مربی تھے۔ یہ حقیت اگر پیش نظر رہے تو کیا یہ سمجھنا مشکل ہے کہ تاریخ اسلام میں خاتم النبیین کا معنی بدلا گیا۔ یا نبوت کے ساتھ دروغ صریح کو ضم کرنے کی معاذ اللہ جو کوشش کی گئی ہے، یہ ادھر سے اشارہ پا کر ہی تھا، یا انھیں کی تربیت کا نتیجہ تھا۔

اتحاد ملت یقیناً ضروری ہے مگر جب تک اس قسم کے دین فروش لوگوں کو جو ملت ہی کے اعتقادی ورثے کو ہی لوٹنا یا لٹوانا چاہتے ہوں سمجھا جاتا اور ان کی شرارتوں سے قوم کو محفوظ نہیں کر لیا جاتا، اتحاد ملت کی کیا صورت ہوگی۔

ہادی عالم ﷺ

درسِ قرآن

سرکار آئے الحمد للہ

غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

اللہ رب کائنات کا فرمان ہے!

''اور یاد کرو، جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اسکی جوذوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے، پھر تشریف لائے تمھارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو، ان (کتابوں) کی جو تمھارے پاس ہیں تو تم ضرور ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اسکی (اس کے بعد) فرمایا کیا تم نے اقرار کرلیا اور اٹھالیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ، سب نے عرض کی، ہم نے اقرار کیا۔ (اللہ نے فرمایا) تو گواہ رہنا، اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں ٥ پھر جو کوئی پھرے اس (پختہ عہد) کے بعد تو وہی لوگ فاسق ہیں ٥ (سورۃ آل عمران آیت ۸۱، ۸۲)

اشارات

٥ ان آیات کریمہ میں عالم ارواح کی اس محفلِ پاک کا ذکر ہے جو رب کائنات نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کی آمد کے بارے میں سجائی۔

٥ جب توحید کے بارے میں محفل کا انعقاد کیا، جس میں فرمایا اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ 'کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں، تو سب لوگوں کو اکٹھا فرمایا۔ اپنے بھی بلائے اور بیگانے بھی بلائے۔ پاک بھی بلائے اور ناپاک بھی بلائے، لیکن ''میلاد کی محفل'' سجائی تو صرف پاک لوگوں کو دعوت دی، اس لیے آج بھی میلاد کی محفل میں پاک دل اور پاک روح والے لوگ ہی حاضر ہوتے ہیں۔

٥ ذکر محبوب کی محفل سجانا رب کائنات کی سنت ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابوالعالیہؒ سے مروی ہے کہ صلوٰۃُ اللہ ثناءُ ہٗ عند الملائکہ، اللہ تعالیٰ کا درود یہ ہے کہ وہ فرشتوں کے سامنے محبوب ﷺ کی صفت وثناء بیان فرماتا ہے۔

خدا خود میر مجلس بود اندر لامکان خسرو
محمد شمع محفل بود، شب جائے کہ من بودم

٥ اِذۡ یعنی یاد کرو، تو معلوم ہوا کہ حضور پرنور ﷺ کو اس سارے واقعہ کی خبر عطا کی گئی، اس لیے آپ کی گواہی لی جارہی ہے۔

٥ مِیۡثَاقَ النَّبِیّٖنَ میں لفظ النَّبِیّٖنَ کا استعمال بہت سے مسائل حل کرتا ہے، ایک یہ کہ نبی عالم ارواح میں بھی نبی ہوتا ہے۔ وہ چالیس سال کے بعد بھی نبوت کا اعلان کرے تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ اسے چالیس سال کے بعد نبوت حاصل ہوئی ہے۔ پہلے اسے اپنی نبوت اور اللہ کی وحدت کی کوئی خبر نہیں تھی، کئی بے باک لوگ یہاں تک بیان کرجاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک چرواہے کے سر پر نبوت کا تاج سجادیا، یہ مقام نبوت سے بے خبری کی دلیل ہے۔ نبی تو ہر حال میں نبی ہوتا ہے۔

٥ حضور پرنور ﷺ کی عظمت و منزلت کو تسلیم کرنا تمام انبیاء کرام پر بھی فرض ہے۔ اسی لیے آپ کو نبی الانبیاء کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے پختہ عہد لیا کہ اگر اسکی موجودگی میں محبوب ﷺ تشریف لے آئیں تو اس پر لازم ہے کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لاکر آپ ﷺ کی امت میں شامل ہوجائے۔

یہی حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہٗ کا فرمان ہے ۔

وہ نبیوں میں ایسے کہ ختم الانبیاء ٹھہرائے
حسینوں میں حسیں ایسے کہ محبوبِ خدا ٹھہرائے

○ یہ آیت کریمہ حضور پرنور ﷺ کی "ختمِ نبوت" کی بھی روشن دلیل ہے۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ورنہ اس کے بارے میں "پختہ عہد" لیا جاتا۔

○ تمام انبیاء کرام کو کتاب وحکمت کے خزانوں میں سے ان کی شان کے مطابق خزانے دیئے گئے لیکن ہمارے نبی ﷺ کو سراپا کتاب اور سراسر حکمت بنا کر بھیجا گیا، حضور ﷺ قرآنِ ناطق ہیں، حضور چشمہء حکمت ہیں۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

○ حضور سراپا نور ﷺ کی شانِ کریم یعلمهم الکتاب و الحکمة سے ظاہر ہوتی ہے۔ جو کتاب وحکمت کا معلم عظیم ہو اس کے علم وحکمت کے بارے میں ابہام کا شکار ہونا کتنی بڑی محرومی کی دلیل ہے۔ حضور تو "دقیقہ دان عالم" بن کر تشریف لائے، جو مسئلہ کسی سے حل نہ ہو سکا اسے اس نبی امی نے ایک اشارے سے حل فرما دیا۔

○ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ" پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول، اس قرآنی جملے میں "میلادِ مصطفیٰ" کی نورانی جھلک اور وجدانی خبر کس شان سے جگمگاتی ہوئی نظر آتی ہے۔ میلاد کیا ہے؟۔ اپنے محبوب کریم ﷺ کی آمد کا ذکر ہی تو میلاد ہے، بتایئے کیا اس جملے میں حضور ﷺ کی آمد کا ذکر نہیں۔ اگر ہے اور یقیناً ہے تو کیا میلاد بیان کرنا قرآن کی سنت ثابت نہ ہوا۔ قرآن خود اعلان کر رہا ہے

وہ تشریف لائے ------ رحمت بن کر، نور بن کر، برھان بن کر، فرقان بن کر سراج منیر بن کر، فضلِ کبیر بن کر، مصدق بن کر، مبشر بن کر، نذیر بن کر، محمد بن کر، احمد بن کر گویا ۔

محمد سرور کون ومکاں تشریف لے آئے ہیں
جہاں میں دو جہاں کے جانجاں تشریف لے آئے ہیں

○ رَسُوْلٌ" پر تنوین اظہار عظمت کے لیے ہے کہ یہ آنے والا بہت عظمت وجلالت والا رسول ہے

○ جَاءَكُمْ میں ضمیر کم کے خطاب سے حضور ﷺ کے زمانہء نبوت کی وسعتوں کا اندازہ کیجئے۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ ہر زمانہ، حضور ﷺ کا زمانہ ہے۔ سعدی کہتے ہیں ۔

ہمہ انبیاء در پناہ تواند مقیم در بارگاہ تواند
تو ماہِ منیری ہمہ اختراند تو سلطان ملکی ہمہ چاکراند

○ حضرت امام آلوسی علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے "اسی لئے عارفین نے فرمایا ہے کہ نبی مطلق، رسول حقیقی اور شارع استقلالی حضور ﷺ ہیں، اور جملہ دیگر انبیاء کرام ان کے تابع ہیں۔ (روح المعانی)

○ معراج کی رات بیت المقدس میں بھی اسی "پختہ عہد" کو سامنے رکھ کر تمام انبیاء کرام اس امام کُل، دانائے سُبل، ختم رسل ﷺ کے مقتدی بن گئے۔ ثابت ہو گیا کہ "سب سے اولیٰ واعلیٰ ہمارا نبی"

○ مصدق کا لفظ حضور ﷺ کے بے پناہ علم اور لامحدود فہم کی کامل دلیل ہے۔ کیونکہ تصدیق وہی کر سکتا ہے جو اچھی طرح جانتا ہو، حضور ﷺ سابقہ نبیوں، اور ان کی کتابوں اور صحیفوں کو اچھی طرح جانتے ہیں ورنہ آپ کی تصدیق ناقص ہو جائے گی۔

○ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ، سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا بھی سب کے لئے شرط اولین ہے۔

○ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام امداد کر سکتے ہیں۔ اور اس دنیا سے جانے کے بعد بھی امداد کر سکتے ہیں، کیا اللہ تعالیٰ نہیں جانتا تھا کہ یہ نبی آخر ﷺ اس وقت آئیں گے جب سب انبیاء کرام کا زمانہ ختم ہو چکا ہوگا اور سب کی شریعت طاقِ نسیاں میں رکھ دی گئی ہوگی۔ پھر ان سے امداد کا وعدہ لینا اور ان کا امداد کرنا کس طرح ممکن ہے۔ یہ اس طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے دنیا سے جانے کے بعد بھی زندہ ہوتے ہیں اور اپنوں کی امداد کرتے ہیں۔ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پچاس نمازوں کو پانچ کروا کر حضور ﷺ کی امت کی مدد نہیں فرمائی؟۔ اگر امداد نہیں فرمائی تو پچاس نمازیں پڑھا کریں۔ چند دنوں میں ہوش ٹھکانے آجائے گی۔

○ انبیاء کرام کا امداد کرنا "من عند الله" ہے "من دون الله" نہیں، کاش کوئی اس فرق کو سمجھ لے تو مسلمانوں میں اختلافات کی خلیج ختم ہو جائے۔

○ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب دانائے غیوب ﷺ کی عظمت و منزلت منوانا کتنا عزیز ہے کہ ان سے بھی اقرار کروا رہا ہے اور ان کو بھی "بھاری ذمہ" عطا فرما رہا ہے جن سے انکار کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے ہی سمجھ لینا چاہیے کہ یہ معاملے کتنے نازک ہیں

○ انبیاء کرام کو بھی گواہ بنایا اور خود اپنی گواہی کا اعلان بھی فرمایا، لہذا کوئی اور مانے یا نہ مانے، عظمتِ مصطفیٰ کسی کے ماننے سے بلند نہ ہوگی اور کسی کے نہ ماننے سے پست نہ ہوگی۔ اس بے نیاز کا محبوب بھی بے نیاز ہے۔۔

تو کسی کے گھٹانے سے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

○ اس میثاق یعنی عظمتِ مصطفیٰ کو تسلیم کرنے کے وعدے سے جو بھی انکار کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فاسق ہوگا، اور یہاں فسق سے مراد کفر ہے۔ گویا جو ان کو مانتا ہے وہی مومن ہے اور جو ان کو چھوڑتا ہے وہی کافر ہے اور فاسق ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ "محمد مصطفیٰ ﷺ ہی لوگوں کے درمیان فرق ہیں۔"

○ یہ نازک ترین خطاب بھی انبیاء کرام سے ہوا۔ جن سے انکار کی کوئی توقع ہی نہیں کی جا سکتی۔ پھر ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو کلمہ پڑھ کر نبی اکرم ﷺ کی عظمت و منزلت کو گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔

○ اللہ اللہ! حضور ﷺ کس شان سے تشریف لائے کہ عالمِ لاہوت ہو یا عالمِ جبروت، عالمِ ملکوت ہو یا عالمِ ناسوت، ہر جگہ حضور ﷺ کی تشریف آوری کا چرچا ہے۔ ہر زبان پر نغمہ میلاد جاری ہے۔

سرکار آئے الحمدللہ

قرآن لائے الحمدللہ

☆☆☆☆☆☆

نغمہ میلاد

محمد سرورِ کون و مکاں تشریف لے آئے
جہاں میں دو جہاں کے جانجاں تشریف لے آئے

کتابِ زندہ ہاتھوں میں نشانِ راہ قدموں میں
خدائی میں خدا کے راز داں تشریف لے آئے

مبارک باد دی اہلِ فلک نے فرش والوں کو
شہِ خوباں انیس بے کساں تشریف لے آئے

محبت کے لبوں پر نغمۂ میلاد جاری ہے
شہنشاہِ حیاتِ جاوداں تشریف لے آئے

ہدایت مل گئی نوعِ بشر کے بدنصیبوں کو
بشر صورت میں نور لا مکاں تشریف لے آئے

قبیلہ سعد والوں نے انہیں دیکھا تو بول اٹھے
خزاں کی رت میں جان گلستاں تشریف لے آئے

جو آقاؤں کے آقا ہیں، جو مولاؤں کے مولا ہیں
غلام زار کے وہ مہرباں تشریف لے آئے

غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

درسِ حدیث

سب مسکرائے الحمدللہ

غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرکارِ فخرِ موجودات کا فرمان ہے

ـــــo (پیروار کا روزہ اس لیے ہے کہ) اس دن میں پیدا ہوا، اس دن مجھے مبعوث کیا گیا یا اس دن مجھ پر قرآن نازل ہوا، (مسلم شریف کتاب الصیام)

o میں اپنے باپ ابراھیمؑ کی دعا اور عیسیٰؑ کی بشارت ہوں۔

ـــــo حضور ﷺ نے یہود سے عاشور کا روزہ رکھنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا یہ وہ دن ہے جس دن فرعون غرق ہوا اور حضرت موسیٰؑ نے نجات پائی۔ ہم شکر کے لیے روزہ رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا "ہم حضرت موسیٰؑ کے تم سے زیادہ قریب ہیں (کہ ان کی نجات پر شکر ادا کریں)۔ (بخاری و مسلم)

اشارات

ـــــo ان احادیثِ منورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے مبارک دن کی تعظیم کرنا، مسرت کا اظہار کرنا اور نعمتِ حق کا شکر ادا کرنا خود حضور ﷺ کی سنتِ مطہرہ ہے۔

ـــــo ولادتِ مصطفیٰ، بعثتِ مصطفیٰ اور نزولِ کتابِ مصطفیٰ ایسی نعمتیں ہیں کہ جن کا شکر ادا کرنا ہر مسلمان کے ایمان کا تقاضا ہے۔ جب ہر نعمت پر خوشی جائز ہے تو آمدِ مصطفیٰ تو سب سے بڑی نعمت ہے، اس پر خوشی کیوں جائز نہیں۔

ـــــo پیروار کے روزے کی اصل وجہ کیا ہے، فرمایا ذاک یوم الدت فیہ، اس دن میں پیدا ہوا، لہذا اس دن خدا کا شکر ادا کرنے کے لیے روزہ بھی رکھا جاسکتا ہے، صدقہ و خیرات بھی دیا جاسکتا ہے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کے محامد و محاسن بھی بیان کیے جاسکتے ہیں اور یہ سب حقیقی اور اسلامی شادمانیوں کے طریقے ہیں اللہ کی بارگاہ میں مقبول و محمود ہیں۔

☆ ماہ ربیع الاول میں حضور ﷺ کے یوم میلاد پر خوشیاں منانا، محافل و مجالس کا انعقاد کرنا اور آپ کی بارگاہ میں ایصالِ ثواب کرنا تمام اہلِ اسلام کا طریقہ مبارکہ ہے۔ چند علماء امت کی تصریحات ملاحظہ کیجئے جنھوں نے مذکورہ صدر حدیثِ پاک سے اس فعل کا استحباب اور استحسان نقل فرمایا ہے۔

ـــــo حضرتؒ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے حضرت امام ابنِ حجر مکی علیہ الرحمہ کا قول نقل فرمایا ہے کہ "جس معین دن میں اللہ تعالیٰ نے کوئی نعمت عطا فرمائی ہو یا کوئی بلا ٹالی ہو وہ خاص دن جب بھی آئے اس دن کا شکر ادا کرنا چاہیے اور شکر بہت سی عبادات مثلاً نماز، روزہ، صدقہ اور قرآن کی تلاوت سے ادا ہوتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی ولادتِ پاک اور آپ کے ظہور نور سے اور بڑی کونسی نعمت ہے۔ اس لیے جب بھی آپ کی ولادتِ پاک کا دن آئے تو طرح طرح کی عبادات سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے

(حسن المقصد جلد ۱۹۶)

ـــــo اس دن تلاوت قرآن، صدقہ و خیرات اور حضور ﷺ کے فضائل و مکارم کو بیان کرنا چاہیے تاکہ مسرت اور سرور ظاہر ہو سکے اور حرام و مکروہ یا خلاف اولیٰ اشیاء سے باز رہنا چاہیے (ایضاً)

o حضرت علامہ ابن الحاج علیہ الرحمہ کا فرمان ہے "کیا یہ واقعہ نہیں کہ پیر کے

دن روزے کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ اس دن آپ ﷺ پیدا ہوئے۔ اس لیے یہی مناسب ہے کہ جب یہ مہینہ (ربیع الاول) شروع ہو تو اسکی بہت زیادہ تعظیم اور احترام کیا جائے کیونکہ حضور ﷺ کی اتباع اسی میں ہے کہ فضیلت والے ایام میں نیکی کے کام زیادہ سے زیادہ کیے جائیں۔ (المدخل)

○ حضرت ملا علی قاری قدس سرہ الباری کا فرمان ہے "نبی اکرم ﷺ خود اپنے یوم ولادت کی تعظیم کیا کرتے تھے اور اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرماتے تھے اور اس دن کی تعظیم کے لئے ہر پیر کا روزہ رکھتے تھے۔ جیسا کہ مسلم شریف میں موجود ہے۔ محفل (میلاد) نبوی کے [illegible] کرنے میں اگرچہ تعظیم کی صورت اور ہے، لیکن تعظیم کا معنی تو پایا جاتا ہے۔ (المولد الروی)

○ جس دور میں کوئی عظیم کام ہوا، جب وہ زمانہ لوٹ آئے تو اسکی تعظیم کرنی چاہیے، حضور ﷺ نے خود یہ قاعدہ مقرر فرمایا۔ جب آپ نے یہود کو عاشورہ کا روزہ رکھتے دیکھا تو فرمایا تمھاری نسبت ہم زیادہ حقدار ہیں کہ نعمت موسیٰ کا شکر ادا کریں۔ (ایضاً)

○ محفلِ میلاد کی اصل عہدِ رسالت میں موجود تھی، آپ نے خود اپنی ولادت کا ذکر کیا اَنَا دَعْوَۃُ اَبِیْ اِبْرٰھِیْمَ وَ بِشَارَۃُ عِیْسٰی وَ اَنَا ابْنُ الذَّبِیْحَیْنِ میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا، عیسیٰؑ کی بشارت اور میں دو ذبیحوں کا فرزند گرامی ہوں۔ (ایضاً)

○ کئی لوگ نزولِ قرآن کا جشن تو بڑے شوق سے مناتے ہیں لیکن آمدِ رسول کا جشن مناتے وقت پریشان نظر آتے ہیں۔ ان کے نزدیک آمدِ رسول کے جشن کی قرونِ اولیٰ میں کوئی نظیر دکھائی نہیں دیتی تو نزولِ قرآن کے جشن کی نظیر کہاں ملتی ہے۔ پھر ایک ہی نوعیت کے دو کاموں میں سے ایک کو حلال سمجھنا اور دوسرے کو حرام سمجھنا کہاں کا انصاف ہے۔

○ حدیثِ پاک میں جسطرح "اُنْزِلَ فِیْہِ" کے الفاظ ہیں اسطرح "وُلِدْتُ فِیْہِ" کے الفاظ بھی ہیں، لہذا ساری حدیث پر ایمان لانا چاہیے۔

○ حدیثِ پاک کا وہی مفہوم درست ہے جو امت کے عظیم القدر علماء اور فقہا نے بیان کیا ہے۔ ان کے مقابلے میں آج کل کے باغیانِ عظمتِ رسول کے اوہام اور اشکال کی کوئی وقعت نہیں۔ سب علماءِ امت کے نزدیک یہ حدیث میلادِ مصطفیٰ کی خوشی منانے پر بہترین دلیل ہے۔ تو یہی مفہوم اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک بھی قابلِ قبول ہے۔ کیونکہ جس کام کو مسلمان اچھا تصور کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی اسے اچھا جانتا ہے۔

○ یومِ عاشورہ، ایامِ تشریق، ایامِ عید، یومِ عرفہ وغیرہ بڑے بڑے دن ہیں۔ حضور ﷺ ان دنوں میں کیوں پیدا نہیں ہوئے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ کسی کے ذہن میں خیال نہ آئے کہ ان دنوں کی بدولت حضور ﷺ کو عظمت نصیب ہوئی، بلکہ یہ یقین حاصل ہو جائے کہ حضور ﷺ کی بدولت ہی دنوں اور راتوں، مہینوں اور سالوں، انسانوں اور جنوں کو عظمت نصیب ہوئی ہے۔ پیر کا دن سب دنوں کا سرتاج بن گیا ہے، کیونکہ اس دن سرورِ دو جہاں جلوہ فرما ہوئے۔ جو بھی ان سے منسوب ہو گیا وہ خدا کا محبوب ہو گیا۔

○ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کتنے جلیل المرتبت نبی ہیں، لیکن وہ بھی اپنی تمام تر عظمتوں کے باوجود اپنی زبانوں کو ذکرِ مصطفیٰ سے تر رکھتے ہیں۔ کوئی ان کی آمد کی دعا مانگتا ہے اور کوئی ان کی بشارت کا اعلان کرتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کا سب سے پیارا راستہ یہی ہے کہ اس کے محبوبِ اعظم ﷺ کا کثرت سے ذکر کیا جائے۔

چشمِ اقوام یہ نظارا ابدتک دیکھے
رفعتِ شانِ رفعنا لک ذکرک دیکھے

توحید اور محبوبانِ خدا کے کمالات

قسط:۲۹

پروفیسر محمد حسین آسی

لیجئے پھر آ گیا ربیع الاول شریف کا نورانی مہینہ۔ یعنی رحمت و برکت کا، عزت و عظمت کا، سطوت و حشمت کا، راحت و بہجت کا، نور وظہور کا اور کیف و سرور کا مہینہ، یہ روحانی وجدانی اور ایقانی و عرفانی مہینہ ابن آدم کے لئے مسیحائی کا انداز لے کر آتا ہے۔ کیوں نہ اسی مہینے میں اللہ کا حبیب اعظم اور دنیا کا طبیب اعظم ﷺ خاکدان دنیا میں جلوہ افروز ہوا۔ ہاں ہاں وہ سراپا نور آقا تشریف لایا۔ جس کی ذات مظہر ذات باری اور صفات مظہر صفات باری ہیں۔ اور جس کریم کی نوازشوں کی حد ہے نہ عد۔ وہ سلطان جو اپنے خالق و مالک ومختار کا بندہ ہے اور باقی سب کا مالک ومختار۔ یوں تو قدم رنجہ فرمانے والے اس آقا کی عنایات واحسانات بے شمار ہیں۔ تاہم اس کا سب سے بڑا کرم یہ ہے۔ بندوں کو خدا سے ملا دیا اور انھیں ایمان، عرفان سے سرشار کر کے توحید وتفویض کا شیدا بنا دیا۔ وہ تشریف نہ لاتے تو خدا کو کون مانتا، توحید تک کون پہنچتا، اس کی تسبیح وتہلیل کون کرتا، رکوع اور سجدہ میں کون اسے عظیم اور اعلیٰ کہتا اس کے عشق ومحبت میں کون روتا اور شہادتگہ الفت میں کون جان و مال کی قربانی دیتا۔ انسان اپنا اور اپنے رب کا عارف کیونکر ہوتا۔ عشق حقیقی میں سوز وگداز کی یہ کیفیات، ہجر ووصال کے یہ مشکبو لمحات، ذکر وفکر دنیا اور مراقبات ہاہو کے نغمے اور دل کی واردات، دنیا کو یہ ساری دولتیں حبیب کبریا ﷺ کے دروازے سے ملی ہیں۔ حضور ﷺ اپنے رب کے سب سے بڑے رسول سب سے بڑے خلیفہ ونمائندہ، سب سے بڑے مظہر اور سب سے بڑے وسیلہ قرب ہیں۔ اللہ نے حضور ﷺ کو بھیجا تو اپنی برہان بنا کر یعنی برہان ذات وصفات، برہان قدرت وعظمت اور برہان توحید بنا کر۔ ان کی گفتار، رفتار، اطوار، افکار، اذکار سب برہان ہیں۔

"یاایھا الناس قد جاء کم برھان من ربکم" (النسآء ۱۷۴)

ترجمہ۔ اے لوگو بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی۔

یہ اللہ کی یکتائی کی برہان، اللہ کے مالک الملک ہونے کی برہان۔ اللہ کے علم غیر متناہی کی برہان، اللہ کی قدرت کاملہ کی برہان، اللہ کے انعام واکرام کی برہان، اس لئے اللہ نے اسے اپنی پہچان کا ذریعہ ٹھہرایا اور فرمایا۔

"ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق" (الفتح.۲۸)

ترجمہ۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔

گویا اللہ کی شان دیکھنا چاہو، اس کی عظمت پر ایمان لانا چاہو، اس کی توحید کا مسئلہ سمجھنا چاہو، اس کی قدرت کے تمام مظاہر کا لب لباب دیکھنا چاہو تو اس کے رسول ﷺ کی طرف آؤ اور گہری ایمانی نظر سے انھیں دیکھنے کی کوشش کرو، اس محبوب باری کے جلال سے اللہ کی شان جلالی اور ان کے جمال سے اس کی شان جمالی کا علم ہوگا۔ ان کا ہاتھ **یداللہ** (اللہ کا ہاتھ) ہے اور ظاہر ہے **یداللہ** میں سب کچھ ہے۔

ابر نیساں مومنوں کو تیغ عریاں کفر پر
جمع ہیں شان جمالی وجلالی ہاتھ میں

ان کی تخلیق سے تخلیق کا آغاز ہوا اور ان کی تشریف آوری سے کائنات کی جان میں جان آئی۔ ان کے آنے سے زندگی کے دم میں دم آ گیا۔ گلشن ہستی میں بہار آ گئی، باران رحمت موسلا دھار ہوگئی، انسانیت کے چہرے پر نکھار آ گیا، اخلاق کو نئے سرے سے تازگی مل گئی، مہر ومروت کے غنچے چٹکنے لگے۔ یہ آ گئے تو لطف حیات آ گیا اور یہ مل گئے تو کائنات مل گئی، نہیں نہیں یہ مل گئے تو خدا مل گیا، یہ من گئے تو خدا من گیا۔ ان کا میلاد تجلیات رحمت کا نزول اور ان کا وجود مسعود

انوار ازل کا ظہور۔

حق یہ ہے کہ ان کی صبح میلاد ہر صبح سے افضل، ان کی شب میلاد ساری راتوں کی سردار، ان کا یوم میلاد کائنات کا سب سے بڑا دن اور انکا واقعہ میلاد تاریخ ہستی کا سب سے بڑا واقعہ اور اس سب سے بڑے واقعے کا سب سے اہم نقطہ نکتہ توحید کی سب سے بلند آہنگ تفسیر، یوں تو میلاد النبی کے دونوں لفظ ہی شرک کی نفی کرتے ہیں کیونکہ؟ اس لئے خدا وہ ہے جس کا میلاد نہیں ہوتا۔ جس کی شان میں

"لم یلد ۵ ولم یولده" (الاخلاص۔۳)

ترجمہ۔ نہ اس کی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔

لہذا اللہ تعالیٰ ایسا یکتا ہے کہ ولادت سے بھی، والدو والدہ سے بھی پاک ہے، جنس اور جورو سے پاک لہذا اولاد سے بھی پاک۔ سب کو پیدا وہی کرتا ہے مگر کسی کو جنتا نہیں۔ مگر نبی اکرم ﷺ اپنی بے پناہ عظمتوں، لاجواب رفعتوں، بے مثال عزتوں اور بے نظیر سطوتوں کے باوجود دنیا کے معزز ترین قبیلے قریش کے سب سے عالی مرتبت خاندان بنو ہاشم میں متولد ہوئے۔ آپ ﷺ کے والد ماجد حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ اور والدہ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ پھر آپ نے مقدس ترین ازواج سے نکاح فرمائے اور آپ کے ہاں مقدس ترین اولاد ہوئی۔ یہ سب کچھ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ الہ (معبود) نہیں، خالق نہیں قدیم یعنی ہمیشہ سے نہیں، واجب الوجود نہیں کہ (وہ صرف خدا ہے) مستقل بالذات نہیں (کہ وہ بھی اللہ کی ذات) اللہ کی مخلوق ہیں، اس کے بندے ہیں، اس کے مظہر ہیں، اس کے رسول ہیں، اس کے رازداں ہیں، اس کے محبوب و مطلوب ہیں، ہاں ہاں وہ عام بشر بھی نہیں، بلکہ نبی ہیں نبی کہنا ہی شرک کی نفی ہے۔ ہاں دوسروں کی طرح دنیوی اسباب و وسائل کے محتاج بھی نہیں۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود حضور ﷺ کو کائنات کا سب سے بڑا وسیلہ بنایا ہے۔ نبی امت سے بلند ہوتا ہے اور حضور ﷺ نبی الانبیاء علیہم السلام ہیں۔ آپ سب سے بلند ہیں۔ ہاں ہاں یہ بھی توحید کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کو کو خالق نہیں، مخلوق مانا جائے مگر یہ بھی توحید کا تقاضا ہی ہے کہ آپ ﷺ کو عام مخلوق کی طرح نہیں بلکہ ساری مخلوق کا سردار مانا جائے بلکہ یوں سمجھو اللہ ہی خالق ہے تو آپ ﷺ مخلوق ہی نہیں وجہ تخلیق بھی ہیں۔ اللہ ہی واجب الوجود ہے اور آپ ممکن الوجود ہیں مگر آپ کا دائرہ امکان اور ہے اور دوسروں کا اور، جیسا کہ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ نے تصریح فرمائی ہے۔ اللہ ہی معبود ہے اور حضور ﷺ بے شک اس کے عبد ہیں۔ مگر ایسے عبد کہ کسی کی عبادت بھی آپ ﷺ کے وسیلے کے بغیر قبول نہیں ہوتی بلکہ حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بغیر کوئی عبادت کر ہی نہیں سکتا بلکہ حق یہ ہے۔ آپ ﷺ کے بغیر کوئی عبادت کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ یعنی عبادت کو عبادت سمجھنا، اس پر عمل پیرا ہونا اور اس کا قبول ہونا سب مراحل میں عبدہ کے وسیلے کا عمل دخل ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ اللہ کا جو عرفان کسی انسان کے مقدر میں ہوتا ہے نبی کے ذریعے ہی سے ہوتا ہے۔

اللہ وحدہ ہے اور یقیناً اس کا کوئی شریک نہیں۔ حضور ﷺ عبدہ ہیں مگر عبدیت کے اس مقام پر فائز ہیں کہ آپ ﷺ کا شریک بھی کوئی نہیں۔

"منزه عن شريك في محاسنه
فجوهر الحسن فيه غير منقسم"

یعنی حضور ﷺ اپنے خداداد محاسن و کمالات میں شریک سے پاک ہیں اس لئے کہ جو ہر حسن جو آپ کی ذات ستودہ صفات کو ودیعت کیا گیا ہے۔ تقسیم ہو ہی نہیں سکتا۔ (یعنی یوں نہیں کہ جو ہر حسن کا ایک حصہ حضور ﷺ کو اور باقی دوسروں کو عطا ہوا ہے بلکہ جو ہر حسن نا قابل تقسیم ہونے کی وجہ سے سارے کا سارا حضور ﷺ کو عطا ہوا، باقی جس کو جتنا ملا حضور ﷺ کے وسیلے سے ملا۔ دوسروں کو زیادہ سے زیادہ ملی تو اس حسن خداداد کی کوئی چمک، کوئی دمک، کوئی جھلک ہی ملی)

کتنا عظیم ہے ہمارا اللہ جس نے یہ جو ہر حسن عطا فرمایا یہ توحید ہے تو

کتنا عظیم ہے اس کا محبوب ﷺ جس کو سارے کا سارا جو ہر حسن ملا تو سوکھو کیا یہ توحید کے خلاف ہے "نہیں" واللہ نہیں حضور ﷺ حسن ذات کا آئینہ ہیں اس لئے ضروری تھا کہ جو ہر حسن اصل میں آپ ہی کو ملتا، باقی کو ملتا تو آپ کا صدقہ۔ اعلیحضرت قدس سرہ بریلوی کا حسن خیال ملاحظہ ہو

خود تو پردے میں رہے، آئینہ حسن خاص کا
بھیج کر انجانوں میں کی راز داری واہ وا

حضرت قدسیؒ نے سچ عرض کیا تھا

نسبتے　نیست　بذات　تو　بنی　آدم　را

بہتراز　آدم　وعالم　توچہ　عالی　نسبی

غرض لفظ "میلاد" ہی توحید کا منبع اور شارح نہیں، واقعات میلاد سے بھی شرک ہی کی نفی ہوتی ہے۔اور بہترین انداز میں ہوتی ہے۔حضور پرنور ﷺ نے دنیا میں تشریف لاتے ہی سجدہ کیا اور اپنے رب کی توحید ربوبیت کا دم بھرا۔پھر حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب علیھما الرضوان کی روایت کے مطابق آپ نے بزبان فصیح کلمہ اول بایں طور پڑھا

لا اله الا الله انی رسول الله (شواہدالنبوۃ)

ترجمہ۔اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں، میں اللہ کا رسول ہوں۔

اس وقت اور واقعات جو رونما ہوئے ان میں آتشکدہ ایران کا بجھنا بھی شامل ہے۔ایرانی لوگوں کی اکثریت آتش پرست تھی اور یہ آتشکدہ متواتر ایک ہزار سال سے اُن کے غلط جذبہ عبادت کی جھوٹی تسکین کا سبب بنا ہوا تھا، حضور ﷺ مکہ معظمہ میں جلوہ گر ہوئے اور آتشکدہ ایران میں یکدم بجھ گیا۔یہ اس طرف بھی اشارہ تھا کہ مکہ میں تشریف لانے والا عرب کی سرزمین کو ہی نہیں، ساری دنیا کو پاک کرنے آیا ہے۔اس کا ابر کرم جزیرہ عرب ہی کو گل بداماں کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس کا مقصد ساری دنیا کے خارزار شرک کو لالہ زار وحدت بنانا ہے۔پھر ہوا بھی یہی

برزخ　کبریٰ　کے　نقش　پا کی　شوخی　دیکھنا

عالم　ہستی　کے　خارستاں　بہار　ستاں　ہوئے

چنانچہ آتشکدہ ایران ہی نہیں بجھا بلکہ وادی ساوہ جو ہزار سال سے خشک تھی (اور اہل شرک کے نزدیک گویا خشکی کی دیوی تھی) اچانک بہنے لگی۔اسی طرح بحیرہ ساوہ جو ہمدان اور رے کے عین وسط میں تھا۔یہ بھی ایک معبود باطل تھا جو حضور ﷺ کی تشریف آوری کے وقت یکدم خشک ہوگیا۔معبودان باطلہ کا یوں انقلابات سے دوچار ہونا گویا اس بات کا قدرت کی طرف سے اعلان تھا کہ شرک وکفر کو زیروزبر ہی کرنے والا حق کا سب سے سچا اور سب سے بڑا منادی مکہ معظمہ میں تشریف لے آیا ہے۔مگر شرک کی ذلت وخواری کا یہ سلسلہ خاص خانہ کعبہ سے شروع ہوا۔یہاں اندر اور باہر جتنے بت تھے۔سب اوندھے منہ گر گئے۔امام بوصیری قدس سرہ نے اپنے عشق افروز اشعار میں ولادت باسعادت کا جو ذکر خیر کیا ہے۔آیئے ذرا اس کا لطف اٹھائیں اور یہ بھی دیکھیں کہ عاشقان صادق کا طرز فکر اور طرز بیان کتنا والہانہ دلآویز اور سکون بخش ہوتا ہے۔یہ وہ قصیدہ ہے جو بارگاہ حبیب ﷺ میں شرف قبول پاچکا اور بریلویت اور نجدیت کے جھگڑے سے بھی کئی صدیاں پہلے امت کا معمول بنا۔(یہاں ان شعروں کے درج کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ربیع الاول شریف کی نورانی اور مقدس فضاؤں میں انہیں بار بار دہرالیا جائے، ہوسکتا ہے اللہ کی رحمت جوش میں آجائے اور ملک وملت کا ادبار ٹل جائے)

ابان مولده عن طيب عنصره

ياطيب مبتدء منه و مختتم

ترجمہ۔حضور ﷺ کے مولد شریف نے آپ کے عنصر کی پاکی کو ظاہر کردیا اللہ رے آپ کی ابتدا وانتہا کی پاکی یا بوئے خوش

يوم تفرس فيه الفرس انهم

قد انذروا بحلول البوس والنقم

ترجمہ۔حضور ﷺ کا مولد وہ دن تھا کہ جس میں اہل فارس نے فراست سے معلوم کرلیا کہ وہ نزول بلا وعذاب سے ڈرائے گئے ہیں۔

وبات ايوان كسرى وهو منصدع

كشمل اصحاب كسرى غير ملتئم

ترجمہ۔اور حضور ﷺ کا مولد وہ دن تھا کہ جس میں کسریٰ کا محل پھٹ کر یوں بے جڑے رہ گیا جیسا کہ کسریٰ کا پراگندہ لشکر جو پھر جمع نہ ہوسکا۔

والنـار خـامـدة الانـفـاس مـن اسف

عـلـيـه و الـنـهـر سـاهـي الـعين من سـدم

ترجمہ۔اوراس دن مجوسیوں کی آگ کے شعلے ایوان کسریٰ کے غم سے سرد پڑ گئے اور دریائے فرات ندامت وغم کے مارے اپنا چشمہ بھول گیا۔

وسـاء سـاوةان غـاضـت بـحـيـر تـهـا

ورد وار دهـا بـالـغـيـظ حـيـن ظـمـي

ترجمہ۔اوراس روز ساوہ غمگین ہوا کہ اس کا بحیرہ خشک ہوگیا اور پیاسے جو وہاں آئے غصے میں واپس ہوگئے۔

كـان بـالـنـار مـا بـا لـمـاء من بلل

حـزنـاً و بـا لـمـآ ءمـا بـالـنـار مـن ضـرم

ترجمہ۔گویا غم کے مارے پانی کی خاصیت (تری) آگ میں آگئی اور آگ کی خاصیت (سوزش) پانی میں چلی گئی۔

والـجـن تهتف والا نـوار سـاطـعـة

والـحـق يـظـهـر مـن مـعـنـىً ومـن كـلـم

ترجمہ۔اوراس دن جن غیب سے آوازیں دے رہے تھے اور انوار چمک رہے تھے اور حق معنی اور لفظ سے ظاہر ہورہا تھا۔

اسی شعر پر غور کر لیجئے حضور ﷺ کی تشریف آوری کے دن حق معنی اور لفظ سے ظاہر ہورہا تھا۔اس کی مزید تشریح بعد کے اشعار میں آگئی ہے۔کہنا یہ ہے کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری کے موقع پر ہی آپ کی بعثت کا، آپ کے مشن کا اور آپ کی برکات وفتوحات کا چرچا کر دیا گیا۔بتوں نے گرگر، ایوان کسریٰ کے کنگروں نے ٹوٹ کر، تری نے خشک ہوکر اور خشکی نے تر ہوکر اس آنے والے مہمان حرم، تاجدار حرم، اور پاسبان حرم ﷺ کو سلامی دی اور اللہ کی توحید کا اعلان کیا اور گویا حق تھا جو ہر اعتبار سے ظاہر ہورہا تھا۔یہی سبب تھا کہ خالق کائنات نے اس محبوب ﷺ کی تشریف آوری کا ذکر گویا اپنے احسان عظیم کے عنوان سے کیا۔

"لقد من الله على المومنين اذبعث فيهم رسولا من انفسهم يتلو عليهم ايته و يزكيهم و يعلمهم الكتب والحكمة وان كانوا من قبل لفي ضلل مبين (آل عمران۔۱۶۴)

ترجمہ۔بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پہ کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

گویا نگاہ قدرت میں اہل ایمان کے لئے عظیم ترین نعمتیں ہیں تلاوت آیات، تزکیہ نفس، علم کتاب وحکمت، ان سب کا دارومدار ایمان پر ہے اور ایمان حضور ﷺ کے صدقے میں انھیں ملا ہے، غرض انھیں جو کچھ ملا، ایمان یا اس کے ثمرات سب صدقہ ہیں حضور ﷺ کی تشریف آوری و بعثت کا۔لہذا اہل ایمان پر اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے انھیں اپنا محبوب اعظم ﷺ بخشا جس کی تشریف آوری و بعثت اتنی بڑی نعمت ہے کہ عظیم ترین نعمتیں بھی اس کے زیر دامن ہیں اور اسی کا صدقہ ہیں۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور پرنور ﷺ ساری خدائی کے رسول ہیں تو آپ ﷺ کی تشریف آوری و بعثت سب پر احسان ہوا۔یہاں صرف مسلمانوں کا ذکر ہوا آخر کیا حکمت ہے؟ ہاں ہاں اگرچہ آپ سب انسانوں کے لئے رسول ہیں کہ ارشاد ہوتا ہے۔

"قل يايها الناس انى رسول الله اليكم جميعاً" (الاعراف .۵۸)

ترجمہ۔تم فرماؤ، اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں بلکہ تمام عالمین کے لئے رسول ہیں۔

"تبرک الذی نزل الفرقان علی عبده ليكون للعلمين نذيراً۔(الفرقان۔۱)

ترجمہ:۔بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر تا کہ وہ سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔

اور حقیقت یہی ہے اللہ تعالیٰ جس کا خدا ہے، حضور ﷺ پرنور اس کے رسول ہیں۔

بعثت و رسالت کے عالم گیر ہونے کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ اس سے خصوصی برکت ماننے والوں یعنی ایمان والوں کے حصے میں آئی ہے۔ یہی خوش قسمت افراد ہیں جو اس کے محبوب اکرم ﷺ کے طفیل دونوں جہانوں کی نعمتوں سے بہرہ ور ہوئے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ حضور ﷺ بلاشبہ سب کیلئے ہیں اور سب نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق برکتیں لیں مگر دائمی انعامات و برکات صرف اہل ایمان کے لئے ہیں کیونکہ انھیں اس محبوب کی پہچان کرادی گئی اور انھیں ایمان کی توفیق بخشی گئی لہٰذا اللہ کے اس عظیم ترین احسان کو انہیں نے مانا اور پہچانا اور انہیں پر فرض ہے کہ اس کی قدر کریں۔ اللہ کی ہر نعمت یوں تو نعمت ہے مگر نعمت کی پہچان خود ایک اور نعمت ہے، جنھیں اللہ نے اپنی سب سے بڑی نعمت (جو دوسری بڑی نعمتوں کی بھی کی جان ہے) کی پہچان کرادی، وہی اہل ایمان ہیں، انھیں پر اللہ کا شکر ادا کرنا ضروری ہے، وہی اللہ کا شکر ادا کریں، کافروں، مشرکوں اور منافقوں کو نعمت کی پہچان نہیں، انھوں نے اللہ کے رسول کو عام انسانوں کی طرح سمجھا اور ان کی تشریف آوری کو عام انسانوں کی آمد کی طرح خیال کیا اور اللہ کے رسول ﷺ کی پہچان سے جو جو انعامات عطا ہوئے ہیں یہ ان سے محروم رہے لہٰذا انھیں کیا پڑی ہے کہ اللہ کا شکر ادا کریں۔

انھیں کے بارے میں فرمایا۔

الم ترالی الذین بد لو ا نعمت الله کفراً و احلو ا قو مهم دارالبو ار ـ

ترجمہ:۔ کیا تم نے انھیں نہ دیکھا جنھوں نے اللہ کی نعمت ناشکری سے بدل دی اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر لا اتارا۔

(آیت میں اگر چہ خصوصیت سے کفار مکہ مراد ہیں مگر سارے کفار و مشرکین اور منافقین بھی داخل ہیں کیونکہ نعمت اللہ سے مراد ہیں حضور پرنور ﷺ اور حضور پرنور ﷺ کے بارے میں تمام کافروں کا یہی رویہ ہے)

لہٰذا آؤ ربیع الاول شریف کے نورانی، مقدس، بابرکت اور رحمت بار مہینے میں اس نعمت عظمیٰ پر اللہ کا شکر ادا کریں اور زیادہ سے زیادہ حمد و نعت کے گیت الاپیں۔ ہاں ہاں!

حمد اللہ کی جو ارحم الراحمین ہے	نعت اس حبیب کی جو رحمۃ للعالمین ہے
حمد اللہ کی جو خالق کل ہے	نعت اس حبیب کی جو اس کے فضل سے مالک کل ہے
حمد اللہ کی جو واجب الوجود ہے	نعت اس حبیب کی جو سید الممکنات ہے
حمد اللہ کی جو رب الانام ہے	نعت اس حبیب کی جو خیر الانام ہے
حمد اللہ کی جو مالک یوم الدین ہے	نعت اس حبیب کی جو شافع یوم الدین ہے
حمد اللہ کی جو سب کا آفریدگار ہے	نعت اس حبیب کی جو قلم قدرت کا شہکار ہے
حمد اللہ کی جو عیب سے پاک ہے	نعت اس حبیب کی جو معصوم ہے اور سرورِ لولاک ہے
حمد اللہ کی جس نے ایمان بخشا	نعت اس حبیب کی جو جان ایمان ہے

جل جلالہ و صلی اللہ علیہ و آلہ و بارک وسلم

چنانچہ بقول حضرت فریدالدین عطار علیہ الرحمہ یہ بھی ٹھیک ہے

حمد بے حد مر خدائے پاک را
آنکہ ایماں داد مشت خاک را

یعنی خدائے پاک کیلئے بے حد حمد جس نے مٹھی بھر خاک (یعنی انسان) کو ایمان کی دولت سے نوازا۔

اور بقول حضرت حکیم الامت اقبال علیہ الرحمہ یوں کہنا بھی درست ہے۔

حمد بے حد مر رسول پاک ﷺ را

آنکہ ایماں داد مشت خاک را

حمد بے حد رسول پاک ﷺ کیلئے جنھوں نے مشت خاک (انسان) کو ایمان سے نوازا۔

حمد اللہ ہی کیلئے ہے اور اس کی دلیل ہے **الحمد للہ رب العالمین** (الفاتحہ......۱)

اور مخلوق میں حمد ہے اللہ کے حبیب ﷺ ہی کیلئے اور دلیل ہے آپ کا اسم گرامی محمد عربی ﷺ بلکہ دوسرا اسم ذاتی احمد بھی۔

دونوں اپنی اپنی شان کے مطابق حمد کے لائق ہیں اللہ بھی اللہ کا حبیب ﷺ بھی یہ الگ بات ہے کہ اصطلاحاً اللہ کی تعریف کو حمد اور حبیب اللہ ﷺ کی تعریف کو نعت کہا جائے لہذا خصوصاً ربیع الاول شریف میں غفلت نہ ہونے پائے۔ اور جس قدر ہو سکے زیادہ سے زیادہ حمد و نعت سے دل لگایئے۔ بعض بدنصیب اللہ کی حمد اور حضور پرنور ﷺ کی نعت کو باہم متضاد سمجھتے ہیں حالانکہ یہاں کوئی تضاد نہیں، انھیں حمد خداوندی تو گوارا ہے مگر اور اسے توحید کا اظہار سمجھتے ہیں مگر حضور ﷺ کی نعت انھیں ناگوار ہے اور وہ عموماً شرک سے تعبیر کرتے ہیں ان کے نزدیک توحید کا تقاضا یہی ہے کہ عام انسانوں پر اللہ کے حبیب ﷺ کو کچھ بھی فوقیت نہ دی جائے۔ ان کے گروگھنٹال کی انھیں ہدایت ہے کہ

''بشر کی سی تعریف کرو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو'' (تفویت الایمان)

کتنا ہولناک انداز ہے اپنے نبی ﷺ کے ذکر کا، اللہ لعنت کرے ان بدبختوں پر جنھوں نے قوم کو ذکر رسول ﷺ سے روکا اور تعریف کرنے پر ٹوکا۔ ان کے نزدیک نبی کی تعریف کرتے ہوئے اس قسم کی باتیں ہی ہونی چاہیے کہ

وہ بڑے نیک تھے۔ شریف الطبع تھے۔ کسی کی چغلی نہیں کھاتے تھے۔ پانچوں وقت کی نماز کے علاوہ تہجد بھی پڑھ لیتے تھے۔ کسی کا حق نہیں مارتے تھے۔ قرآن پاک کے حافظ وقاری تھے اور کچھ نہ کچھ مسائل سے بھی واقف تھے وغیرہ وغیرہ۔

مگر ایسی باتوں کو بھی اختصار سے ہی کرنا ہے، طول دو گے تو شرک ہو جائے گا۔ ان کے خیال میں نبی کریم ﷺ کی تعریف کے وقت دو احتیاطیں ملحوظ رہنی چاہیے۔ ایک یہ کہ عام انسانوں سی ہو اور دوسری یہ ہے کہ عام انسانوں جیسی بھی تفصیل اور طوالت سے خالی ہو۔ کلمہ پڑھتے وقت تو محمد رسول اللہ ﷺ کہہ سکتے ہو مگر تعریف کرتے وقت نبوت اور رسالت کے ذکر سے بھی پرہیز بہتر ہے (معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ) یہ ہے نجدی ذہنیت۔ کلمہ کے دوران انھیں پڑھ لینے کی اجازت دینا بھی نجدیوں کے امام کی اس امت پر 'شفقت' ہے (یا منافقت ہے) ورنہ اس کے نزدیک ایمان صرف اللہ کو ماننے تک ہے۔ مزید کسی اور کو کچھ ماننا شرک۔ چنانچہ اس کا یہ جملہ ملاحظہ ہو۔

''ایک اللہ کو مان، اور کسی کو نہ مان'' (تفویت الایمان)

اس نے سوچا ہوگا کہ مومن بہ ہونا (مانا جانا) اللہ کی صفت ہے۔ لہذا شرک فی الصفات سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ اس کے سوا کسی کو حاضر و ناظر، غیب دان، مددگار، ماننا تو ایک طرف رہا، کسی کو رسول اور نبی بھی نہ مانا جائے تاکہ توحید پوری آب و تاب سے نکھر سکے اور ماننے جانے میں کوئی اللہ کا شریک نہ ٹھہر سکے۔

خیر یہ تو دشمنوں کا ذکر تھا جو ربیع الاول شریف کے مہینے میں عموماً سخت برہم ہوتے ہیں، کاہے پر، ذکر رسول ﷺ پر، کمالات نبوت کے بیان پر، ان کی شفاعت وحمایت کے تذکار پر، جشن میلاد پر اور جلسہ جلوس پر، خصوصاً صدائے درود شریف پر۔ مگر ان کی خواہش وکاوش کے علی الرغم رب اپنے محبوب اعظم ﷺ کا ذکر اونچے سے اونچا کرتا رہتا ہے، ملت اسلامیہ گوناگوں حادثات کی بارش کے باوجود اپنے آقا و مولا ﷺ کی آمد آمد پر خوشیاں پہلے سے زیادہ جوش و خروش سے مناتی ہے اور کسی بدزبان و بدگمان کی رتی بھر پرواہ نہیں کرتی۔ حضور ﷺ کا ذکر کیونکر رک سکتا ہے، کیونکر مٹ سکتا ہے، اسے ابوجہل اور ابولہب نہ مٹا سکے، اسے عبداللہ بن ابی جیسے شیطان نہیں مٹا سکے، اسے جلال الدین اکبر جیسا فرعون نہیں مٹا سکا، اسے دور حاضر کا شیطان اکبر یعنی بش نہیں مٹا سکتا، یہ بیچارے اسے کیونکر روک سکتے ہیں اور کیونکر مٹا سکتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے اس ذکر کو مٹانے والے خود مٹ گئے مگر یہ برابر جاری و ساری رہا۔ اعلحضرت عرض کرتے ہیں۔

مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائے گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے ،نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

اور اس کی وجہ کیا ہے، رب کا علان اور وعدہ

"ورفعنا لك ذكرك۔" (الم نشرح ......٤)

ترجمہ: اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

حضرت علامہ اقبال اسی کے پیش نظر اللہ کے محبوب اعظم ﷺ کے کائنات گیر ذکر کا یوں ذکر کرتے ہیں۔

دشت میں ،دامنِ کہسار میں ، میدان میں ہے
بحر میں ، موج کی آغوش میں ، طوفان میں ہے
چین کے شہر مراکش کے بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان **رفعنا لک ذکرک** دیکھے

تو آئیں ہم بھی اس ذکر خیر کی تانیں اڑائیں۔ جان و دل سے، روح و زبان سے درود شریف پڑھتے رہیں، درود شرک کا توڑ، ایمان کا نچوڑ، اپنے نبی ﷺ سے حلف وفاداری، غلامی رسول کی دلیل اور ظاہر و باطن کی بیماریوں کی شفا ہے۔ جس نے جو پایا، اسی سے پایا اور جس کو جو ملا اسی کے صدقے ملا۔ اسی لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم قدس سرہ کی وصیتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

و اوصانی بمواظبة الصلوٰة علی النبی وقال بها وجدنا ما وجدنا۔

ترجمہ:۔ اور والد ماجد علیہ الرحمۃ نے حضور ﷺ پر ہمیشہ درود و سلام پڑھنے کی وصیت فرمائی نیز فرمایا ہم نے جو کچھ پایا اسی سے پایا۔

دیکھئے جنھیں کچھ ملتا ہے، گواہی دے رہے ہیں کہ درود شریف کی برکت سے ملا، اس کے برعکس جو محروم ہیں، وہ شور مچاتے ہیں کہ کچھ نہیں ملتا ظاہر ہے جسے کچھ لینا ہو وہ لینے والوں کی بات مانے کہ مجرب بھی ہے، جسے محروم رہنا ہو وہ محروم لوگوں کی اقتداء کرے تو ہمیں کیا تکلیف۔

کونسا درود شریف؟ جو بھی پڑھیں فائدہ ہوگا، مگر اس یقین سے پڑھیں کہ اللہ کے فضل سے اللہ کے حبیب پاک ﷺ بھی سن رہے ہیں یہ عقیدہ ہوگا تو خشوع وخضوع میں اضافہ ہوگا، انداز میں ادب اور دل میں سرور پیدا ہوگا، اور دور کے فاصلے بہت جلد طے ہو جائیں گے۔ یہ اعتقاد ہوگا تو الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ پڑھنے سے ظاہر ہے رابطہ تیز ہوگا کہتے ہیں اوراد فتحیہ جو بقول حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ سینکڑوں اولیاء اللہ کے وظائف ہیں میں یہی درود شریف کئی القاب سے ساتھ شامل ہے۔ اللھم صل علیٰ سید نا محمد ...... (الخ) درود ابراہیمی یا اور ایسے درود شریف جو دعائیہ قسم کے ہیں، انھیں پڑھتے ہوئے بھی یہی اعتقاد رہنا چاہیے کہ حضور انور ﷺ اللہ کے فضل سے سن رہے ہیں۔ ہم اگر عرض کرتے ہیں۔

اللھم صل علیٰ سید نا محمد ...... یعنی اے اللہ حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج

تو دراصل اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ تو ہی اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر درود بھیجنے کا حق ادا کر سکتا ہے۔ گویا ہم اس قابل کہاں کہ درود شریف کا حق ادا کر سکیں۔ ہم عاجز بندے ہیں، یہ ہمارے بس سے باہر ہے، بلاشبہ یہ حق تو تو ہی ادا کر سکتا ہے۔

لہذا ربیع الاول شریف میں زیادہ سے زیادہ باوضو رہنے کی کوشش کرو زیادہ سے زیادہ حمد و نعت کے ترانے الاپو اور زیادہ سے زیادہ محافل میلاد قائم کرو اور زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھو۔ اگر پوری ملت درود شریف کو حرز جاں بنالے تو عین ممکن ہے کہ ہمارے دن پھر جائیں، تباہی کے جو طوفان اٹھتے آرہے ہیں ٹل جائیں اور ہماری عزت وآبرو جو ایک عرصے سے کہیں کھوگئی ہے، دوبارہ مل جائے۔ درود شریف سے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت بڑھتی ہے، ایمان مضبوط ہوتا ہے، نفاق سے دل پاک ہو جاتا ہے، دعائیں قبول ہوتی ہیں اور ادبار اقبال میں بدل جاتا ہے۔ لہذا آیئے! اپنے عشق رسول ﷺ اور ذکر

ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ورود مسعود

مرتبہ: ابو مظہر چشتی

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

الحمد لله رب العالمين ○ الصلوٰة والسلام علیٰ رسوله وا له وصحبه وسلم

بسم الله الرحمن الرحيم

"قد جاء كم من الله نور"

بیشک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا (القرآن)

نور کے معنی روشنی کے ہیں۔ انسان کو روشنی کی اس وقت ضرورت مند ہوتی ہے، جب تاریکی (اندھیرا) چھا جائے، ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے۔ اچھی اور بری چیز نظر نہ آئے یعنی اچھائی اور برائی میں تمیز نہ ہو سکے۔ چہرے پہچانے نہ جا سکیں، ایسے وقت میں آنکھوں کی روشنی ایک ایسی روشنی کی تلاش میں ہوتی ہے جو گرد و نواح کو روشن کر دے۔ ہر چیز نظر آنے لگے تو تکلیف دینے والی چیز سے بچایا جا سکے، راحت اور فائدہ دینے والی کو تلاش کر کے اس سے استفادہ کیا جا سکے۔

تاریکی میں اگرچہ انسان کے پاس اپنی روشنی (آنکھیں) موجود ہوتی ہیں لیکن یہ دوسری روشنی کا محتاج ہوتا جو اس کی روشنی کو روشن کر دے، اس طرح اگرچہ چاند اور سورج کی رشنی موجود تھی لیکن تاریکی اس قدر چھا چکی تھی کہ شمس و قمر کی روشنی بیکار ہو گئی تھی۔ اچھائی اور برائی کی تمیز اٹھ چکی تھی۔ برائی کو اچھائی سمجھا جاتا تھا اور اچھائی لوگوں کی نظروں میں برائی بن کر رہ گئی تھی۔

اب ضرورت تھی اس روشنی کی جس روشنی سے ہر روشن چیز منور ہوئی تھی۔ وہ روشنی کون سی روشنی تھی۔

نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

نور محمدی ﷺ کی حقیقت:

حدیث شریف میں وارد ہے "اول ما خلق الله نوری" سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ہمارے نبی اکرم ﷺ کا نور پیدا کیا پھر آپ ﷺ کے نور سے سارے عالم کو روشن کیا گویا کہ زمین و آسمان، چاند ستارے اور سورج، انبیاء اولیاء تمام اسی نور کے پرتو ہیں (تواریخ حبیب الٰہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! میرے والدین آپ پر قربان مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کون سی چیز کو پیدا کیا، آپ ﷺ نے فرمایا! "اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا، اس وقت نہ لوح تھا، نہ قلم، نہ بہشت، نہ دوزخ، نہ فرشتہ، نہ آسمان، نہ زمین، نہ سورج، نہ چاند، نہ جن نہ انسان۔ جب اللہ تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور سے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔

(نشر الطیب) (نوٹ یہ بہت طویل ہے)

کسی نے کیا خوب کہا!

کیا شان احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے

نور نبی کے اس دنیا میں، تشریف لانے سے قبل دنیا کی حالت:

حضور ﷺ کے نور کے ظہور پذیر ہونے سے پیشتر اس قدر جہالت کی تاریکی چھا رہی تھی کہ وحشت اور درندگی کا دنیا پر تسلط تھا۔ انسانیت، اخلاق اور تہذیب کے نام شاید کتابوں میں تو موجود ہوں لیکن ان کا ذرہ بھی کسی انسان کے پاس موجود نہ تھا اگر چہ کوئی عالم تھا یا جاہل۔

☆...... بنی اسرائیل جو انبیاء علیہم السلام کی اولاد ہونے کے دعویدار تھے وہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہی سے قبل سانپ اور سانپ کے بچے کہلانے لگے تھے، جب وہ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائے تو ان پر اللہ تعالیٰ کی ایسی لعنت برسی کہ انکی ظاہری شکل و صورت کے سوا ان میں انسانیت کا ذرا بھی نشان نہ رہا، کیونکہ انبیاء کی اولاد ہونے کے باوجود بت پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے۔

☆...... یورپ میں وحشت و جہالت کا دور دورہ تھا۔

☆...... انگلستان (جو آج مہذب کہلاتا ہے) میں وحشی قومیں آباد تھیں جو انسان ہی کو اپنی خوراک بنا جاتے تھے، علاوہ ازیں وِڈن کی پرستش کرتے تھے،

☆...... فرانس اور ہنگری میں بھی ایسے ہی حالات تھے۔

☆...... ایران میں بیہودگی کا یہ عالم تھا کہ عورت، مال اور زمین (زن۔ زر۔ زمین) کو وقف قرار دیا ہوا تھا جس سے اخلاق اور انسانیت ملیا میٹ ہو گئی تھی۔

☆...... ہندوستان میں پرانوں (قدیم ہندوستانی تہذیب کا نام ہے) کا زمانہ شروع ہو گیا تھا، بام مارگی فرقہ کا زور تھا، یہ لوگ اپنے گندے اصولوں کی طرف بندگان خدا کی رہبری کرتے تھے، مندروں میں مرد اور عورت کی ننگی تصویریں لگا رکھی تھیں، انہی کی پرستش کرتے تھے، (V.C.R سے یہ دور پھر عود کر آیا ہے۔ اللہ پناہ دے) عبادت خانوں کے درودیوار پر ایسی فحش تصاویر کندہ کی جاتی تھیں جن کے تصور سے ایک مہذب آدمی کانپ اٹھتا ہے

☆...... چین کے باشندوں نے اپنے ملک کو آسمانی فرزند کی بادشاہت سمجھ کر خدا سے منہ موڑ لیا تھا، ہر کام کے بت جدا جدا مقرر تھے،

☆...... مصر میں اگر چہ عیسائیت زور پر تھی لیکن جہالت کا یہ عالم تھا کہ فرقوں میں بٹ چکے تھے ایک فرقہ دوسرے فرقے کی تکفیر کرتا تھا (آج عید میلاد النبی منانے والے مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے مسلمان کو ایک دوسرے کو کافر کہنے سے بچنا چاہئے) یہ مصری عیسائی اپنے مخالف کو قتل کرنے اور آگ میں جلانے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔

(اپنے نبی ﷺ کا دن منانے والو، جن حالات کی تاریکی کے باعث حضور ﷺ مبعوث ہوئے وہ حالات اس امت کے ہو چکے ہیں، عبرت حاصل کریں)

☆...... عرب کا بھی ایسا ہی حال تھا۔ یہاں کوئی بادشاہ تھا نہ کوئی قانون، کوئی ہادی تھا نہ رہبر، حیوانی آزادی (وہ آزادی جو قانون اور مذہب کو باطل کر کے حاصل کی گئی ہو۔ آج پاکستان کے باشندوں کا بھی یہی حال، مذہب کی پرواہ ہے نہ کسی قانون کی، لیکن قانون خداوندی لانے والے نبی ﷺ کا دن جوش و خروش سے مناتے ہیں گویا زبان حال سے گواہ ہیں کہ ہم دن منا سکتے ہیں، دولت لٹا سکتے ہیں، جان بھی دے سکتے ہیں لیکن آپ کے لائے ہوئے خدائی قانون کو عملی جامہ پہنانا ہمارے بس کا روگ نہیں) پر بے علمی کی تاریکی میں کوٹھڑی میں گھس کر لحاف اوڑھنے کے مترادف تھی۔ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ لڑکیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے۔

گویا ہر وہ بات جس کو برائی کا نام دیا جا سکتا ہے اس زمین پر رہنے والے لوگوں میں پائی جاتی تھی۔

بعثت:

ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ترس اور رحم فرماتے ہوئے اپنے محبوب رحمۃ للعلمین ﷺ کو مبعوث فرمایا یعنی ۱۲ ربیع الاول شریف ۲۲ اپریل ۵۷۱ء یکم جیٹھ ۶۲۸ بکری بعد از صبح صادق پیر کے دن وادی مکہ میں ہادی عالم نور مجسم ﷺ دنیا میں تشریف لائے۔ اس نور کے طلوع ہوتے ہی کائنات میں روشنی پھیل گئی۔

شیطان پہاڑوں میں منہ چھپانے لگا، بت اوندھے منہ گر گئے، آتشکدہ فاران کی آگ بجھ گئی، ستارے تعظیم کیلئے جھک کر آپ کے قریب آ گئے

آپ ﷺ کے نور سے حرم شریف کی پست زمین اور ٹیلے روشن ہو گئے۔

آپ ﷺ کے نور سے ایسی چمک پیدا ہوئی کہ مکہ معظمہ میں رہنے والوں کو ملک شام کے قیصری محل نظر آ گئے، شیطان کا آسمان پر جانا بند ہو گیا آسمانوں کی حفاظت شہاب ثاقب سے کردی گئی،

شہر مدائین میں محل کسریٰ پھٹ گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے جو اس بات کی علامت تھے کہ چودہ حکمرانوں کے بعد ملک فارس سلطنت اسلامیہ میں شامل ہو جائے گا۔

بحیرہ ساوہ جو ہمدان وقم کے درمیان تھا جس کا رقبہ ۶ میل مربع تھا بالکل خشک ہو گیا تھا اس کے گرد بت پرستی ہوتی تھی البتہ وادی سماوہ (شام اور کوفہ کے درمیان) ندی جو بالکل خشک پڑی تھی لبالب بہنے لگی۔

(سیرۃ رسول عربی از علامہ نور بخش توکلیؒ)

وہ بجلی کا کڑکا یا صوت ہادی ﷺ!
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگادی
اک آواز میں سوئی بستی جگادی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے
سبق پھر شریعت کا ان کو پڑھایا
حقیقت کا گر ان کو اک اک بتایا
زمانہ کے بگڑے ہوؤں کو بنایا
بہت دن کے سوتے ہوؤں کو جگایا
کھلے تھے نہ جو راز اب تک یہاں پر
وہ کھلا دیئے اک پردہ اٹھا کر

(مسدس حالی)

ویلفیئر سوسائٹی کا قیام:

ہادی عالم نور مجسم ﷺ نے عین جوانی کے عالم میں اکثر قبیلہ کے سرداروں اور سمجھدار لوگوں کو ملک کی بدامنی راستوں کا خطرناک ہونا (گندہ عناصر مسافروں کو لوٹ لیتے تھے بد قماش، عورتوں پر آوازے کستے تھے) مسافروں کا لٹنا، غریبوں پر زبردستوں کا ظلم بیان کر کے ان سب باتوں کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی۔ آخر ایک انجمن قائم ہو گئی جس میں بنو ہاشم، بنو المطلب، بنو اسد، بنو زہرہ اور بنو تمیم شامل تھے، اس انجمن کا نام حلف الفضول رکھا اس انجمن کے ممبران نے مندرجہ ذیل عہد و اقرار کیا۔

☆......ہم ملک سے بے امنی دور کرینگے۔

☆......ہم مسافروں کی حفاظت کریں گے۔

☆......ہم غریبوں کی امداد کریں گے۔

☆......ہم زبردست کو کمزور پر ظلم وستم سے روکا کریں گے۔

اس انجمن کے وجود میں آنے سے بنی آدم کے جان و مال کی بہت کچھ حفاظت ہو گئی۔ (مندرجہ بالا عہد و پیمان کو غور سے پڑھیں اور بار بار پڑھیں اور پھر سوچیں کیا ہم میلاد النبی ﷺ صحیح طور پر مناتے ہیں کیا ہم میں یہ چاروں چیزیں پائی جاتی ہیں اگر آپ کا دل اثبات میں جواب دیتا ہے تو دن منانے کے اصل حقدار ہیں، اگر نفی میں جواب ملتا ہے تو سمجھ لیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول معظم کو ناراض کرتے ہیں اور اپنے نفس کی خواہشات کے پیرو ہیں۔

نبوت: جب آپ ﷺ کی عمر شریف چالیس سال کی ہوئی تو ۱۲ ربیع الاول ۴۱ء، میلادی (۱۲ فروری ۶۱۰ء) بروز پیر جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس غار حرا میں تشریف لائے اور خدا کا پیغام سنایا کہ آپ نبی ﷺ ہیں۔

مشہور قول ہے مطابق شب قدر سے قرآنی آیات کا نزول شروع ہوا۔

نبی کی نبوت کا مقصد:

☆......نافرمانوں کو ان کی خطرناک حالت سے آگاہ کرنا اور انجام سے ڈرانا۔

☆......اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، کبریائی اور عظمت وجلال کو آشکار کرنا۔

☆......لوگوں کو اعتقاد، اعمال اور اخلاق کی ظاہری و باطنی نجاستوں سے پاک رہنے کی تعلیم دینا۔

☆......پاکیزگی صفائی اور پاک دامنی سکھانا۔

☆......تعلیم مفت دینا احسان جتان اور نہ ہی ان سے اپنے کسی فائدے کو توقع رکھنا۔

☆......اس کام میں جس قدر تکالیف پہنچیں برداشت کرنا۔

نبی ﷺ کی تعلیم: سب سے پہلے قرآن مجید میں خصوصیت سے قریبی رشتہ داروں اور احباب کی تبلیغ کا حکم ہوا۔

"و انذر عشیر تک الا قربین"

ترجمہ: اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے خوف سے ڈرایئے"

حضور ﷺ نے فرمایا!

☆......نماز پڑھا کرو کیونکہ سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا۔

☆......جس دین میں نماز نہیں وہ دین ہی نہیں۔

☆......مومن اور کافر کے درمیان نماز کا فرق ہے۔

☆......سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا نمازیں پوری ہوئیں تو باقی اعمال کا حساب ہوگا ورنہ باقی اعمال رد کردیئے جائیں گے۔ (جواہر البیان)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے اسلام کی تعلیم کے بارے میں پوچھا تو ارشاد فرمایا!

☆......اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ لوگوں کو کھانا کھلایا کرو۔ واقف اور ناواقف کو سلام کیا کرو،

☆......اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں میں شفا نہیں رکھی۔

☆......سب سے اچھی جگہ مسجد ہے اور سب سے بری جگہ بازار ہے۔

(یعنی بازار میں بلا مقصد نہ جاؤ)

نوٹ: معلوم ہوا بلا مقصد بازار میں جانا، بازار میں رش پیدا کر کے اہل ضرورت کو تکلیف پہنچاتا ہے ناپسندیدہ عمل ہے۔

☆......بیمار کی عیادت کیا کرو۔

☆......ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے۔

☆......راستے میں پیشاب، پاخانہ یا گندگی نہ ڈالو، راستوں میں نہ بیٹھو، درخت کے نیچے گندگی نہ ڈالو، تمام کاموں سے بہتر میانہ روی ہے۔ (نہ بخل سے کام لو نہ فضول خرچی کرو)، شرم وحیا اول تا آخر بہتر ہے۔

☆......حلال روزی کھاؤ۔ اللہ تعالیٰ حلال کو پسند کرتا ہے۔

☆......مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

☆......بھیک مانگنے والے رخساروں پر قیامت کے دن گوشت نہ ہوگا، بھیک مانگنے سے بہتر ہے لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ پر لادا کرے اور روزی کمائے۔

☆......راست بازی اختیار کرو۔ آپس میں محبت بڑھاؤ۔ بدگمانی نہ کرو، بے بنیاد باتوں پر کان نہ دھرو، لوگوں کے عیب تلاش نہ کرو۔ بغض نہ رکھو۔ ہمسائے کے مال اور عزت میں خیانت نہ کرو، اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔

☆☆☆☆☆☆

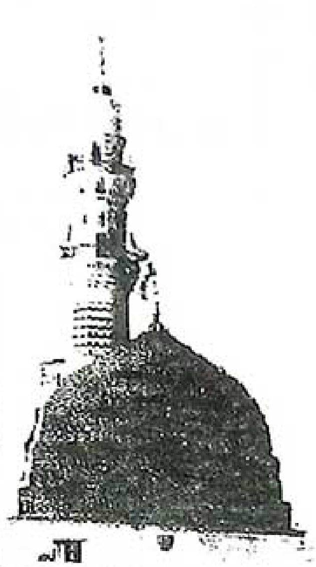
ولادت رسول خدا ﷺ

☆☆☆

زمیں پہ روشنی نہیں فلک پہ چاند نہیں
سبب ضرور اس کا ہے کسی کو آگہی نہیں
محبتیں کہیں نہیں، عداوتوں کا زور ہے
اذیتوں کا زور ہے، ضلالتوں کا زور ہے
نہ غنچے میں چٹک رہی، نہ پھول عطر بیز ہے
خزاں کے ظلم و جور سے چمن ہی نالہ ریز ہے
اجڑ چکی ہیں دوستی آشتی کی محفلیں
معمہ بن کے رہ گئی ہیں زندگی کی منزلیں
نہ غمکدوں کی ہے کمی نہ میکدوں کی ہے کمی
مصیبتیں ہزار ہیں، مسرتوں کی ہے کمی
سب اپنے اپنے تنگدل قبیلوں میں بٹے ہوئے
ہیں سب کے دل عداوتوں کے زہر سے پھٹے ہوئے
کسی نے اٹھ کے لذتوں سے دامن اپنا بھر لیا
کسی نے تیر عیش سے جگر میں چھید کر لیا
تصورِ حیات پل گیا الم کی گود میں
ابد کی نیند سو چلا بشر عدم کی گود میں
ادب کی خامکاریاں، نظر کی خامکاریاں
غرض شمار کیا کریں بشر کی خامکاریاں
زمانہ ہو گیا، اسی ڈگر پہ کائنات ہے
اندھیری ہے یہاں، وہاں اندھیری رات ہے
مگر یہ آج کیا ہوا کہ ظلمتیں ہی چھٹ گئیں
بساطِ غم الٹ گئی مصیبتیں پلٹ گئیں
مگر یہ آج کیا ہوا، سکوں سا دل کو ہو گیا
کہاں گئیں رعونتیں کہاں غرور سو گیا
مگر یہ آج کیا ہوا، ہوا میں گدگدی سی ہے
سموم میں اثر نہیں فضا میں زندگی سی ہے
مگر یہ آج کیا ہوا کہ سہل ہو گئی حیات
خرد کو راز مل گیا نظر نے کہہ دی دل کی بات
مگر یہ آج کیا ہوا طبیعتوں میں ڈر نہیں
کسی بھی کاروبار میں حسود کا گزر نہیں
مگر یہ آج کیا ہوا سرشت کائنات کو
کہ اوج بخشنے لگی تصورِ حیات کو
مگر یہ آج کیا ہوا کہ ضو سے زیست بھر گئی
ضیائے مہر بندگی ہر اک طرف بکھر گئی
یہ سب کو ایک جان سا بنالیا گیا ہے کیوں
یہ سب کو ایک تار میں پرو دیا گیا ہے کیوں
رگِ حیات میں یہ کیا قرار سا اتر گیا
چمن کا رنگ ریشمی فضا میں کیسا بھر
شگفتہ ہے کلی کلی حسین پھول پھول ہے
یہ روز بے مثال ہے ولادت رسول ﷺ ہے

تاریخ ولادت
بارہ ربیع الاول شریف ہے

از صاحبزادہ پیر السید عظمت



"وذکرھم بایام اللہ"

اس آیت کریمہ پر عمل کرتے ہوئے آج پوری دنیا میں ۱۲ ربیع الاول شریف کو تمام ممالک اسلامیہ میں حکومتی اور غیر حکومتی سطح پر حضور پرنور نبی رؤف و رحیم حضور سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن جشن عید میلاد النبی کے طور پر منایا جاتا ہے۔ جمیع مسلمین اس موقع پر اللہ رب العزت کی بارگاہ اقدس میں اس نعمت عظمیٰ کے عطا ہونے پر خوشیاں مناتے ہیں، مٹھائیاں تقسیم کرتے، جشن مناتے، جلوس نکالتے، محافل میلاد منعقد کرتے ہیں اور عظمت و تعظیم رسالت مآب ﷺ کے علو شان کے اظہار کے لئے صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے ۱۲ ربیع الاول شریف کو شہر شہر، قریہ قریہ، گلیوں کوچوں اور بازاروں میں عالم وجد میں ہوتے ہیں۔ جشن عید میلاد النبی منانا جلسے کی صورت میں ہو، جلوس کی صورت میں ہو، محفل نعت کی صورت میں ہو، محفل صلوٰۃ وسلام کی صورت میں ہو تحریر کی صورت میں ہو، تقریر کی صورت میں ہو، ذکر ولادت اقدس کی صورت میں ہو، خوشی کے طور پر جمیع مسلمیں میں کھانا پکا کر تقسیم کرنے کی صورت میں ہو، چراغاں کر کے اظہار علو مرتبت کرنے کی صورت میں ہو، نوافل شکرانہ ادا کر کے خدا کے حضور اس آمد مصطفیٰ کے عظیم احسان پر مسرت کا اظہار کرنے کی صورت میں ہو، اچھے کپڑے پہن کر، خوشبو لگا کر حضور اقدس ﷺ کی پیدائش مبارک پر دوسرے مسلمان بھائیوں کو مبارک بادیں دینے کی صورت میں ہو یا ان سب صورتوں کی جامع صورت ٹھیک ۱۲ ربیع الاول شریف کو ذکر ولادت کریم ﷺ ہو اور اس خوشی میں جلوس مبارک میلاد شریف کا اہتمام کیا جائے۔ یہ تمام کی تمام صورتیں حضور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی پیدائش مبارک پر خوشیاں منانے کی مختلف صورتیں ہیں اظہار خوشی کی ان تمام صورتوں پر جمیع اکناف عالم میں تمام مسلمان عمل کرتے رہے ہیں اور آج بھی عمل کر رہے ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم کی رو سے خدا کے فضل اور رحمت نازل ہونے کے موقع پر خوشیاں منانا مطلوب شرعی ہے اور حکم ہے۔ جیسا کہ پارہ نمبر ۱۱ سورۃ یونس آیت نمبر ۵۸ میں ارشاد ربانی ہے۔

قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذلک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون

ترجمہ:۔ (اے محبوب) فرما دیجئے جب تمہارے پاس اللہ کا فضل اور اس کی رحمت آجائے تو ان کی وجہ سے پس چاہئے کہ خوشیاں کیا کرو اور بہتر ہے (ان خوشیوں پر) خرچ کرنا جمع رکھنے سے۔

اس آئت کریمہ میں واضح حکم ہے کہ اے مسلمانو! جب تمہارے پاس اللہ کا فضل اور اس کی رحمت آجائے تو خوشیاں کیا کرو۔ جب عام رحمت آئے تو خوشیاں کرنی چاہئیں اور حضور نبی کریم ﷺ عام رحمت نہیں ہیں بلکہ رحمۃ العالمین ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وما ارسلنک الا رحمۃ للعٰمین (پارہ ۱۷)

ترجمہ:۔ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔

پھر سورہ یونس میں مذکورہ آیت کریمہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ کا فضل جب تمہارے پاس آجائے تو خوشیاں کیا کرو۔ جب کہ حضور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ عام فضل نہیں بلکہ فضلا کبیرا ہیں۔ یعنی سب سے بڑا فضل ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے آپ کو

بھیجا حاضر و ناظر بنا کر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرسنانے والا اور اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا آفتاب بنا کر اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کیلئے یہ اللہ کی طرف سے اس کا سب سے بڑا فضل ہیں۔ (پارہ:۲۲ رکوع:۳)

جب حضور اقدس ﷺ رحمۃ للعلمین اور فضلا کبیر ہیں تو آپ کی آمد مبارک اور آپ کے میلاد مبارک پر خوشیاں منانا قرآن پاک سے ثابت ہو گیا۔ تو آیئے ایک فیصلہ غیر مقلدین وہابیہ کے پیشوا نواب صدیق حسن بھوپالی کا سنتے جایئے وہ لکھتے ہیں۔

''جس کو ذکر میلاد شریف کا سن کر فرحت نہ ہو اور وہ اس نعمت پر خدا کا شکر نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔'' (الشمامۃ العنبریہ ص:۱۲)

حضور اقدس ﷺ کی پیدائش مبارک ہوئی تو منظر کچھ یوں تھا۔

جب عرب کے چمن میں وہ نور خدا، جلوہ ہر طرف اپنا دکھانے لگا
کفر غارت ہوا بت گرے ٹوٹ کر، منہ پہاڑوں میں شیطاں چھپانے لگا

اور شیطان آج بھی یقیناً اس روز اکیلا ہی خائب و خاسر اور نامراد رہتا ہے۔ اور اپنے چیلوں اور حواریوں کو بھی حضور اقدس ﷺ کی پیدائش اقدس پر خوش ہونے اور خوشیاں منانے اور خوشیوں کا اظہار کرنے سے روکتا ہے۔ اللہ کریم ہر مسلمان کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین۔

اس مختصر رسالے کا موضوع یہ ہے کہ جان دو عالم، روح دو عالم، نور مجسم، باعث تخلیق آدم و بنی آدم، رحمۃ للعلمین، سلطان الانبیاء والمرسلین، حبیب رب العالمین، شفیع المذنبین حضور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی تاریخ ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول شریف ہے اور پوری دنیا میں جمیع مسلمین ۱۲ ربیع الاول شریف کو جشن میلاد شریف مناتے رہے ہیں، اور اب مناتے ہیں اور قیامت تک مناتے رہیں گے تو وہ خاص اس وجہ سے ہے کہ اس تاریخ کو ہی آپ کی ولادت اقدس ہے۔

اس سلسلہ میں چند بنیادی سوالات ہیں کہ جن کا جواب ملنے پر ہر صاحب عقل سلیم مکمل شرح صدر کے ساتھ تسلیم کرلے گا کہ واقعی ہمارے آقا و مالا حضور پر نور نبی کریم ﷺ کا یوم ولادت اقدس ۱۲ ربیع الاول شریف ہی ہے۔ ہم ذیل میں ترتیب وسوالات اور ان کے جوابات درج کر رہے ہیں، سوال و جواب ذہن نشین کرنے کیلئے ان کے اوپر جو عنوانات قائم کئے گئے ہیں وہ خلاصے کی حیثیت رکھتے ہیں،

بارہ ربیع الاول تاریخ ولادت نبوی ہونے پر اہل مکہ کا نسل در نسل اجماع و تعامل:

پہلا سوال یہ ہے کہ سرکار اقدس ﷺ کی پیدائش مبارک مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ لہٰذا آپ کی تاریخ پیدائش کو اہل مکہ سے بڑھ کر کون جانتا ہے؟ اب دیکھنا یہ ہے اہل مکہ کا نسل در نسل عمل تاریخ ولادت باسعادت کے بارے میں کیا رہا ہے؟ اور کتب اسلاف اس بارے میں کیا فرماتی ہیں؟ اس سوال کے جواب کیلئے درج ذیل حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

۱......دلیل: امام قسطلانی شارح بخاری زرقانی علی المواہب جلد اول صفحہ ۱۳۲ پر فرماتے ہیں!

''مشہور قول ہے کہ پیر کے دن بارہ ربیع الاول شریف کو حضور اقدس ﷺ کی ولادت شریفہ ہوئی۔ اسی بات پر اہل مکہ بھی متفق ہیں۔ وہ آج بھی بارہ ربیع الاول کو حضور پر نور ﷺ کے مقام ولادت کی زیارت کرتے ہیں''

۲......دلیل: حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی مدارج النبوت جلد دوم ص ۱۴ مطبوعہ نولکشور میں نقل کرتے ہیں،

''اکثر اہل اسلام کے درمیان مشہور ترین قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت اقدس بارہ ربیع الاول کو ہوئی، اہل مکہ کا اسی پر عمل ہے۔ تو بارہ ربیع الاول کی رات کو حضور ﷺ کی ولادت کی جگہ زیارت کرتے ہیں اور اسی رات مولود خوانی کرتے ہیں''۔

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ اہل مکہ نسل در نسل بارہ ربیع الاول شریف کو ہی یوم میلاد مناتے رہے ہیں، اسی روز اس جگہ کی زیارت بھی کرتے جہاں سرکار اقدس ﷺ کی ولادت مبارک ہوئی، پھر اس مبارک جگہ پر ۱۲ ربیع الاول شریف کو محفل میلاد شریف منعقد کیا کرتے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قیام مکہ کے دوران ان محافل میلاد میں ہر سال خود شریک ہوتے رہے اور جو انوار و تجلیات برستے۔ اس کا تفصیلاً ذکر آپ نے اپنی شہر آفاق کتاب ''فیوض الحرمین'' میں کیا ہے۔ اس محفل میلاد میں مکہ معظمہ اور اطراف و اکناف سے آئے ہوئے غلامان حضور ﷺ حاضر ہوتے اور خاص

الطاف کریمانہ اور انوار ساطعہ سے بہرہ ور ہوتے۔

تاریخ ولادت باسعادت کے سلسلہ میں تعامل اہل مکہ ایک ایسی سند ہے جس میں کوئی ضعف نہیں، ایک ایسی حجت ہے جس کا کوئی توڑ نہیں، اور چونکہ مکہ مرکز زمین ہے لہٰذا اس مرکز سے ۱۲ ربیع الاول کو ولادت باسعادت کے دن کے طور پر منانے اور میلاد پاک منعقد کرنے کا اتباع پوری روئے زمین پر کیا جاتا رہا، اور آج بھی کیا جاتا ہے اور کیا جاتا رہے گا۔

صحابہ رضی اللہ عنہ‘ کے نزدیک ولادت نبوی ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی:

آئیں اب دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک حضور پرنور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کی تاریخ پیدائش کیا ہے؟ اس سوال کے جواب کیلئے ملاحظہ ہو تاریخ کی معتبر ترین کتاب البدایہ والنہایہ جلد۳ ص۶۔

ترجمہ: آپ کی ولادت اقدس ربیع الاول شریف کے مہینے میں ہوئی۔ جس طرح کہ حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کے نزدیک ہے کہ حضور اقدس ﷺ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو بروز سوموار پیدا ہوئے۔ پھر اسی روز مبعوث ہوئے، اور اسی روز معراج شریف کیلئے آسمان پر تشریف لے گئے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں،

ترجمہ: حضرت ابوبکر بن ابی شیبہ (جو حدیث میں حضرت امام بخاری کے استاد ہیں) اپنی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں نے ارشاد فرمایا کہ رسول ﷺ کعبہ پر ہاتھیوں والے حملے کے سال میں ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو بروز سوموار پیدا ہوئے، (تاریخ اسلام کی معتبر ترین کتاب البدایہ والنہایہ جلد۲ ص۱۰۹)

جمہور اہل اسلام کے نزدیک بھی ولادت اقدس بارہ ربیع الاول کو ہوئی:

تیسرا اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ‘ کے فرمان اور اہل مکہ کے اجماع واتفاق وتعامل کے بعد جمیع اکناف عالم میں آج سے سینکڑوں سال قبل جمہور اہل اسلام کے نزدیک ولادت اقدس کی تاریخ کیا مشہور تھی؟ اور کس تاریخ پر عمل تھا؟

۴......دلیل: اس کے جواب میں علامہ قسطلانی اور علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی فرماتے ہیں۔

ترجمہ: مشہور یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے بارہ ربیع الاول شریف بروز پیر ولادت فرمائی۔ امام مغازی محمد ابن اسحٰق اور دوسرے علماء کا یہی قول ہے جمہور علماء اور اہل اسلام کے نزدیک بھی یہی روایت مشہورہ اور اسی پر جمہور کا عمل ہے (شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ جلد اول ص۱۳۲ مطبوعہ بیروت)

چونکہ ہمیں تمام علم اسلاف اور جمہور سے ہی منتقل ہوا ہے لہٰذا اس قطعی حوالہ کی روشنی میں ہمیں بھی جمہور کے مطابق اپنے علم اور عمل کو درست کرنا چاہئے۔ یہی جمہور اور اسلاف صراط مستقیم پر ہیں، ان سے الگ ہر راستہ گمراہی اور جہالت کی طرف جاتا ہے۔ اللہ کریم محفوظ فرمائیں۔ آمین۔

سیرت النبی کے قدیم مآخذ ومصادر میں تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول ہے:

ایک اور سوال یہ ہے کہ سیرت النبی کے قدیم مآخذ ومصادر جو ہیں ان میں تاریخ ولادت نبوی کیا ہے؟ دلائل ملاحظہ ہوں۔

۵......دلیل: امام ابن جریر طبری نے ''تاریخ طبری'' جلد دوم ص۱۲۵ پر تحریر کیا ''رسول کریم ﷺ کی ولادت سوموار کے دن ربیع الاول شریف کی بارہویں تاریخ کو عام الفیل میں ہوئی۔

۶......دلیل: علامہ ابن خلدون اپنی کتاب ''تاریخ ابن خلدون'' جلد دوم ص ۷۱۰ پر لکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت عام الفیل ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔

۷......دلیل: مشہور سیرت نگار علامہ ابن ہشام عالم اسلام کے سب سے پہلے سیرت نگار اور تابعی مورخ امام محمد بن اسحاق سے اپنی کتاب ''سیرت ابن ہشام'' جلد اول ص ۱۷۱ پر رقم طراز ہیں کہ رسول کریم بارہ ربیع الاول کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔

۷......دلیل: علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی نے اپنی تصنیف ''اعلام النبوۃ'' ص ۱۹۲ پر تاریخ ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول شریف تحریر کی ہے۔

۹......دلیل: امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی اپنی کتاب ''دلائل النبوت'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی ولادت ربیع الاول کی بارہویں رات گزرنے پر ہوئی۔

۱۰......دلیل: امام قسطلانی شارح بخاری نے ''زرقانی علی المواہب'' جلد اول ص ۱۳۲ پر تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول درج فرمائی۔

۱۱......دلیل: سیرت کا قدیم ماخذ جامع معجزات مطبوعہ مصر ص ۲۷۳ پر درج فرمایا کہ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول شریف کو ہوئی۔

۱۲......دلیل: حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت ص ۲۳ فارسی پر تاریخ ولادت اقدس ۱۲ ربیع الاول تحریر فرمائی۔

۱۳......دلیل: امام یوسف بن اسماعیل نبہانی لکھتے ہیں کہ آپ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول پیر کے دن طلوع فجر کے قریب ہوئی۔

بلاتفریق مذہب و مسلک دور جدید کے سیرت نگاروں کی رائے کیا ہے؟

آیئے اس نقطہ نگاہ سے بھی ایک نظر دیکھ لیں تاکہ فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔

۱۴......دلیل: اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے وزنی دلائل ملاحظہ ہوں۔

'' تاریخ ولادت کے متعلق اشہر و اکثر و ماخوذ و معتبر قول ۱۲ ربیع الاول کا ہے، مکہ معظمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ کو مکان مولد اقدس کی زیارت کرتے ہیں اور خاص اس مکان جنت نشان میں اسی تاریخ کو مجلس میلاد منعقد ہوتی ہے۔ کمانی المدارج وشرح مواہب میں امام ابن کثیر سے ہے۔ ھو المشھور عند الجمھور اور اسی میں ہے ھو الذی علیه العم شرح الہمزیہ میں ہے۔ ھو الذی وعلیه العمل اسی طرح مدارج النبوت وغیرہ میں تصریح کی۔ جب ترمذی میں (جلد اول ص ۱۱۷ پر) ام المومنین الصدیقہ (حضرت عائشہ صدیقہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بسند صحیح حدیث مبارک موجود ہے کہ عید الفطر اس دن ہے جس دن لوگ عید کریں اور عید الاضحیٰ اس دن ہے جس روز لوگ عید سمجھیں۔ پس جب مسلمانوں کا روزہ، عید الفطر، عید الاضحیٰ روز عرفہ سب اس دن ہے جس دن جمہور میلاد اکبر ہے قول و عمل جمہور مسلمین ہی کے مطابق بہتر ہے۔ فا لا وفق العمل ما علیه العمل (پس جس پر مسلمان عمل کریں اسی کے مطابق عمل کرنا زیادہ مناسب ہے)

(نطق الھلال بارخ ولاد الحبیب والوصال ص ۲۰ تا ۲۴ از امام احمد رضا خان بریلوی)

۱۵......دلیل: مولانا ابوالحسن کاکوروی نے تفریح الاذکیاء فی احوال الانبیاء جلد دوم ص ۱۰ پر سرکار دوعالم ﷺ کا یوم ولادت ۱۲ ربیع الاول لکھا ہے۔

۱۶......دلیل: قاضی نواب علی نے اپنی کتاب رسول اکرم ص ۲۱، ۲۲ پر لکھا کہ حضور کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی ہے۔

۱۷......دلیل: عمر ابوالنصر نے اپنی کتاب ''نبی امی'' ص ۵۶ پر لکھا کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔

۱۸......دلیل: علامہ نور بخش توکلی نے سیرت رسول عربی ص ۳۳ پر ۱۲ ربیع الاول شریف کو ہی ولادت کا دن قرار دیا۔

۱۹......دلیل: انیسویں صدی کے عظیم فرانسیسی محقق مسیو سید یو نے تاریخ عرب ص ۹۸ مترجم مولوی عبدالغفور میں لکھا کہ سیدہ آمنہ کے بطن مطہر سے ۱۲ ربیع الاول کو نبی پاک ﷺ پیدا ہوئے۔

۲۰......دلیل: تاریخ مسلمانان عالم از مولانا قاری احمد جلد دوم ص ۷۶ پر۔

۲۱......دلیل: ابوعمر منہاج الدین عثمانی نے طبقات باصر ص ۱۱۵ پر۔

۲۲......دلیل: عبدالرحمٰن شوق نے تاریخ اسلام جلد اول ص ۴۴ پر درج بالا تینوں حضرات نے تاریخ ولادت نبوی ۱۲ ربیع الاول درج فرمائی۔

۲۳......دلیل: پروفیسر کے علی جس نے اردو، انگریزی اور بنگالی میں تاریخ اسلام ہے۔ ہمارے دور کا ایک مشہور سیرت نگار ہے۔ اس کے علاوہ دیوبندی مکتبہ فکر کے مولانا احتشام الحق تھانوی اور مولانا مودودی نے اپنی کتابوں میں ۱۲ ربیع الاول شریف کو ہی تاریخ ولادت قرار دیا ہے۔ اردو میں پہلی دفعہ تاریخ ولادت نبوی کے بارے میں اختلاف شبلی نعمانی نے کیا ان کی رائے کا کیا وزن ہے؟ اس اندازہ اس بات سے لگالیں کہ ان کے اپنے شاگرد اور زبردست عقیدت مند سید سلیمان ندوی نے اپنے استاد کی رائے کے برعکس اپنی کتاب رحمت عالم میں لکھ دیا کہ پیدائش حضور نبی پاک ﷺ ۱۲ ربیع الاول سوموار کے دن ۵۷۱ عیسوی میں ہوئی۔

۲۴......دلیل: غیر مقلد وہابیوں کے پیشوا کا فیصلہ کن حوالہ:

غیر مقلد وہابیوں کے عظیم پیشوا نواب صدیق حسن خان الشمامۃ العنبریہ فی مولد خیر البریہ ص ۷ پر لکھتے ہیں۔

'' ولادت شریف مکہ مکرمہ میں ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ ابن جوزی نے بھی اسی پر اتفاق کیا'' نیز آگے ص ۱۲ پر لکھتے ہیں'' جس کو ذکر میلاد شریف کا سن کر فرحت نہ ہو اور اس نعمت رخدا کا شکر نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں ہے''

حاصل مطالعہ بحث:

حضور پرنور ﷺ کی ولادت اقدس مکہ شریف میں ہوئی۔ اہل مکہ کا نسل درنسل اجماع اور فیصلہ بلکہ عمل یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ ۱۲ ربیع الاول شریف کا پیدا ہوئے، اسی روز اہل مکہ مولد اقدس یعنی آپ ﷺ کے پیدا ہونے کی مبارک جگہ پر میلاد پاک کیا کرتے اور صدیوں تک یہ عمل جاری رہا۔ جیسے اوپر دلیل نمبر ۱ اور دلیل نمبر ۲ میں گزارا ہے، پھر حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جیسے اکابر صحابہ کرام کے نزدیک بھی ولادت اقدس ۱۲ ربیع الاول کو ہی ہوئی۔ جیسا کہ اوپر دلیل نمبر میں گزرا۔ پھر جمہور کے نزدیک جو تاریخ ولادت حضور پرنور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کی مشہور ہے، وہ بھی ۱۲ ربیع الاول شریف ہی ہے، اور لطف والی بات یہ ہے کہ اسی پر جمہور اہل اسلام کا عمل رہا، جیسا کہ اوپر دلیل نمبر ۴ میں گزرا، اسی طرح سیرت النبی کے قدیم مصادر، مآخذ جیسے تاریخ طبری، تاریخ ابن خلدون، سیرت ابن ہشام، البدایہ والنہایہ، اعلام النبوت للماوردی دلائل النبوت از بیہقی زرقانی علی المواہب، جامع معجزات اور مدارج النبوت وغیرہ سب میں حضور پرنور ﷺ کی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول شریف ہی لکھی گئی۔ جیسا کہ اوپر تفصیل سے دلیل نمبر ۳ تا ۱۳ میں گزر چکا ہے، پھر دور جدید کے سیرت نگاروں مولانا احمد رضا خان بریلوی، مولانا ابوالحسن کاکوروی، قاضی نواب علی، عمر ابوالنصر، علامہ نور بخش توکلی، فرانسیسی محقق مسیو سید یونے، قاری احمد مصنف تاریخی مسلمانان عالم، ابوعمر و منہاج الدین عثمانی مصنف طبقات ناصر، عبدالرحمٰن شوق مصنف تاریخ اسلام کے علاوہ اردو، بنگالی اور انگریزی میں مشہور زمانہ سیرت نگاروں پروفیسر علی، مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا مودودی اور سید سلیمان ندوی سب کے نزدیک نبی پاک ﷺ وسلم کی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول شریف ہی ہے۔

آخر یہ گزارش ہے کہ بہتر تو یہ کہ اہل مکہ کے اجماع وعمل، صحابہ کرام کے فرمان، جمہور اہل اسلام کے عمل مبارک، سیرت النبی کے قدیم مصادر و مآخذ اور کتابوں اور پھر دور جدید کے تمام سیرت نگاروں کی تحقیق کو سامنے رکھتے ہوئے کھلے دل سے تسلیم کرلیا جائے کہ ولادت اقدس کی صحیح تاریخ ۱۲ ربیع الاول ہی ہے، لیکن اگر ان سب حضرات کی تحقیق سے اختلاف ہے تو پہلی بات تو یہ ہے کہ صریحاً غلطی اور گمراہی ہے۔ بصورت دیگر آخر میں ہم نے خود غیر مقلدین کے پیشوا نواب صدیق حسن کی تحقیق کو پیش کیا ہے۔ اسے ہی تسلیم کرلیا جائے، اللہ کریم اپنے فضل وکرم سے اپنے محبوب نبی آخر الزماں ﷺ کی پیدائش مبارک پر ۱۲ ربیع الاول شریف کو زیادہ سے زیادہ ذکر کرنے اور آپ کا میلاد شایان شان طریقے سے منانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

برباد ہے وہ دل جس میں تیری یاد نہ ہو
اور اجڑے وہ شہر جس میں محفل میلاد نہ ہو
صدائیں درودوں کی آتی رہیں گی جنہیں سن کے دل شاد ہوتا رہے گا
خدا اہل سنت کو آباد رکھے نبی جی کا میلاد ہوتا رہے گا

قارئین کرام! بخاری شریف کی صحیح حدیث مبارک میں ہے کہ صرف بھتیجا سمجھ کر ابولہب نے نبی پاک ﷺ کی پیدائش پر اپنی ایک لونڈی کو آزاد کیا۔ آپ کے اس میلاد کی خوشی کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی اجر سے محروم نہ کیا، بخاری شریف میں ہے کہ ابولہب کا عذاب سوموار کی ان گھڑیوں میں معاف کردیا جانا اور پینے کیلئے پانی بھی دے دیا جاتا جس گھڑیوں میں اس حضور اقدس ﷺ کے میلاد کی خوشی میں اپنی لونڈی کو آزاد کیا تھا، حضرت شاہ ولی اللہ کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی نے ایک سال تنگ دستی کے عالم میں صرف بھنے ہوئے کچھ چنوں پر ہی میلاد شریف پڑھا اور تبرک کے طور پر لوگوں میں تقسیم کردیئے اور رات خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ کے سامنے طرح طرح کے کھانوں کے علاوہ وہ چنے بھی موجود ہیں۔ (درثمین ص ۴۰)

پس ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنی توفیق کے مطابق میلاد شریف کا اہتمام ضرور کرے، ربیع الاول شریف کی ۱۲ تاریخ کو میلاد پاک کی خوشی میں نکالے جانے والے جلوس میں شامل ہوکر شکر ومحبت کا اظہار کرے صلوٰۃ وسلام باوضو ہوکر بکثرت پڑھے اگر میلاد کی یہ گھڑیاں نہ ہوتیں تو انسانیت کو وقار نہ ملتا اور مضطرب دلوں کو قیامت تک قرار نہ ملتا۔ سچ تو یہ ہے کہ کروڑوں عیدیں اس عید میلاد النبی پر قربان۔ کیونکہ وہ بھی اسی عید مبارک کا صدقہ نصیب ہوئیں۔ اللہ کریم سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین

☆☆☆

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مِیلا د شریف

پروفیسر محمد حسین آسی

انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام بعثت سے پہلے بھی تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اور گناہوں سے اٹے ہوئے ماحول میں زندگی بسر کرنے کے باوجود اُن کے دامن کردار پر کسی عیب یا گناہ کے دھبے کا نہ ہونا ان کی صداقت وحقانیت اور دعویٰ نبوت بلکہ اُن کے رب کی قدرت وعظمت کی روشن دلیل ہوتا ہے۔ ظاہر ہے اُن کی سیرت کے ضمن میں صرف فضائل اخلاق اور محاسن اطوار ہی نہیں آتے بلکہ وہ حیران کن قوتیں بھی اس کا حصہ ہیں جو اُن کے قادر و قیوم خدا نے انہیں بطور خاص عطا فرمائی ہیں اور جنہیں دیکھ کر انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یقیناً شکل وصورت میں دوسرے انسانوں سے مشابہ ہونے کے باوجود یہ حضرات سب سے ممتاز و ممیز ہیں۔ حق یہ ہے کہ اللہ عزوجل انہیں مبعوث فرمانے سے پہلے یہ مخصوص کمالات اسی لئے عطا فرماتا ہے کہ دیکھنے والوں کو مستقبل میں ان کے دعویٰ نبوت ورسالت کے موقع پر چون وچرا کی گنجائش نہ رہے اور خلوص دل سے راہ راست کی تلاش کرنے والے آسانی سے منزل مقصود کو پہچان سکیں۔ انبیاء کرام کے ان روحانی وجسمانی فکری وعملی حسی ومعنوی کمالات کے سامنے دینوی کروفر، جاہ وچشم، علم وحکمت اور مال ودولت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ انبیاء کرام کی یہی خصوصیات قرآن کی رو سے نبوت ورسالت کا سرمایہ استحقاق ہوتی ہے۔ چنانچہ جب کبھی سرداران کفار نے مال ودولت کے بل بوتے پر خود کو نبوت ورسالت کا زیادہ حقدار سمجھا تو انہیں اس قسم کا جواب دیا۔

اللہ اعلم حیث یجعل رسلتہ (الانعام)

ترجمہ: اللہ کو (تم سے مشورہ لینے کی ضرورت نہیں اسے) زیادہ علم ہے کہ کسے اپنا رسول بنائے۔

انبیاء کرام کے میلاد: ظاہر ہے سیرت، ولادت ہی سے شروع ہوتی ہے لہذا خداوند کریم اپنے نبیوں اور رسولوں کو جن ماورائی کمالات اور معجزات سے نوازتا ہے، ان کا اجمالی اظہار ان کی ولادت باسعادت ہی سے ہونے لگتا ہے۔ بلکہ ولادت سے پہلے بھی کسی نہ کسی ذریعہ سے ان کی آمد آمد کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ خیال فرمایئے جب شور یہ مچا ہو کہ نبی آ رہا ہے (کوئی جادوگر نہیں آ رہا) تو اس کے کمالات کو دیکھ کر منصف مزاج کو فوراً تصدیق کرنی چاہیے کیونکہ یہ کمالات تو اس کی اس نبوت کا واضح ترین ثبوت ہیں۔ جس کا چرچا ولادت سے پہلے شروع ہو گیا تھا۔ اب اگر کوئی انکار کرتا ہے تو محض ہٹ دھرمی سے کرتا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ کاہنوں اور نجومیوں کی اکثر باتیں ظن وتخمیں اور انکل پچو کے سوا کچھ نہیں ہوتیں مگر یہی لوگ جب کسی نبی کی ولادت کی پیشگوئی کرتے تھے تو حرف بحرف پوری ہوتی تھی۔ وجہ یہی نظر آتی ہے کہ چونکہ لوگ ان کاہنوں اور نجومیوں پر اعتماد کرتے تھے لہذا ان دشمنوں کی زبان سے بھی اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے میلاد شریف کا چرچا اور ان کی عظمت کا اعتراف کرا دیتا تھا۔ اس دھوم دھام کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حق و باطل کے وہ معرکے جو بعثت کے بعد نبی اور دشمنوں میں ہونے والے تھے۔ کبھی ان کا آغاز بھی میلاد شریف کی خبروں سے ہو جاتا تھا۔ خدائی کے مدعی

اس کی ولادت کو روکنے کے درپے ہو جاتے اور اپنی جھوٹی خدائی کا سارا زور لگا کر نبی کی آمد (یا میلاد) سے جان چھڑانا چاہتے مگر اللہ تعالیٰ کا اپنا ایک نظام ہے وہ اپنے کسی بھی محبوب کے مقابلے میں کسی بھی مغضوب کی پیش نہیں جانے دیتا۔ چنانچہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلسلے میں یہی کچھ ہوا۔ نمرود اور فرعون کی اولین معاندانہ کوششیں خلیل وکلیم علیہما السلام کے ظہور سے قبل شروع ہوئیں۔ مگر وہ آئے اپنے خدائی شیڈول کے مطابق آئے۔ نمرود اور فرعون بھڑکے۔ اپنے انداز میں ان کو ناکام کرنا چاہا مگر فتح ونصرت تو انبیاء کرام علیہم السلام کی خانہ زاد کنیز ہوتی ہے۔ قرآن پاک شاہد ہے کہ ان کے دشمن ہی بالآخر صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔

سوچئے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی عام انسانوں کی طرح دنیا میں آجاتے تو کیا حرج تھا اور ایک وقت پر ان کی تبلیغ کا آغاز ہو جاتا تو کیا مضائقہ تھا۔ مگر قدرت خداوندی نے اس عام راستے کو اپنے مخصوص نبی کی شان کے لائق نہ جانا۔ پہلے انکے ظہور کا پروگرام دیا۔ وہ بھی اپنے بندوں کے ذریعے نہیں، دشمنوں کے ذریعے۔ جنہیں ہلاک کرنا تھا۔ انہیں خواب وغیرہ میں متنبہ اور خبردار کیا گیا۔ یہ چپ چاپ دنیا میں تشریف لاتے تو نمرود اور فرعون کس کی آمد کو روکنے کی کوشش کرتے اور سب سے پہلے کس کی آمد (میلاد) ان کی جھوٹی خدائی کو ذلیل و رسوا کرتی۔ ولادت ہو چکی تو بچپن کا مرحلہ آیا۔ ایک کا بچپن نمرود کے مقرب کے گھر میں اور دوسرے کا بچپن خود فرعون کے گھر میں "طے" ہوا۔ دونوں جلیل القدر پیغمبروں کی پر جلال ولادت اور حیرت انگیز طفولیت سے آئندہ کے معرکوں کا اندازہ کرنا کوئی مشکل بات نہیں گویا جن کی ولادت باسعادت ایوانِ باطل کیلئے ایسی زلزلہ خیز ہو، ان کی باقی سیرت طیبہ کتنی باجبروت ہوگی۔

اب خیال فرمایئے ہزاروں سال سے پہلے کے یہ واقعات میلاد آخر قرآن پاک میں تفصیل سے کیوں بیان کیے گئے اور بار بار ان کا اعادہ کیوں کیا گیا۔ یقیناً یہ نقطہ از بر کراتے کے لئے کہ نبی آ کے نہیں بنتے، بن کے آتے ہیں اور ان کے بعد کے معجزات کی طرح ولادت کے حالات بھی باقی لوگوں سے ممتاز، قدرت خداوندی کے ناقابل شکست دلائل، اہل فکر ونظر کے لئے سامان موعظت و نصیحت اور انبیا کرام کے دشمنوں کے لئے آئینہ عبرت ہوتے ہیں۔ نمرود اور اس کے ساتھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ورودِ مسعود پر ہی غور کر لیتے تو انہیں ایمان حاصل ہو جاتا اور بعد کی رسوائی و تباہی سے بچ جاتے۔ یونہی کیا فرعون کیلئے اتنی بات کافی نہیں تھی کہ جس کلیم اللہ کی آمد کو روکنے کیلئے اس نے بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل کرایا۔ اس کا آ کے رہنا اور خود اس کے گھر پرورش پانا اس کے خدا نہ ہونے کا عظیم ثبوت ہے مگر نفس نے اسے نبی کے سامنے جھکنے نہیں دیا۔ جس طرح شیطان کو آدم علیہ السلام کے سامنے جھکنے نہیں دیا تھا۔ خیر بندگان ہوا اور سگان دنیا، کو غور وفکر ہی کیا۔ ہاں قیامت تک کے قرآن پاک پڑھنے والے لوگ ان واقعات میلاد کا مطالعہ کر کے خدا کے "فعال لما یرید" (ترجمہ: ہمیشہ جو چاہے کر لینے والا (کنزالایمان۔ البروج۔۱۶) اور "علیٰ کل شیء قدیر" (ترجمہ: اللہ سب کچھ کرتا ہے (کنزالایمان) ہونے کی گواہی دیتے رہیں گے۔

اسی طرح قرآن پاک نے ایک اور جلیل القدر رسول کا میلاد شریف بھی بڑے اہتمام سے بیان فرمایا ہے یہ ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ خداوند کریم انہیں بے باپ کے پیدا کر کے ان فلسفیوں کے علم وحکمت کو ناقص و نا معتبر ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ جن کے بلند بانگ دعوے علت و معلول (Cause & Effect) میں الجھے ہوئے تھے اور اس کے آگے وہ سوچ بھی سکتے تھے نیز ان کے نزدیک مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کا شفایاب ہونا بھی غیر ممکن تھا۔ اسباب ونتائج کے سلسلے کو خداوندِ واحد وقیوم کی قدرت لازوال وغیر محدود کے سامنے مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ثابت کرنے کے لئے ایک ایسے پیغمبر کی ضرورت تھی جو خود بھی عام طریقے سے ہٹ کر دنیا میں آئے اور پھر ایسی خداداد قوتوں سے آراستہ ہو کہ موت وحیات کے فیصلے کرنا بھی اسے دشوار نہ ہو۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی حکمت کے تحت دنیا میں بھیجے گئے۔

ظاہر ہے دنیا میں بے باپ پیدا ہونے سے ہولناک قسم کے شکوک وشبہات بھی جنم لیتے ہیں چنانچہ اس کا ازالہ کرنے کیلئے حضرت مریم علیہا السلام کی بے داغ سیرت کا تذکرہ ضروری جانا گیا۔ان کے زہد وتقویٰ اور کرامات (بالخصوص بے موسم کے پھلوں کا ان کے حجرہ عبادت میں بکثرت موجود ہونے کا) بھی ذکر ہوا۔انہیں کی روحانی عظمت کے ثبوت کے ضمن میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے میلاد شریف کا حال بھی بیان کیا گیا ہے۔ یعنی جب حضرت زکریا علیہ السلام جو حضرت مریم علیہ السلام کے کفیل ومربی تھے آپ کے حجرے میں بے موسمی پھلوکو دیکھتے تو اپنے بڑھاپے میں ایک فرزند صالح عطا کرنے کی التجا کرتے ہیں اور قبول دعا کے نتیجے میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت ہوتی ہے۔حضرت مریم علیہا السلام کی اپنی سیرت کا تفصیلی ذکر بھی ان (حضرت مریم) کے میلاد شریف سے شروع ہوتا ہے۔

قرآن پاک میں مذکور ہے کہ انکی والدہ (حضرت حنہ) نے اپنے حمل کے پیش نظر یہ دعا کی کہ مولائے کریم میرے پیٹ میں جو بھی ہے تیرے بیت المقدس کیلئے اسے وقف کرتی ہوں (دعا کے قرآنی الفاظ یوں ہیں۔اذ قالت امرات عمران رب انی نذرت لک مافی بطنی محررا فتقبل منی ۔(آل عمران ۳۵) چنانچہ انہیں زکریا علیہ السلام کی کفالت میں دے دیا گیا، جو اس دور میں بیت المقدس کے متولی تھے۔

مختصر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے سلسلے میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کا ازالہ کرنے کے لئے حضرت مریم علیہا السلام کا ایک منت کی تکمیل میں جنم لینا، پھر رات ایک عظیم الشان نبی حضرت زکریا علیہ السلام کی زیر نگرانی ساری دنیا سے چھپ چھپا کر ذکر ومراقبہ میں مشغول رہنا۔پھر صاحب کرامت وتصرف ہونا بلکہ اس دور کی تمام عورتوں پر انہیں فضیلت دینے کا اعلان کرنا آپ کی پاکیزہ سیرت کی ایسی چمکتی ہوئی دلیلیں ہیں جہاں تمام شکوک وشبہات دم توڑ جاتے ہیں۔مگر پھر بھی جب اہل عقل کی تسلی نہیں ہوتی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پنگھوڑے میں اپنی خداداد عظمتوں کا خطبہ دینا بالکل اطمینان بخش اور مسکت تھا۔فرمایئے جن لوگوں کے سامنے حضرت مریم علیہا السلام اور ان کے والدین کا عظیم صالحانہ کردار تھا (علیہا الرضوان) اور پھر انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خطبہ نبوت بھی اپنے کانوں سے سن لیا،کل وہ آپ کی نبوت کا انکار کریں تو سوائے "مکابرہ" اور کیا ہے۔غور کیجئے جو عیسیٰ علیہ السلام بعثت کے بعد مٹی کی مورت میں پھونک مار کر اسے سچ مچ کا پرندہ بنادیتے ہیں،ان کا میلاد گواہ ہے کہ ان کی ولادت بھی ایک پھونک ہی سے ہوئی (یعنی اس پھونک سے جو حضرت جبرئیل نے حضرت مریم کے گریبان میں ماری تھی)

مقصود کائنات کا میلاد:

اوپر کی سطور سے یہ حقیقت کھل کے سامنے آ گئی ہے کہ قرآن کریم نے خدا کے مخصوص محبوبوں کا ضروری تفصیل سے میلاد شریف بیان فرمایا ہے۔خدانخواستہ اگر ان واقعات (میلاد) کا انسان کے ایمان وعرفان کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوتا تو خصوصاً اللہ کی آخری وابدی کتاب میں قطعاً شامل نہ ہوتے پھر اگر ہمیشہ سے یہ میلاد یقیناً صاحب میلاد کی عظمت ومرتبت کا ابتدائی واجمالی تعارف ہوتا ہے تو وہ ہستی مبارک جس کے لئے ارض وسما کے سارے ہنگامے معرض وجود میں لائے گئے ہیں جسے تمام انبیاء ومرسلین اسلام کی سیادت وامامت کا منصب دیا گیا جسے ساری مخلوق تحت وفوق کی طرف مبعوث کیا گیا اور جسے تمام اولین وآخرین کے کمالات وعلوم سے نوازا گیا کے میلاد شریف کی شان کیا ہوگی حقیقت یہ ہے کی آپ کے تاجدار لولاک، جامع المعجزات رحمۃ للعلمین وخاتم النبیین ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کا میلاد شریف بھی تمام موالید انبیاء ومرسلین کے کمالات کا جامع اور سب سے ممتاز وممیز ہو اگر کسی کی ولادت کسی کی دعا سے ہوئی یا خبر ولادت کسی خواب اور اس کی تعبیر سے پھیلی تو سرور انبیاء کی خبر میلاد کا چرچا دو تین ذریعوں سے نہیں بلکہ ہر ذریعے سے ہونا چاہیے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بہترین انداز میں ہوا۔سی خبر میلاد کا سنانا مقصود تھا جب عالم ارواح میں اللہ رب العزت نے انبیاء کا اجلاس بلایا (واذ اخذ اللہ میثاق النبیین -----آل عمران (ترجمہ۔اور یاد رو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جب میں تم

کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کر فرمایا کیوں تم نے انکار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا، سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پہ گواہ ہو جاؤ اور میں آپ کے ساتھ گواہ ہوں۔) گویا

تھی یہ صبح زندگی تمہید میلاد النبی
آپ خالق نے منائی عید میلاد النبی

پھر یہی خبر تھی جو حضرت آدمؑ کو ان کے قبول توبہ کے وقت دی گئی۔ ذرا اس جملے پر غور فرمایئے ل (یعنی اے آدم اگر یہ محبوب نہ ہوتا تو تجھے بھی پیدا نہ کرتا) ظاہر ہے آدمؑ پیدا نہ ہوتے تو کوئی آدمی بھی پیدا نہ ہوتا۔ اسی سے انبیاء کرامؑ کے واقعات میلاد شریف کی خصوصی حکمت کو سمجھا جا سکتا ہے (یعنی اوپر بیان ہونے والی حکمتوں کے علاوہ) ان کے بیان کی ایک حکمت یہ ہے جب خلیل و کلیم اس شان سے دنیا میں تشریف لائے ہیں تو محبوب خدا حضرت محمد ﷺ کا ورود مقصود خلیل و کلیم بلکہ مقصود کائنات ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام کس شان کا ہوگا۔ پھر یہی خبر تھی اور تمام انبیاء کے اجلاس کا منشا یہی تھا کہ وہ خدا کے پیغمبر اعظم ﷺ کی عظمت وولادت سے واقف ہوں اور اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی امت کو یہ خبر سنائیں۔ ورنہ لتومنن بہ ولتنصرنہ (تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی امداد کرنا) کی تعمیل متصور رہی نہیں۔

ہاں ہاں یہی خبر تھی جو انبیاء کرامؑ کی کتابوں اور صحیفوں کی زینت بنتی رہی۔ چنانچہ توریت، زبور، انجیل میں ہزار ہا تحریفات کے باوجود آج بھی حضور پُر نور ﷺ کی عظمت کا حال اور تشریف آوری کی خبر مل جاتی ہے۔ ان کتابوں اور صحیفوں میں نبی آخر الزمان کی سیرت وصورت اور مولد وجائے ہجرت وغیرہ کے تمام نمایاں پہلو اس حد تک مذکور تھے کہ ماہرین کتاب آپ ﷺ کی زیارت کر کے ہی پہچان جاتے تھے چنانچہ قرآن پاک فرماتا ہے

الذین اتینھم الکتب یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم۔

ترجمہ۔ وہ جنہیں ہم نے کتاب دی۔ حضور ﷺ کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو (یقینی طور) پہچانتے ہیں (اس لئے کہ آسمانی کتابوں میں آخری نبی ﷺ کی سیرت وصورت کے واضح ترین تذکروں کے علاوہ بعض نمایاں شخصیات کے پاس آسمان سے اتری ہوئی تصاویر بھی تھیں۔)

حضور ﷺ کا انکار کرنے والے یہودیوں، عیسائیوں نے اس لئے آپ ﷺ کا انکار نہیں کیا کہ پہچان نہیں سکے تھے۔ بلکہ محض ضد، ہٹ دھرمی اور حسد کی بنا پر انہوں نے جانی پہچانی حقیقت کا انکار کیا۔ قرآن پاک میں ہے۔

وکانو من قبل یستفتحون علیٰ الذین کفرو افلما جآء ھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکفرین (البقرہ آیت ۸۹)

ترجمہ۔ اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا تو ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے اور اللہ کی لعنت منکروں پر (کنزالایمان)

خدائے واحد کی آخری الہامی کتاب نے (جو پہلی تمام کتابوں کی جامع اور مہیمن ہے) اس حقیقت کا اظہار کئی جگہ فرمایا بلکہ اس کے مطالعے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پہلی کتابوں میں آپ کے صحابہ کرامؓ کا ذکر بھی موجود تھا مثلاً سورۃ الفتح کی آخری آیات میں ہے۔

ذلك مثلھم فی التورتہ و مثلھم فی الا نجیل۔ (الفتح۔۲۹)

ترجمہ۔ یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں ہے۔ (کنزالایمان)

بلکہ حضور ﷺ کے مخصوص اصحاب وخلفا کے حلیے بھی پہلی کتابوں میں موجود تھے اور انہیں دیکھ کر بھی وہ ماہرین توریت وانجیل جان جاتے تھے کہ صدیق ہیں یا فاروق ہیں۔ (علیہما الرضوان)

ان انبیاء کرام اور ان پر نازل ہونے والی کتابوں کا گویا ایک اہم مقصد آخری نبی ﷺ کی پیشگوئی تھی۔ مگر بنی اسرائیل کے آخری نبی جناب حضرت عیسیٰ تو خصوصیت سے (دو میں سے ایک) کو اپنا مقصد حیات قرار دیتے ہیں۔

ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (صف ٦)

ترجمہ۔ اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔ (کنزالایمان)

موجودہ دور میں ان آسمانی صحف وکتب کا اصلی حالت میں ملنا ناممکن ہے ان کے ماننے کا دعویٰ کرنے والے لوگوں نے نزول سے کچھ عرصہ بعد ہی ان میں تحریفات شروع کردی تھیں۔ پھر صدیوں بعد شاید ہی چند اصل جملوں کا مفہوم باقی رہ گیا ہو۔ بلکہ اب تو یہ بھی یقینی طور پر معلوم نہیں کہ کتابیں کس زبان میں نازل ہوئی تھیں۔ پھر بھی قدرت خداوندی کا کرشمہ اور ہادی اعظم ﷺ کا معجزہ دیکھیے اب! ان کتابوں میں واضح ارشادات ملتے ہیں جن سے حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات کی نشان دہی ہو جاتی ہے۔

موجودہ دور میں پائی جانے والی انجیلوں کے نام بتاتے ہیں کہ کسی کو جناب لوقا نے تصنیف کیا اور کسی کو جناب مرقس نے۔ چاروں انجیلوں کے مصنفین میں سے کوئی بھی حضرت عیسیٰ کے حواریوں میں شامل نہیں۔ ہاں ایک حضرت برناباس ؓ ہیں جو جناب مسیح کے حواری تھے اور آپ کے رفع آسمانی کے بعد آپ کی تعلیمات کے سب سے بڑے مبلغ۔ آپ نے بھی حسب ہدایت (اور یہ ہدایت خود حضرت عیسیٰ کی طرف سے تھی جیسا کہ ان کی کتاب سے ظاہر ہے) حضرت عیسیٰ کے ملفوظات اور خطابات کو یکجا کیا جس کا نام رکھا گیا ہے۔ "انجیل برناباس" اس کا مطالعہ کریں تو یوں لگتا ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ کی ہر مجلس وعظ گویا حضور ﷺ کی محفل میلاد تھی۔ حضرت مسیح جب مقصود کائنات، امام الانبیاء علیہم السلام کا ذکر چھیڑتے تو دلوں اور روحوں میں عشق رسول کی زندگی پھونک دیتے تھے۔ چنانچہ تبرک کے طور پر صرف ایک مجلس کا مختصر حال دیکھیے۔ حضرت عیسیٰ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

(سوال میں آنے والے عظیم مسیحا کا نام اور علامات پوچھی گئی تھیں)

مسیحا کا نام قابل تعریف (محمد) ہے اللہ تعالیٰ نے جب ان کی روح مبارک کو پیدا کیا اور آسمانی آب وتاب میں لکھا تو خود ان کا نام رکھا اللہ نے فرمایا "اے محمد! انتظار کر۔ میں نے تیری خاطر جنت کو پیدا کیا ہے ساری دنیا کو پیدا کیا ہے اور بے شمار مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ جب میں تجھے دنیا میں بھیجوں گا تو تجھے نجات دہندہ رسول بنا کر بھیجوں گا تیری بات سچی ہوگی۔ آسمان اور زمیں فنا ہو سکتے ہیں۔ لیکن تیرا دین کبھی فنا نہیں ہو سکتا (آپ نے فرمایا) محمد اس بابرکت کا نام ہے اس پر تمام سامعین نے یہ کہہ کر یہ فریاد کرنی شروع کردی۔

O God! send us thy messenger

O Muhammad Come quickly for the

salvation of the world.

(یعنی) اے خدا! اپنا رسول ہماری طرف بھیج' یا محمد دنیا کی نجات کے لئے تشریف لے آئے ان نام نہاد الہامی وآسمانی کتابوں (اگر چہ ان میں بہت کچھ تحریف ہو چکی ہے حتیٰ کہ اب یہ تحقیق بھی مشکل ہے کہ کس کس زبان میں نازل ہوئی تھیں) کے علاوہ تمام دوسرے پرانے مذہب کی بنیادی کتابوں میں بھی حضور ﷺ کے اوصاف وکمالات اور آپ کی تشریف آوری کی خبر ملتی ہے۔ چنانچہ مجوسی مذہب، ہندومت، بدھ مت، جین مت کے پرانے مذہبی ادب میں ذکر رسول ﷺ کی تجلیات، دل ودماغ کو اب بھی روشن کرنے کیلئے کافی ہیں مثلاً ہندو کی مذہبی کتاب بھوشیہ پران میں ہے۔

" کل جگ میں "سرب انما" (محمد) پیدا ہوں گے۔ جن کے سر پر بادل سایہ کرے گا۔ اُن کے جسم کا سایہ نہ ہوگا ان کے جسم پر مکھی نہ بیٹھے گی۔ وہ زمیں کو لپیٹ جائیں گے، دنیا کے لئے کچھ تلاش نہ کریں گے۔ تمام عمر کم کھائیں گے۔ وہ اللہ کے محبوب ہوں گے۔ (نقل از جان جاناں از مسعود ملت پروفیسر محمد مسعود احمد)

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے جان جاناں میں ڈاکٹر وید پرکاش و پادھیائے کا بھی حوالہ دیا ہے (ڈاکٹر صاحب کا یہ مقالہ شائع ہو چکا ہے اور دسمبر 1997ء میں اس کے بارے میں جو خبر اخبارات کی زینت بنی ہے، ذرا اسے ملاحظہ فرما کر اپنا ایمان تازہ کریں۔ " نئی دہلی " :(جی۔این۔این) ہندو مذہب کے ماننے والے اپنے جس کالکی اوتار (ہادی عالم) کا انتظار کر رہے ہیں وہ آج سے چودہ سو برس قبل ہو چکا ہے۔ لہذا ہندوؤں کو اب کسی " کالکی اوتار " کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے اور فوراً اسلام قبول کر لینا چاہیے۔ اس امر کا انکشاف بھارت میں حال ہی میں چھپنے والی کتاب " کالکی اوتار " میں کیا گیا ہے۔ جس نے پورے بھارت میں واویلا برپا کر دیا ہے۔ اس کا مصنف اگر کوئی مسلمان ہوتا تو اسے یقیناً جیل کی سلاخوں کے پیچھے جانا پڑتا اور اس کتاب کی اشاعت پر پابندی لگ

چکی ہوتی لیکن اس کتاب کا مصنف ایک ہندو برہمن پنڈت، وید پرکاش ہے جو سنسکرت کا ممتاز عالم اور الہ آباد یونیورسٹی میں ایک اہم عہدہ پر متمکن ہے۔ مصنف نے اپنی اس تحقیق کو بھارت کے آٹھ پنڈتوں کے سامنے پیش کیا جو تحقیق کے میدان میں ممتاز مقام رکھتے ہیں اور بھارت کے بڑے مذہبی رہنماؤں میں شمار ہوتے ہیں ان پنڈتوں نے بھی وید پرکاش کی اس تحقیق کو درست تسلیم کیا ہے۔ مصنف نے اپنے اس دعویٰ کی حمایت میں ہندوؤں کی مقدس کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ مقدس کتاب "وید" میں درج ہے کہ "بھگوان" کا آخری پیغمبر (کالکی اوتار) ہوگا جو پوری دنیا کو رہنمائی فراہم کرے گا۔ مصنف کہتا ہے کہ یہ بات صرف حضرت محمد علیہ السلام پر صادق آتی ہے۔ ہندوازم کی پیش گوئی کے مطابق کالکی اوتار ایک جزیرے میں جنم لے گا اور یہ درحقیقت عربی علاقہ ہے جو جزیرہ العرب کے نام سے جانا جاتا ہے "وید" میں "کالکی اوتار" کے باپ کا نام "وشنو بھگت" اور ماں کا نام "سومانب" تحریر ہے۔ سنسکرت میں وشنو اللہ اور بھگت بندہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح "وشنو بھگت" کا عربی ترجمہ "عبداللہ" بنتا ہے۔ سومانب سنسکرت میں امن و آشتی کو کہتے ہیں اور عربی میں اس کا مترادف لفظ "آمنہ" بنتا ہے۔ عبداللہ اور آمنہ حضرت محمد ﷺ کے والد کریم اور والدہ ماجدہ کے نام ہیں۔ "کالکی اوتار" کے بارے میں مزید کہا گیا ہے کہ بھگوان اپنے خاص پیغام رساں کے ذریعے انہیں ایک غار میں علم سکھائیں گے اور یہ بات بھی صرف حضرت محمد ﷺ پر ہی صادق آتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے غار حرا میں حضرت جبرائیلؑ کے ذریعے علم سے نوازا۔ ہندوؤں کی مقدس کتاب میں تحریر ہے کہ "بھگوان" کالکی اوتار کو ایک تیز رفتار گھوڑا دیں گے جس سے وہ اس دنیا کے گرد اور ساتوں آسمانوں کی سیر کریں گے۔ حضرت محمد ﷺ کی براق کی سواری اور واقعہ معراج اسی جانب اشارہ کرتا ہے۔ مقدس کتابوں میں تحریر ہے کہ "کالکی اوتار" گھڑسواری، تیراندازی اور تیغ زنی میں ماہر ہوگا۔ مصنف، وید پرکاش کہتا ہے کہ اس پیشینگوئی کی جانب خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ گھوڑوں، نیزوں اور تلواروں کا دور اب گزر چکا ہے۔ اور ایسی صورت میں نیزوں بھالوں سے مسلح اوتار کا انتظار غیر دانشمندانہ اقدام ہوگا۔ مصنف کہتا ہے کہ کالکی اوتار،، درحقیقت حضرت محمد ﷺ کی طرف واضح اشارہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتاب قرآن دے کر پوری کائنات کے لئے رہنما بنا کر بھیجا لہذا ہندوؤں کو اب فوراً اسلام قبول کر لینا چاہیے (روزنامہ جنگ نوائے وقت لاہور 9 دسمبر 1997ء)

ڈاکٹر صاحب ہندوؤں کو اپنے مقابلے میں مخاطب کر کے کہتے ہیں۔

"صرف میں ہی نہیں بلکہ تمام طبقے جو علم و دانش کی دولت سے مالا مال ہیں مجھے یقین ہے کہ ملک و قوم کے سکون کے لئے میری اس تحقیقی کتاب کو قبولیت کا درجہ دے سکیں گے۔ بھارتی جس "کالکی" کو اوتار مانتے ہیں، مسلمان اسی کالکی (پیغمبر عالم) کے شاگرد ہیں۔ کالکی کے متعلق کہا گیا ہے کہ بھارت کے لئے رحمت کے فرشتے ہوں گے اس لئے ہر وہ شخص جو بھارت کا رہنے والا ہے خود کو ہندو کہے یا انڈین، کالکی پہ یقین کرے کیونکہ یہی آخری اوتار ہیں۔ جس کالکی کے انتظار میں بھارتی بیٹھے ہیں وہ آچکے ہیں اور وہ ہیں محمد صاحب ﷺ

(جان جاناں صفحہ ۱۸۲)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی اور شخصیت کیلئے ایسا اہتمام نظر نہیں آتا، کسی پیغمبر کی آمد آمد کا اعلان اس دھوم دھام سے نہیں کیا گیا۔ کسی اور نبی اور رسول کا تذکرہ اتنا ہمہ گیر اور ایسا دلآویز نہیں بنایا گیا جتنا حضور ﷺ کا، سیدھا سادا جواب یہی ہے کہ یہ مقصود کائنات ہیں اور ساری کائنات کو انہی کی عظمت و شان ظاہر کرنے کے لئے بنایا گیا، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو یوں مخاطب فرمایا۔

من اجلک اسطح البھا و اموج الموج و ارفع السما و اجعل الثواب و العقاب (زرقانی علی المواہب)

ترجمہ: "(اے محبوب) تیری خاطر میں نے زمین کو بچھایا، لہراتے ہوئے دریا پیدا کئے، آسمانوں کو بلند کیا اور عذاب و ثواب (کے ضابطے) پیدا کئے"۔ لہذا روز اول سے اس ذکر خیر الرسل ﷺ کی یہی صورت حال ہے۔ بقول حکیم الامت اقبالؒ

دشت میں، دامن کہسار میں، میداں میں ہے
بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے

چین کے شہر ، مراکش کے بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشم اقوام یہ نظارہ اب تک دیکھے
رفعت شان رفعنا لک ذکرک دیکھے

اور اعلیٰ حضرت مجدد ملت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کرتے ہیں۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ، فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے ، تیری ہی داستان ہے

چونکہ حضور ﷺ دین و دنیا، ارض وسما اور ماضی مستقبل کے تمام ہنگاموں کی وجہ تخلیق اور بازار ہستی کی اصل رونق ہیں۔ لہذا سب سے زیادہ شور آپ ہی کی آمد کا ہونا چاہئے اور سب سے زیادہ ذکر آپ ہی کی ذات پاک کا ہونا چاہیے۔ جہاں تک ذکر کا تعلق ہے۔ وہ تو ازل و ابد کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے۔ کیوں نہ ہو، قرآن اعلان کر رہا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یا یھا الذین امنو صلو اعلیہ و سلمو تسلیما. (الاحزاب ۵۶)

ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو (کنزالایمان)

خالق درود بھیج رہا ہے۔ اپنے نبی پر اس کا مطلب وہی ہے جو حضرت ابوالعالیہ نے فرمایا ہے۔ صلوۃ اللہ ثناء ہ عند الملکۃ یعنی اللہ کی صلواۃ یہ ہے کہ وہ سارا وقت فرشتوں کے سامنے اپنے محبوب ﷺ کے کی تعریف کرتا ہے۔ کب سے؟ ظاہر ہے ہمیشہ سے کب تک؟ ہمیشہ ہمیشہ تک۔

پھر ذکر میں ذکرِ ولادت بھی تو شامل ہے سو گویا ارض وسما میں میلاد کی محفلیں بھی ازل سے جاری ہیں اور جب تک آسمان کا تنا ہوا خیمہ اور مہرو ماہ کے قمقمے روشن اور زمین کا فرش قائم ہے۔ میلاد رسول ﷺ اس پنڈال میں ذکر رسول ﷺ کے ہنگامے بھی برپا رہیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ کائنات کی سب سے بڑی اور بنیادی خبر ایک ہے اور وہ ہے حبیب کبریا ﷺ کی تشریف آوری کی خبر، جب تک حضور پر نور تشریف نہیں لائے تھے۔ یہی شور تھا وہ آئیں گے، ضرور آئیں گے۔ ایک نہ ایک دن آ جائیں گے، انہیں ہر حال میں آنا ہے، آنے والے ہیں بس آ ہی رہے ہیں انبیا کرام کا یہی ترانہ تھا۔ ملائکہ کا یہی نغمہ تھا حوروں کے لب پر یہی گیت تھا۔ علم و عرفان خوشخبری سنا رہے تھے وجدان اسی سرور میں کھویا ہوا تھا زمین کا ذرہ ذرہ محویت کے عالم میں منتظر تھا درختوں کا پتہ پتہ جھوم جھوم کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ دریاؤں کی لہریں اس جوش عشق میں ساحل سے ٹکرا رہی تھیں۔ کعبہ کی فضائیں اسی محبوب کے ظہور کیلئے دست بدعا تھیں۔ صفا و مروہ چوٹیاں اس مطلوب کیلئے چشم براہ تھیں اب وہ تشریف لائے تو ارض وسما کی وسعتوں میں ان کی آمد کا شور گونج اٹھا۔

جان بہار آ گئے، روح قرار آ گئے
کون و مکاں جن پہ ہیں گویا نثار آ گئے

حضور پرنور ﷺ کس شان سے تشریف لائے:

حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں۔ جب میرے لخت جگر کی ولادت باسعادت ہوئی، ان کی آنکھوں مین سرمہ لگا ہوا تھا اور جسم مبارک پر تیل ملا ہوا تھا۔ آپ سے خوشبو آ رہی تھی اور آپ ختنہ شدہ تھے۔ آپ نے آتے ہی اللہ کی بارگاہ میں سجدہ کیا، اس وقت آپ نے دونوں ہاتھ بھی آسمان کی طرف اٹھائے چہرہ انور سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ حضرت جبرائیلؑ نے آپ ﷺ کو اٹھا کر ایک ریشمی کپڑے میں لیا جو جنت سے لایا گیا تھا۔ پھر انہیں اٹھا کر زمین کے مشارق و مغارب کا چکر لگایا۔

نیز حضرت سیدہ آمنہؓ فرماتی ہیں، میں نے ایک منادی کو پکارتے ہوئے سنا (محبوب مکرم ﷺ) کو دیکھنے والوں کی نظر سے پوشیدہ رکھو۔

(مولد العروس صفحہ ۲۸)

ذرا اس سے پہلے کا منظر بھی انہیں کی زبانی سن لیجئے۔ (ربیع الاول شریف کی بارھویں رات تھی) اور شب دوشنبہ تھی کہ مجھ پر ایک رعب سا طاری ہو گیا تو میں اپنے حال پر اور اس تنہائی پر روئی۔ اسی دوران دیوار شق ہوئی اس میں سے تین دراز قامت خواتین برآمد ہوئیں گویا کہ کھجور کے لمبے درخت ہوں سفید چادریں اوڑھے ہوئے ہیں۔ عبد مناف کی صاحبزادیوں سے ملتی جلتی تھیں۔ ان سے کستوری کی خوشبو نکل کر پھیل رہی تھی انہوں نے نہایت ہی فصیح زبان اور شیریں لہجے میں مجھے سلام کیا اور بولیں" ہم سے خوف وحزن

فصیح زبان اور شیریں لہجے میں مجھے سلام کیا اور بولیں "ہم سے خوف وحزن محسوس نہ کیجئے گا " میں نے ان سے پوچھا آپ کون ہیں جواب دیا حواء آسیہ اور مریم بنت عمران ان کے بعد دس عورتیں مزید آ گئیں میں نے ان پوچھا سے آپ کون ہیں انہوں نے جواب دیا کہ ہم حوریں ہیں۔ سید المرسلین ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر دائی کے طور پر حاضر ہوئی ہیں۔

ذرا آگے فرماتی ہیں۔

"(اس مبارک موقع پر) اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے پردے اٹھادیئے اور میں نے زمین کے مشارق ومغارب کو دیکھ لیا۔ میں نے تین جھنڈے بھی ملاحظہ کئے۔ ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبے کی چھت پر نصب تھا۔

یہ روایت بھی سیدہ آمنہؓ سے ہے۔ آپ فرماتی ہیں۔

"میں نے کسی کہنے والے کو (یوں کہتے) سنا۔ محمد ﷺ صفوت آدم، مولد شیث (دوسری روایات میں یہاں مولد کی بجائے "معرفت" مثلاً مدارج النبوۃ کی روایت) شجاعت نوح حلم ابراہیم، لسان اسمٰعیل، رضائے اسحٰق، فصاحت صالح، رفعت ادریس، حکمت لقمان، بشارت یعقوب، جمال یوسف، صبر ایوب، قوت موسیٰ، تسبیح یونس، جہاد یوشع، نغمہ داؤد، ہیبت سلیمان، حب دانیال، وقار الیاس، عصمت یحٰیی، قبول زکریا، زہد عیسیٰ اور علم خضر علیہم السلام عطا کردو اور انہیں نبیوں اور رسولوں کے اخلاق میں غوطہ دو کیونکہ یہ اولین وآخرین کے سردار ہیں۔ میں نے بادل کے ایک ٹکڑے کو آگے آتے دیکھا۔ کوئی کہہ رہا تھا محمد ﷺ نے فتح ونصرت اور بیت اللہ کی کنجیوں پر قبضہ کر لیا۔ نیز میں نے ایک فرشتے کو دیکھا جس نے آ کر آپ کے کان میں کوئی بات کی۔ پھر آپ کا بوسہ لیا اور بولا۔

"ابشر حبیبی محمد فانک سید ولد ادم اجمعین بک ختم الله الرسل فما بقی علم فی الاولین و الآخرین الا او تیته"

(اے میرے محبوب محمدؐ آپ کو بشارت ہو کہ یقیناً آپ سب اولاد آدم کے سردار ہیں آپ پر ہی اللہ تعالیٰ نے رسولوں کا خاتمہ کیا اور اولین وآخرین کا کوئی علم نہیں جو آپ کو نہیں ملا)۔

(مولد العروس صفحہ ۲۹، ۳۰)

اب آیئے چند اشعار بھی ملاحظہ فرمایئے (جنہیں محدث ابن جوزیؒ نے میلاد کے طور پر پیش کیا۔ ہاں ہاں صرف چند اشعار سب نہیں)

ولد الحبیب وخدہ متورد
والنور من وجناتہ تیوقد
ھذا کحیل الطرف ھذا المصطفی
ھذا جمیل الوجہ ھذا الاوحد
ھذا جمیل النعت ھذا المرتضی
ھذا حبیب اللہ ھذا السید
یالیت طول الدھر عندی ذکرہ
یالیت طول الدھر عندی مولد
صلی علیك اللہ یامن اسمہ
بین البریۃ احمد محمد

ترجمہ۔(۱) حبیب کریم ﷺ اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے رخسار گلاب کی طرح تھے۔ اور (آپ اس انداز میں جلوہ افروز ہوئے کہ) مبارک ہونٹوں سے نور چمک رہا ہے۔

(۲) یہ ہیں سرگیں آنکھ والے، یہ ہیں مصطفیٰ، یہ خوبصورت چہرے والے ہیں اور یہ یکتا ہیں۔

(۳) یہ ہیں عمدہ صفت والے، یہ ہیں مرتضی، یہ ہیں اللہ کے حبیب اور یہی (کونین کے) سردار ہیں۔

(۴) اے کاش! جب تک زمانہ موجود رہے۔ میرے سامنے آپ کا ذکر خیر ہوتا رہے اور اے کاش! جب تک زمانہ قائم رہے، میرے سامنے آپ ﷺ کا میلاد شریف ہی پڑھا جائے۔

(۵) اے وہ ذات پاک جن کے نام ساری کائنات میں احمد اور محمد ہیں آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ درود بھیجتا رہے۔

ولادت باسعادت کے عالمگیر اثرات:

اکثر سیرت نگار خصوصاً محدث ابن جوزیؒ فرماتے ہیں۔

اسی (میلاد) کی رات (آتشکدہ) ایران کی آگ بجھ گئی جو ایک ہزار برس سے برابر روشن تھا۔ کسریٰ (شان ایران) کا محل پھٹ گیا اور اس کے کنگرے

بکھر گئے۔ جن میں سے چودہ (زمین پر) آ پڑے۔ بحیرہ ساوہ طبریہ خشک ہوگیا۔ جادو اور کہانت کی قوت ٹوٹ گئی۔ آسمان پر پہرہ لگ گیا اور شیطانوں کو (فرشتوں کی) باتیں سننے سے روک دیا گیا (اب وہ آسمان کے قریب بھی نہیں ٹھہر سکتے۔) دنیا کے تمام بت اوندھے منہ گر گئے۔ صرف حضور ﷺ (کے میلاد شریف) کے احترام میں خدا کے (سب سے بڑے) دشمن شیطان کا تخت بھی اُلٹا ہوگیا۔ (مولد العروس ص ۳۰)

اسی کتاب کی ایک ابتدائی عبارت ملاحظہ ہو۔

والا حباربه اخبرت، والكهانُ به اعلنت والجن برسالته امنت و الايات باسمه نطقت و نار فارس من نوره اخمدت و الا سرة بملو كها تزلزلت والتيجان من روس اربا بها تسا قطت و بحيرة طبريا عند ظهوره وقفت و كم من عين نبعت و فارت۔ (مولد العروس)

ترجمہ۔ بڑے بڑے علماء نے آپ کی ولادت کی خبر دی۔ کاہنوں نے آپ کے ظہور کا اعلان کیا۔ جن آپ کی رسالت پر ایمان لائے، آیات وعلامات نے آپ کے نام نامی پر شہادت دی۔ فارس کی آگ آپ کے نور سے بجھ گئی، تخت اپنے بادشاہوں سمیت کانپنے لگے، تاجداروں کے سروں سے تاج گر پڑے۔ بحیرہ طبریا آپ کی تشریف آوری پر ٹھہر گیا (یعنی خشک ہوگیا) اور کتنے ہی (نئے) چشمے جاری اور موجزن ہوگئے۔ یہ چند اشعار بھی جو علامہ ابن جوزیؒ کے ایک اور طویل میلاد نامے کا حصہ ہیں، ملاحظہ فرمائیے۔

صبح الهدى ملا الوجود سرورا
لما بدا وجه الحبيب منيرا
و ترنم الا طيار عند ظهوره
فرحا و مال الغصن منه بدورا
واتى النسيم مبشر اومعطرا
بقدوم احمد فى الانام نذيرا
وتساقط الا صنام عند ملاده
وتصعد الكهان منه زفيراً

ترجمہ۔ (۱) صبح جب حضور پرنور ﷺ کا چہرہ روشن جلوہ گر ہوا تو صبح ہدایت نے ساری کائنات کو سرور سے بھر دیا۔

(۲) حضور پرنور ﷺ کے ظہور کے وقت پرندوں نے خوشی سے گیت گائے اور شاخیں (ادب و احترام کی بنا پر) تھیلیاں بن کر (یعنی بار آور ہو کر) جھک گئیں۔

(۳) اور حضور پرنور ﷺ جو ساری دنیا کے لئے نذیر ہیں کی تشریف آوری کی خبر دیتی ہوئی اور خوشبوئیں پھیلاتی ہوئی باد نسیم چلی۔

(۴) حضورﷺ کے میلاد شریف کے وقت تمام بت بُری طرح گر پڑے اور گویا کاہن چیخ چیخ کر رہ گئے۔

عالم بالا میں جشن میلاد:

علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں۔

جب حضور پرنور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی، فرشتوں نے آہستہ اور اونچی آواز سے (اس کا) اعلان کیا۔ حضرت جبرائیلؑ بشارت لائے اور عرش خوشی سے جھوم جھوم اٹھا۔ حورعین اپنے محلات سے نکل آئیں اور عطر نچھاور کرنے لگیں۔ رضوان (داروغہ جنت) کو حکم دیا گیا فردوس اعلیٰ آراستہ کرو اور محل سے پردہ اٹھادو۔ نیز (سیدہ) آمنہؓ کے گھر میں جنات عدن سے پرندے بھیج دو جو اپنی چونچوں کے ذریعے موتی بکھیریں۔ جو حضرت سیدہ آمنہ کے اردگرد فرشتے کھڑے ہوگئے اور انہوں نے پر خوب پھیلائے۔ نیز تسبیح وتہلیل کرنے والے فرشتے اس کثرت سے اترے کہ تمام بحر و بر اور نشیب وفراز بھر گئے۔ (مولد العروس ص ۷)

ساتوں آسمانوں کے فرشتے آپ کی ولادت پر ایک دوسرے کو بشارتیں دے رہے تھے اور آسمان پر آپ ﷺ کی عظمت کی وجہ سے پہرے بیٹھا دیئے گئے اور آپ ﷺ ہی کی تعظیم کے طور پر چوری چھپے سننے کی کوشش کرنے والے شیاطین کو شہاب ثاقب سے مارا گیا۔ (اس موقع پر سب خوش تھے مگر) ابلیس چیخ رہا تھا اور اپنی ہلاکت وتباہی پر واویلا کر رہا تھا (ابليس صاح و نادى على نفسه ويلا و ثبوراً) ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

قال: فضجت الملئكة بالتسبيح و التهليل والتكبير للملك الجليل و فتحت ابواب الجنان و غلقت ابواب النيران فرحاً بولا دة سيدالاكوان سيدنا محمد۔ ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ پھر فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تہلیل اور تکبیر کا شور بلند کیا، جنت کے دروازے کھول دیئے گئے، دوزخ کے دروازے بند کئے گئے اور یہ سب کچھ حضور سرور کائنات سیدنا ومولانا حضرت محمد ﷺ کے میلاد شریف کی خوشی میں ہوا۔ (مولد العروس)

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ الحاج حافظ شفقات احمد گیلانی

دن منانا:

اللہ جل مجدہ اپنے پیارے محبوب کو حکم فرماتے ہیں۔

"و ذکر ھم با یا م اللہ" ابراھیم ۵

ترجمہ: اے پیارے محبوب ﷺ انہیں اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلاؤ"

علامہ آلوسی فرماتے ہیں "ایام اللہ" سے مراد اللہ کی نعمتیں ہیں تو مطلب یہ ہوا کہ جن دنوں میں اللہ کی نعمتوں کا نزول ہوا ان دنوں میں خوشی کا اظہار کیا کرو اور اللہ کی نعمت ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرو اور لوگوں کے سامنے اللہ کی اس نعمت کا چرچا کیا کرو (روح المعانی ......۱۳) مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی لکھتے ہیں "ایام اللہ کے معنی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بھی ہیں اور ان کو یاد دلانے کا مقصد یہ ہوگا کہ شریف انسان کو جب کسی محسن کا احسان یاد دلایا جائے تو وہ اس محسن کی مخالفت اور نافرمانی کرتا ہوا شرماتا ہے

(معارف القران ج ۴ ص ۲۱۹)

کسی دن کو کسی اللہ والے کی نسبت سے منانا:

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب پیغمبر جناب یحییٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"وسلام علیہ یو م ولد ویوم یموت و یو م یبعث حیاً" (مریم ۱۵)

ترجمہ: اور سلام ہو میرے پیارے پیغمبر پر اس دن جس دن وہ پیدا ہوا، اور جس دن اُن کا انتقال ہوگا اور جب وہ پھر اٹھائے جائیں گے"

اسی طرح جناب عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ والسلام اس قانون خداوندکو اپنی زبان نبوت سے بیان فرماتے ہیں فرمایا

ترجمہ: اور سلام ہو مجھ پر اس دن جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں انتقال فرماؤں گا اور جس دن میں اٹھایا جاؤں گا" (مریم......۳۳)

ویسے تو بمطابق حکم قرآن

"سلام وعلیٰ عبا دہ الذین اصطفے" (نمل......۵۹)

یعنی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر (ہمیشہ ہمیشہ) سلام ہو" کے مطابق اللہ کے پیاروں پر ہمیشہ ہی سلام پہنچاتے رہنا چاہئے لیکن آیات بالا سے ثابت ہوا کہ جن دنوں کو خصوصی طور پر ان سے نسبت ہو ان دنوں میں خصوصی طور پر ان کا ذکر کرنا چاہئے اور یہ بیان قرآن، رضائے رحمان اور ایک پیغمبر کے فرمان کے عین مطابق ہے۔

نزول نعمت کا دن یوم عید:

اللہ جل مجدہٗ قرآن کریم میں پیارے پیغمبر جناب سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کا واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ قا ل عیسیٰ ابن مر یم اللھم ربنا انزل علینا مائدۃً من السماء (مائدۃ......۱۱۴)

یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے اللہ ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرما" چنانچہ آپ کی دعا پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کو خوان نعمت عنایت فرمایا، قبل ازیں آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ مریم کیلئے بھی آسمان سے کھانا نازل ہوا

(آل عمران......۳۷) بلکہ اس سے پہلے جناب موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر من و سلویٰ نازل ہوا (البقرہ......۵۷) یعنی خوان نعمت کا نزول ایک ایسی نعمت ہے جو ہمیشہ سے انبیائے کرام صلحاء کرام بلکہ عام انسانوں پر بھی اس کا نزول ہوتا رہا ہے۔ تو جس دن جناب عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھانے جیسی ایک عام سی نعمت نازل ہوتی ہے اس دن کے متعلق اللہ کا پیغمبر اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ آپ کے خیالات کو قرآن مجید اس طرح بیان فرماتا ہے۔ "تکون لنا عیداً" یا اللہ تیری طرف سے خوان نعمت کا نزول یہ تیری خاص عنایت ہوتی ہے اس دن ہم پر تیری طرف سے نعمت کا نزول ہوگا وہ ہمارے لئے عید کا دن ہوگا، جناب عیسیٰ علیہ السلام کے ان الفاظ کو قرآن میں بلا تنکیر نقل کرنا، اللہ تعالیٰ کی رضا پر دلالت کرتا ہے۔

روز نعمت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے عید کا دن: جب جناب عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوانِ نعمت کے نزول کے دن کو "روز عید" قرار دیا تو ساتھ ایک اور مسئلہ بھی حل فرمادیا فرمایا "عیدا لاولنا و آخرنا" یعنی یہ روز نزول نعمت، صرف ہمارے لئے عید کا دن نہیں ہوگا بلکہ تمام ہمارے پہلوں کیلئے بھی عید کا دن ہوگا اور یہ دن ہمارے بعد والے قیامت تک کے لوگوں کیلئے بھی عید کا دن ہوگا، یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کی امت پر ہر سال اس دن کو خوان نعمت نازل نہیں ہوتا تھا بلکہ خوان نعمت تو صرف ایک ہی دفعہ نازل ہوتا تھا لیکن اس دن جو عزت، شرف اور بزرگی، حاصل ہوئی وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے باقی رہ گئی اور وہ دن ہمیشہ ہمیشہ کیلئے عید کا دن بن گیا۔

نعمت خداوندی اور حکم خداوندی: ارشاد خداوندی ہے!

"واذکروا نعمة الله علیکم" (البقرۃ......۲۳۱)

ترجمہ: یعنی آپس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ کیا کرو"

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

"واما بنعمة ربک فحدث" (ضحیٰ......۱۱)

ترجمہ: اے انسان اپنے رب کی نعمت کا کائنات میں چرچا کرو"

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

"واشکروا نعمة الله ان کنتم ایاہ تعبدون" (نحل......۱۱۴)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تم خاص اس کی عبادت کرنے والے" نیز خدائے رؤوف رحیم فرماتا ہے۔

"ان شکرتم لا زیدنکم" (ابراہیم......۷)

ترجمہ: اگر میری نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو میں اپنی نعمتوں میں اور اضافہ فرمادوں گا"

شکران نعمت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اللہ کی نعمت کا کائنات میں چرچا کیا جائے۔

نیز مولائے قدوس یہ بھی چاہتے ہیں کہ جس کسی پر میں کوئی انعام کروں تو اسے چاہئے کہ وہ خوشی کا اظہار کرے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

"قل بفضل الله وبرحمة فبذالک فلیفرحوا" (یونس......۵۸)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی فرمان بھی ایسا نہیں جو درحقیقت ہمارے لئے مفید اور بہتر نہ ہو، اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے نعمت ملنے پر حکم فرمایا ہے کہ لوگوں کے سامنے میری عطا کردہ نعمت کا چرچا کرو، آپس میں میری عطا کردہ نعمتوں کا تذکرہ کیا کرو، میری نعمتوں کا شکریہ ادا کیا کرو۔ ان تمام احکام کے بجالانے میں ہمارا ہی فائدہ ہے جیسا ارشاد خداوندی ہے۔

"فاذکروا لا الله لعلکم تفلحون" (اعراف......۶۹)

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا چرچا کیا کرو اس میں تمہاری ہی بہتری ہے اور کامیابی ہے"۔

خدا کی سب سے بڑی نعمت: ویسے تو ہم پر اللہ تعالیٰ کی اتنی بے حد وحساب نعمتیں ہیں کہ ان کا شکریہ ادا کرنا تو دور کی بات ہے ہم ان کا شمار بھی نہیں کر سکتے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

"ان تعدوا نعمة الله لاتحصوھا" (ابراہیم......۳۴)

البتہ اس محسن حقیقی نے اتنی بے شمار نعمتیں عنایت فرمانے کے باوجود کہیں ان انعامات کو شمار کر کے ان پر احسان نہیں جتلایا لیکن خدائے بزرگ و برتر نے ہمیں ایک ایسی نعمت عظمٰی عنایت فرمائی ہے کہ اس نعمت کے نزول پر دنیائے اسلام پر کھلم کھلا احسان جتلایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

" لقد من الله علی المو منین اذ بعث فیھم رسولاً "

(آل عمران......۱۶۴)

ترجمہ: البتہ تحقیق احسان کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر کہ ان میں اپنا (پیارا محبوب) رسول مبعوث فرمایا"

ظاہر بات ہے کہ جب باقی تمام نعمتوں کے نزول پر اللہ رب العزت نے احسان نہیں جتلایا تو جس ایک نعمت کے نزول پر اللہ تعالیٰ نے احسان جتلایا ہے یہ اس بات کی پختہ دلیل ہے کہ وہ نعمت اللہ تعالیٰ کی باقی تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے۔

حضور اللہ کی نعمت ہیں:

ارشاد خداوندی ہے!

" الذین بدلو ا نعمة الله کفراً" (ابراہیم......۲۸)

ترجمہ: یعنی وہ بد بخت جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت کو کفر کر کے بدل ڈالا"

اس آیت مبارکہ کے متعلق مفسر بارگاہ رسالت عم زاد مصطفےٰ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرنے والے قریش مکہ ہیں اور جناب عمرو بن دینار نے فرمایا "نعمۃ اللہ" "اللہ کی خاص نعمت سے مراد جناب محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی ذات والا صفات ہے (بخاری ج ۲ ص ۵۶۶) اور یہ وعید صرف کفار مکہ تک محدود نہیں ہے بلکہ قیامت تک جو بھی شخص کفار مکہ طرح کی ناقدری کرے گا۔ ان کے فضائل و کمالات کا منکر ہو اس کا حشر بھی ان کفار ہی کے ساتھ ہوگا، اور ان بدبختوں کی سب سے بڑی بدبختی یہ ہے کہ حضور کے فضائل و کمالات کو پہچانتے بھی ہیں اور صرف ضد اور عناد سے انکار کر دیتے ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

" یعرفون نعمة الله ثم ینکرونها واکثر هم الکافرون"

(نحل...... ۸۳)

ترجمہ: دوسرے مقام پر ان کی پہچان کی مزید وضاحت کی گئی ہے۔

"یعرفونه کما یعرفونا ابنائهم " (بقرہ ۱۴۷)

ظاہر بات ہے جب کسی محسن کے احسان و اکرام اور اس کے تحفہ کی ناقدری اور ناشکری کی جائے تو انعام کرنے والا اس بات پر ناراض ہو جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس مسلم اصول کے مطابق یہ اعلان فرمایا!

" فمن یکفر بعد منکم فانی اعزبه عذاباً لا اعذبهاحد من العالمین" (مائدہ ۱۱۵)

ترجمہ: یعنی خبردار یاد رکھو میری نعمت کے تشریف لانے کے بعد تم میں سے جس نے میری نعمت کے ساتھ کفر کیا تو میں اس کو ایسا سخت عذاب کروں گا کہ آج تک دنیا میں کسی کو ایسا سخت عذاب نہ کیا ہوگا"۔

حاصل مطالعہ سابقہ:

برادرانِ اسلام! آپ نے گزشتہ صفحات میں کافی آیات قرآنیہ معتبر تفاسیر اور احادیث مصطفےٰ ﷺ کا مطالعہ فرمایا آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ بات اچھی طرح سمجھ چکے ہوں گے کہ۔۔

☆......جس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی قوم پر کوئی نعمت نازل ہوتی ہے وہ دن اس کیلئے عید کا دن ہوتا ہے۔

☆...... اس عید کے دن اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا ذکر زیادہ سے زیادہ کیا جائے۔

☆......اس عید کے دن اس نعمت خدا کا پوری کائنات میں چرچا کیا جائے۔

☆......اس نعمت کے ملنے پر زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے۔

☆......نعمت خدا کے ملنے پر جب اس کا چرچا کیا جائے تو بہت خوشی کا اظہار کرنا چاہئے۔

☆......اس نعمت الٰہیہ پر جتنی بھی خوشی کریں گے اور نعمت الٰہیہ کا جتنا بھی چرچا کریں گے وہ ہمارے لئے مفید اور بہتر ہوگا اور آخرت میں ہماری نجات کا

سبب ہوگا،

☆......نعمت خداوندی کی ناقدری اور ناشکری کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب فرمائے گا۔

☆......نعمت خدا کی جتنی زیادہ بھی قدر ومنزلت کی جا سکے اتنا ہی اللہ تعالیٰ زیادہ راضی ہوگا۔

☆......جس دن اللہ کی کوئی نعمت نازل ہو وہ دن ہمیشہ ہمیشہ کیلئے عید کا دن بن جاتا ہے۔

☆......محمد مصطفےٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہیں۔

عید میلاد النبی ﷺ: آپ پڑھ چکے ہیں کہ بیان خدوندی کے مطابق جس دن جناب عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمان سے کھانا اتارا گیا، اللہ کے سچے پیغمبر نے اس دن کے متعلق فرمایا کہ "یہ دن ہمارے لئے، ہمارے پہلوں اور ہمارے بعد والوں سب کیلئے عید کا دن ہے"۔ آپ غور فرمائیں کہ جب کھانے جیسی ایک عام سی نعمت جو انبیاء و اولیاء بلکہ عام لوگوں پر بھی من وسلویٰ کی شکل میں اترتی رہی یہ کھانے کے اترنے کا دن کلام خداوندی اور بیان پیغمبری کے مطابق ہمیشہ ہمیشہ کیلئے عید کا دن ہے تو جس دن امام الانبیاء، تاجدار بطحیٰ، شافع یوم الجزاء، بے کسوں کے ملجا، بے بسوں کے ماویٰ، یتیموں کے سہارا، سیاح لامکاں، صاحب قاب قوسین محبوب رب العالمین، میرے اور آپ سب کے آقا و مولا، سرور کائنات، فخر موجودات، اصل کائنات، جان کائنات بلکہ ایمان کائنات جناب محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ ﷺ کائنات عالم میں ظہور فرمائیں وہ دن عید کا دن کیوں نہ ہوگا؟ جس دن سرکار ابد قرار کائنات کو رونق بخشی وہ دن یقیناً اور بدرجہ اولیٰ عید کا دن ہوگا اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے عید کا دن ہوگا۔

جشن عید میلاد النبی ﷺ: جب یہ بات قرآن و حدیث سے ثابت ہوگئی کہ حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کی تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہیں تو پھر بمطابق حکم خداوندی

☆......آپ کی تشریف آوری کے دن کو عید میلاد النبی ﷺ کہنا جائز ہوا۔

☆......عید میلاد النبی ﷺ کے دن خصوصی طور پر آپ پر درود وسلام پڑھنا بھی صحیح ہوگا۔

☆......عید میلاد النبی ﷺ کے دن شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے ہر طرح خوشی منانی جائز ہوگی۔

☆......عید میلاد کے موقع پر صدقہ وخیرات کرنا، روزہ رکھنا اور تبرک تقسیم کرنا بالکل جائز ہیں۔

☆......محافل میلاد میں آپ کی نورانیت آپ کی ولادت باسعادت، آپ کی رحمت اور آپ سے متعلقہ ہر چیز کا ذکر کرنا کار ثواب اور ذریعہ نجات ہے۔

☆......جشن عید میلاد النبی پر وہ کام جائز و مستحسن ہے جس کی ممانعت قرآن و سنت سے ثابت نہ ہو۔

میلاد النبی پر خوشی منانے پر فائدہ: حدیث شریف میں ہے!" و ثویبة مولاة لابی لهب و کان ابو لهب اعتقها فارضعت النبی ﷺ فلما مات ابو لهب اریه بعض اهله بشر حيبة قال له ما ذا لقيت قال ابو لهب لم الق بعدكم غير انی سقيت فی هذه بعتاقتی ثويبة" (بخاری شریف ج۲ ص۷۶۴)

شارح بخاری عسقلانی: اس حدیث کے تحت شارح بخاری علامہ عسقلانی تحریر فرماتے ہیں" ان العباس قال لما مات ابو لهب رایته فی منامی بعد حول فی شر حال فقال ما لقيت بعدکم راحة الا ان العذاب یخفف عنی فی کل یوم اثنين قال و ذالک ان النبی ﷺ ولد یوم الاثنين وکانت ثويبة بشرت ابا لهب بمولده فاعتقها "(فتح الباری شرح بخاری ج۹ ص۱۱۸)

جناب عباس رضی اللہ عنہٗ فرماتے ابولہب کے مرنے کے ایک سال بعد میں نے اسے خواب میں عذاب میں مبتلا دیکھا۔ میں نے پوچھا بھائی کیسی گزر رہی ہے۔ ابولہب کہنے لگا جب سے تم سے جدا ہوا ہوں عذاب

میں گرفتار ہوں، ہاں ہر سوموار کو میرے عذاب میں کمی کی جاتی ہے اور جناب عباس فرماتے ہیں بات یوں ہے کہ حضور ﷺ سوموار کو پیدا ہوئے تھے اور ثوبیہ (ابولہب کی لونڈی) نے جا کر ابولہب کو (بھتیجے کی ولادت کی) خوش خبری دی تھی تو ابولہب نے اسے (آپکی ولادت کی خوشی میں ولادت کی خبر لے کر آنے والی لونڈی کو) آزاد کر دیا تھا اور اپنی شہادت کی انگلی کی طرف اشارہ کیا کہ ہر سوموار کو جس انگلی سے اشارہ کر کے میں نے ولادت محمدی پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی لونڈی کو آزاد کیا تھا اس انگلی سے ٹھنڈا پانی نکلتا ہے جو میں پی لیتا ہوں اور اس گھڑی مجھ پر عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔

مفسر قرآن حافظ ابن کثیر:

مفسر قرآن، مورخ اسلام، ابوالفدا اسماعیل بن عمر بن کثیر قرشی دمشقی فرماتے ہیں۔

"ان ابا لهب قال للعباس انه لیخفف علی فی مثل الاثنین قالوا لانه لما بشرته ثوبیة بمیلاد ابن اخیه محمد بن عبد الله اعتقها من ساعته مجوزی بذا لک" (البدایہ والنہایہ......ج ۲، ص ۲۷۳)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی:

شیخ محقق بالاتفاق علی الاطلاق جناب شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ اس حدیث شریف کے متعلق فرماتے ہیں۔

"فاذا کان هذا ابو لهب الکافر الذی نزل القرآن بذمه جوزی فی النار بفرحه لیلة المولد النبی ﷺ فما حال المسلم من امتیه یسر بمولده و یبذل ما توصل الیه قدرته فی محبته ﷺ لعمری انما کان جزاءه من الله الکریم ان یدخله بفضله لعمیم جنات النعیم ولا یزال اهل الاسلام یحتفلون بشهر مولده ﷺ و یعملون الوالائم و یتصدقون فی لیالها نواع الصدقات ویظهرون السرور و یزیدرون فی لامبرات و یعتنون بقراة مولده الکریم و یظهر علیهم من مکانه کل فضلٍ عمیم و مما جز من خواصه ان امان فی ذالک العام و بشری عاجل بنیل البغیة المرام فرحم لالله امرءً اتخذ لیالی شهر م،و لده المبارک اعیاراً لیکون اشد غلبة علی من فی قلبه مرض " و عناد" (ماثبت بالسنۃ ص ۱۰۲)

عید میلاد مناؤ اور جنت میں گھر بناؤ:

یعنی علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں جب ابولہب کافر کو "جس کی مذمت قرآن میں آتی ہے" اس خوشی کا یہ صلہ ملا جو اس نے آپ کی ولادت پر خوشی کا اظہار کیا تھا تو اس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو آپ کی امت میں ہو کر آپ کی پیدائش کی خوشی کرتا ہے اور آپ کی محبت میں جتنا ہو سکتا ہے خرچ کرتا ہے، مجھے اپنی زندگی کی قسم یقیناً مولائے کریم کی طرف سے اس کی یہی جزا ہوگی وہ اپنے فضل و کرم سے اسے نعمتوں والے باغوں میں داخل فرمائے گا، عید میلاد ہمیشہ سے مسلمانوں کا طریقہ ہے:

اور ہمیشہ سے ہی مسلمانوں کا یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ حضور ﷺ کے ولادت کے مہینہ میں میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں اور کھانے پکا کر اس مہینہ کی راتوں میں طرح طرح کے تحفے خوب تقسیم کرتے ہیں اور ان لوگوں پر اس عمل کی برکت سے ہر قسم کی برکتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

محفل میلا د رد البلاء:

محفل میلاد ﷺ کے خصوصی مجربات میں سے ہیں کہ محافل میلاد منانے والے سال بھر تک مصائب سے امان پاتے ہیں اور ان کیلئے حاجات کے پورا ہونے اور ضروریات کے حاصل ہونے کی بڑی بشارت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس شخص پر زیادہ سے زیادہ رحمتیں نازل فرمائے جس نے میلاد شریف کے دنوں کو عید کا دن بنایا۔

عید میلاد مناؤ منکروں کے دل جلاؤ:

جشن عید میلاد النبی ﷺ مناؤ تا کہ جس کے دل میں عناد اور بغض کی بیماری ہے اس پر اور زیادہ شدت ہو (تمام ترجمہ عبارت بالا از ماثبت بالسنہ مترجم ص ۱۵۵)

شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی:

پاک و ہند میں حدیث کے مسلم استاد (پاک و ہند) کے ہر مکتبہ فکر کے تقریباً تمام علما کی حدیث کی سند کسی نہ کسی طریقہ سے جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے ضرور ملتی ہے اور آپ تقریباً تمام مکاتب کے مسلم بزرگ ہیں۔ جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ جناب شاہ کے والد جناب شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں۔

"اخبرنی سیدی الوالد قال کنت اصنع فی ایام المولد طعاما صلة با النبی ﷺ فلم یفتح لی سنة من السنین شی" اصنع

به طعاما فلم اجر الالحمصا مقليا فقسمته بين الناس فرايته ﷺ و بين يدی هذا الحمص مبتهجاً بشاشاً" (درثمین ص ۴۰)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں کہ

"میرے والد ماجد جناب شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ نے بیان فرمایا میں میلاد شریف کے دنوں میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں نذرانہ پیش کرنے کی نیت سے کھانا تیار کرتا تھا، ایک سال ایسا ہوا کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں تھی (رقم نہیں تھی) چنانچہ میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے لئے اور (میلاد شریف کے تبرک کے طور پر) لوگوں میں تقسیم کردیئے چنانچہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں اور محفل میلاد النبی پر تقسیم کیا گیا تبرک) میرے وہ چنے حضور کے سامنے موجود ہیں اور آپ ان کو دیکھ دیکھ کر خوش ہورہے ہیں،

مولانا عبدالحئی لکھنوی: ہندوستان کی معروف علمی شخصیت جناب مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی رقم طراز ہیں۔

"جو ابولہب کی باندی ثویبہ جب خبر ولادت لے کر جاتی ہے تو وہ خوشی سے سرشار ہو کر اس کو آزاد کردیتا ہے اس کے مرنے کے بعد لوگوں نے خواب میں اس کا حال پوچھا ابولہب جواب میں کہتا ہے "موت کے دن سے برابر عذاب میں مبتلا ہوں مگر سوموار کی رات میں آں حضرت کی ولادت سے خوش ہونے کی وجہ سے میرے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔" پس جبکہ آنحضرت ﷺ کی ولادت کی خوشی میں ابولہب جیسے بد بخت کے عذاب میں تخفیف ہوسکتی ہے تو اگر آپ کا ایک امتی جو ولادت پر خوش ہو کر اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے تو کیوں اعلیٰ مرتبہ پر نہ پہنچے گا، خوشی کے موقع پر اجتماع کی نظیریں شریعت میں ثابت ہیں بلکہ گاہ بگاہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آنحضرت کے مواعظ کا گلی کوچوں اور بازاروں اعلان کیا کرتے تھے اس لئے علماء اس کی اجازت دیتے ہیں اور اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں جس کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہوگا۔ جس زمانہ میں بھی یہ عمل مستحب طریقہ پر کیا جائے تو ثواب کا باعث ہوگا، صحابہ کرام اپنی مجالس کو آنحضرت کے اسی قسم کے انکار سے انوار الٰہی کے نزول کا محل بناتے تھے (فتاویٰ عبدالحئی ص ۱۰۴)

محفل میلاد میں فرشتوں کی آمد: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فیوض الحرمین میں لکھا ہے کہ مکہ معظمہ میں اس مجلس میں حاضر ہوا جو مولد شریف کے مکان میں بارہ ربیع الاول کو منعقد ہوئی تھی اس میں ذکر ولادت شریف اور خوارق عادت وقت ولادت کا پڑھا جاتا تھا میں نے دیکھا کہ یکبارگی کچھ انوار اس مجلس میں بلند ہوئے میں نے ان انوار میں تامل کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ انوار ملائکہ تھے جو ایسی متبرک محفلوں میں حاضر ہوا کرتے تھے سو مسلمانوں کو چاہئے کہ محبت جناب رسول مقبول کے تقاضہ کے مطابق محفل میلاد شریف کیا کریں اور محافل میلاد النبی ﷺ میں شامل ہوا کریں (تمام از تواریخ حبیب الہٰ ص ۸)

مفتی عنایت اللہ اور ابولہب والی روایت:

اہل حدیث و دیوبند کے معتمد مورخ عالم مفتی عنایت اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

"جب ابولہب جیسے کافر (جس کی مذمت قرآن شریف میں وارد ہے) کو لبسبب خوشی ولادت شریف کے تخفیف عذاب ہوتی جو مسلمان ولادت شریف پر خوشی اکا ظہار کرے خیال کرنا چاہئے کہ اس کو کیسا ثواب ہوگا اور کیا کیا برکات اس کے شامل حال ہونگے (تواریخ حبیب الہٰ ص ۹)

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

جب یہ روایت پیش کی جاتی ہے تو بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ

☆......یہ واقع خواب کا ہے۔

☆......یہ خواب حضرت عباس کے زمانہ قبل از اسلام کا ہے۔

☆......کافروں کو کسی بھی عمل کو ثواب نہیں ملتا۔

تو جناب گزارش ہے بخاری شریف کو دوست حضرات قرآن پاک کے بعد سب سے صحیح کتاب مانتے ہیں تو اگر یہ روایت ایسی ہی بے اعتباری تھی تو امام بخاری نے اسے اپنی کتاب میں بیان ہی کیوں کیا۔ کیا" امام بخاری، امام بیہقی اور دیگر محدثین و مفسرین جو آج تک اس روایت کو بلا نکیر بیان کرتے، اس کو صحیح مانتے اور اس کو دلیل بنا کر ولادت جناب رسول مقبول ﷺ پر خوشیاں مناتے اور تمام ایمان والوں کو اس مبارک موقع پر خوشیاں منانے کا حکم فرماتے اور خوشیاں منانے پر لوگوں کو جنت کی بشارتیں

دیتے رہے ہیں'' ان اکابرین اسلام کو اس بات کا علم نہیں تھا جو آج آپ کو ہو گیا ہے۔ کچھ تو خدا کا خوف کرو، کل کو مرنا ہے اور خدا کے حضور جواب دہ ہونا ہے کیا آپ نے ہر اس بات کا انکار کرنا اپنا فرض سمجھ رکھا ہے۔ جس سے کسی بھی طرح میرے آقا کی شان کا ظہار ہوتا ہو، کیا آپ میرے آقا کا کلمہ نہیں پڑھتے اگر پڑھتے ہیں تو خدا اور اس کلمے کی ہی لاج رکھیں۔ آپ اپنے باپ دادا کی شان بیان کرتے ہوئے تو تمام اصول پس پشت ڈال دیتے ہیں حالانکہ فرمان رسالت ہے ''تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے باپ، بیٹے ور تمام لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے۔''

آج بھی اپنا یہ غلط عقیدہ چھوڑ دیں تاکہ کل قیامت کو خدا اور اس کے رسول کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ باقی جہاں تک خواب کا تعلق ہے احادیث کا مطالعہ کرنے سے اچھی طرح پتہ چل جائے گا کہ تاریخ اسلام میں خوابوں پر اعتماد کیا جاتا رہا ہے جبکہ بیان کرنے والا کوئی شریف انسان ہو اور حضرت عباس ایک شریف خاندان کے شریف فرد ہیں۔ آپ پر کبھی کذب و افترا کا الزام نہیں لگا اور موجودہ اذان بھی صحابہ کو خواب ہی میں القاء کی گئی تھی

۲......رہی یہ بات کہ غیر مسلم کا خواب حجت نہیں ہوتا اس کے متعلق عرض ہے کہ جناب سیدنا صدیق اکبر نے جو شام میں خواب دیکھا تھا وہ بھی قبول اسلام سے پہلے دنیائے اسلام میں آج تک کسی نے اس کا انکار نہی کیا، جناب یوسف علیہ السلام کے سامنے جن دو قیدیوں نے خواب بیان کئے تھے وہ بھی مشرک ہی تھے۔ اگر یہ بھی کوئی قانون شرعی ہوتا کہ غیر مسلم کا خواب صحیح نہیں ہو سکتا تو آپ ان کی تعبیریں بیان نہ فرماتے بلکہ یہ فرمادیتے کہ تم کافر ہو تمہاری خوابیں ہی غلط ہیں پھر تعبیر کا ہے کی اور قرآن گواہ ہے کہ آپ نے تعبیریں بیان فرمائیں اور وہ بھی صحیح ہوئیں۔ اور پھر فضائل میں ضعیف حدیث بھی قبول ہوتی ہے۔

علامہ عسقلانی کا فیصلہ: باقی رہ گئی یہ بات کہ کافر کو اس کے اچھے عمل کا ثواب نہیں ملتا تو اس کے متعلق شارح بخاری علامہ عسقلانی اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

''فیحتمل ان یکون ما یتعلق بالنبی ﷺ مخصوصاً من ذالک بدلیل قصہ ابی طالب کما تقدم انہ' خفف عنہ' ہذا ان یقع التفضل المذکور اکراما'لمن وقع من .... الکافر البر لہ و نحو ذالک'' (فتح الباری ج۹ ص۱۱۹)

یعنی جناب محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کو اللہ تعالیٰ نے یہ مخصوص امتیازی مقام عنایت فرمایا ہے کوئی کافر بھی آپ کی عزت و خدمت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کافر کو بھی محروم نہیں رکھتا بلکہ حضور کی عزت و خدمت کے بدلے کافر پر بھی مہربانی فرمادیتا ہے۔

میلادِ مصطفوی پر جھنڈے: دسویں صدی ہجری کے جلیل القدر محدث، مفسر اور مورخ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریم کی والدہ ما جدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ بارہ ربیع اول شریف کی رات کو جب حضور کی ولادت باسعادت ہوتی ہے تو '' روایت ثلاثۃ اعلامہ منصوبات علم بالمشرق وعلما بالمغرب و علما'علیٰ سطح الکعبۃ '' (النعمۃ الکبریٰ علی العالم ص ۶۶ ماثبت من السنہ ص ۸۸، الشمامۃ العنبریہ ص ۹، مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۶، خصائص کبریٰ ج ۱ وغیرہم میں تین جھنڈے گڑے ہوئے دیکھے ایک جھنڈا مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔ ہم میلادِ مصطفےٰ کی خوشی میں جھنڈیاں لگاتے ہیں تو بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کی ولادت پر بڑے بڑے جھنڈے لگا ئے۔ فرمائیے اللہ کے متعلق کیا خیال ہے............؟

میلادِ مصطفوی پر چراغاں: ''قالت آمنۃ وانتشر القمر فوق راسی کالخیمۃ واصطفت النجوم علی راسی کالقنا دیل البہیۃ (نعمۃ کبریٰ ص ۶۶) یعنی چاند خیمہ کی طرح سیدہ آمنہ کے سر مبارک پر جھک گیا اور ستارے آپکے سر اقدس پر مشعلوں کی طرح ہو گئے''

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں'' آپ کے تولد شریف کے وقت خانہ کعبہ نور سے معمور ہو گیا اور ستاروں کو دیکھا کہ زمین سے اس قدر نزدیک آگئے ہیں کہ مجھ کو گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے (نشر الطیب ص ۲۴) ستارے آسمان سے لٹک آئے تھے اور زمین حرم سے ایسا قریب ہو گئے تھے کہ گمان ہوتا تھا کہ زمین پر گر پڑیں گے (تواریخ حبیب الہٰ ص ۷) یہ واقعات تو سیرت کی تقریباً تمام کتابوں میں موجود ہیں لیکن اختصار ملحوظ ہے، باقی اپنی اپنی

توفیق اور طاقت کی بات ہوتی ہے اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا خالق و مالک ہے اس نے اپنے پیارے محبوب کی آمد پر مکہ مکرمہ میں چاند تاروں سے چراغاں کیا مکہ مکرمہ کی گلیوں، بازاروں اور گھروں کو اپنے انوار و تجلیات سے منور کیا ہم خدا کی رضا حاصل کرنے کی خاطر خدا کے پیارے محبوب کی آمد کی خوشی میں اپنی حیثیت کے مطابق بلب فانوس، ٹیوبیں، مرچیں اور موبتیاں جلا کر چراغاں کر کے سنت الٰہیہ پر عمل کر لیتے ہیں،

حیرت ہے: جو حضرات جشن عید میلاد النبی ﷺ کے مبارک موقع پر چراغاں کرنے پر بڑا شور کرتے ہیں اور بڑی فتویٰ بازی کرتے ہیں وہ حضرات اپنے مذہبی سیاسی، سماجی اور ذاتی جلسوں اور محفلوں میں ہم سے بہت زیادہ چراغاں کرتے ہیں اور جلوس عید میلاد النبی پر اعتراض کرنے والے خود بڑے بڑے اہتمام کر کے بڑے بڑے جلوس نکالتے ہیں اور بڑے بڑے اشتہار اور لمبے لمبے اعلان کر کے ان جلوسوں میں شمولیت کی دعوت دیتے ہیں اور انہیں جذبہ غیرت ایمانی سے تعبیر کرتے ہیں اور ان جلسے جلوسوں پر کروڑوں روپے خرچ کرتے ہیں اور اس پر کوئی فتویٰ نہیں ہوتا۔

ایک فریب: جب کبھی ان سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ میلاد پاک کے جلسے اور جلوس کو تو تم بدعت اور ناجائز کہتے ہیں لیکن خود دن رات ریالوں کی طفیل بڑے بڑے جلسے اور جلوسوں کے اہتمام کرتے رہتے ہو آخر یہ سب کچھ کیسے جائز ہے ہے تو ایک چال چلتے ہیں کہ ''جی ہم یہ جلوس، یہ جلسے اور یہ چراغاں ثواب سمجھ کر نہیں کرتے'' کوئی ان بھلے مانسوں سے پوچھے یار و ثواب سمجھ کر نہیں کرتے تو پھر عذاب سمجھ کر کرتے ہو؟ چلو جو بھی سمجھ کر کرتے اسکو واضح کرو اور پھر ہم سے کلمہ اور درود شریف پڑھنے پر نبوت کا مطالبہ کرتے ہو (الحمد للہ ہمارے پاس ہر طرح کے دلائل و براہین موجود ہیں جس کا جی چاہے راقم کے پاس آ کر دیکھ لے) ذرا آپ بھی اپنے ان جلسے جلوسوں اور چراغاں، دروازے، بینرز، سٹکر، اشتہارات اور اعلانات (تعجب ہے یہ حضرات نفل نماز کے اعلان کو ناجائز کہتے ہیں) وغیرہ ان کی مقرر کردہ شرعی حیثیت کے مطابق قرآن کریم، حدیث مصطفےٰ، آثار صحابہ اور اجماع امت کے مطابق ان کے دلائل جواز سے مطلع فرمائیں، ویسے امید غالب ہے کہ آپ سکوت فرمائیں گے اور اگر کچھ کہنے کی زحمت گوارا فرمائیں گے تو وہ آپ کا نہیں بلکہ انشاء اللہ ہمارا ثبوت بنے گا،

شب میلاد انوار کی بارش: حدیثوں میں آیا ہے کہ شب میلاد مبارک کو عالم ملکوت میں ندا کی گئی سارے جہان کو انوار اقدس سے منور کر دو اور زمین و آسمان کے تمام فرشتے خوشی اور مسرت سے جھوم اٹھے، داروغہ جنت کو حکم ہوا کہ فردوس اعلیٰ کو کھول دے اور سارے جہان کو خوشبوؤں سے معطر کر دے..... یقیناً تمام جہان والوں کو بھی مسرور ہونا چاہئے......اس رات ہر گھر روشن اور منور تھا کوئی یہ جگہ ایسی نہیں تھی جو انوار قدس سے جگمگا نہ رہی ہو جانوروں نے ایک دوسرے کو مبارک بادیں دیں (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۱)

بوقت ولادت ظہور نور: مخدومۂ امت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ''انی رایت خرج منی نور اضائت له قصور الشام'' میں نے ولادت محمد مصطفےٰ ﷺ کے وقت دیکھا کہ میرے جسم اطہر سے ایک عظیم المرتبت نور ظاہر ہوا! اور اس نور نے مشرق و مغرب کو یوں ڈھانپ لیا کہ میں نے اپنے حجرۂ پاک میں بیٹھے بیٹھے شام کے محلات دیکھ لئے'' (باختلاف الفاظ، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۱۱۶، مواہب لدنیہ ج ۱ ص ۲۲، سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۷۷، ص ۹۲، زرقانی ج ۱ ص ۹۱، مجمع الزوائد، ج ۸ ص ۲۳۱، انوار محمدیہ ص ۱۶، البدایہ ج ۲ ص ۲۶۴، ما ثبت من السنۃ ص ۵۳، مشکوٰۃ ص ۵۰۵، کتاب الوفاء ج ۱ ص ۳۶، دلائل النبوت ج ۱ ص ۶۹، اسعاف الرغبین ص ۱۰، جواہر البحار ج ۱ ص ۵۷، سیرۃ نبویہ ص ۳۸، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۰، نشر الطیب ص ۱۹، ابو نعیم ج ۱ ص ۴۰)

میلاد شریف، شرک کا توڑ: بعض لوگ جشن عید میلاد النبی ﷺ منانے والوں پر بغیر سوچے سمجھے کفر و شرک کے فتوے لگا دیتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ''میلاد النبی تو شرک کا توڑ ہے کیونکہ لفظ ''میلاد'' کے معنی ہیں کسی پیدا ہونے والے کی پیدائش کا وقت یا کسی کے پیدا ہونے کی جگہ (المنجد ص ۱۳۹۶، منتہی الارب ج ۴ ص ۳۶۶، فیروز اللغات ج ۲ ص ۴۷۲ وغیرہ) تو ظاہر بات ہے جو حضور کا میلاد منا رہا ہے وہ آپ کی ولادت کا قائل ہے اور یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ جو پیدا ہوا ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا تو ثابت ہوا کہ جو مسلمان جشن میلاد النبی ﷺ منا رہا ہے وہ حضور کو خدا نہیں سمجھتا بلکہ خدا

کی پیدا کردہ مخلوق سمجھتا ہے (ہاں البتہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے بعد کوئی آپ سے زیادہ شان والا نہیں ہے آپ خدا کے محبوب اور کائنات کے مقصود ہیں) اور حضور کو خدا کا بندہ اور رسول ماننا شرک نہیں بلکہ یہ تو عین ایمان ہے لہذا جشن عید میلاد النبی ﷺ منانا شرک کا بہت بڑا توڑ ہے کیونکہ اگر جشن عید میلاد النبی ﷺ منانے والا معاذ اللہ آپ کو خدا مانتا ہوتا تو کبھی بھی آپ کی ولادت کا عقیدہ نہ رکھتا۔

عبد کے لفظ سے شبہ: بعض بازاری عالم (جن جاہلوں کا کام بازار میں دوکانوں پر بیٹھ کر سادہ لوح اور کم علم لوگوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنا ہوتا ہے درحقیقت وہ ابن عبدالوہاب اینڈ کمپنی کے خفیہ ایجنٹ ہوتے ہیں اور کسی صاحب علم شخص کے سامنے کبھی بھی بات نہیں کریں گے،) بھولے بھالے مسلمانوں کو اس طرح بھی دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ "جب آپ حضور کو "عبد" مانتے ہیں اور عبد کے معنی ہیں "بندہ" کے ہیں تو پھر حضور ﷺ نور کیسے ہوئے کیونکہ جو بندہ ہوگا وہ بشر ہوگا لہذا ثابت ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نور نہیں ہیں"

حضور افضل البشر: ہمارا اہل سنت و جماعت کا عقیدہ متفقہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی تخلیق اولیٰ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کے فیض سے بشکل نور فرمائی اس تخلیق اولیٰ کے لحاظ سے آپ نور ہیں اور جب آپ جناب عبداللہ کے گھر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی آغوش مبارکہ میں جلوہ افروز ہوئے تو وہ آپ کا لبادۂ بشری تھا لیکن بشریت میں بھی آپ کا کوئی مثل نہیں ہے بلکہ آپ بے مثل بشر اور افضل البشر ہیں۔

عبدہ کی وضاحت: قرآن وحدیث اور عربی لغات کے لحاظ سے یہ مفروضہ سراسر غلط ہے عبد کے معنی بشر ہوتے ہیں (ویسے اگر ہوں بھی تب بھی ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ہم آپ ﷺ کے ظہور بشری کے قائل ہیں) اختصار کی خاطر صرف چند آیات قرآنیہ ہی سے وضاحت پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

"لن یستنکف المسیح ان یکون عبد اللہ ولا الملائکۃ المقربون" (نساء......۱۷۲)

ترجمہ: یعنی نہ مسیح اللہ کا بندہ بننے سے کچھ نفرت کرتے ہیں اور نہ اللہ کے مقرب فرشتے اللہ کا بندہ بننے میں کچھ عار محسوس کرتے ہیں"

اس آیت میں اللہ کی نوری مخلوق فرشتوں پر لفظ "عبد" کا استعمال ہوا ہے، ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

"و قالو اتخذ الرحمان ولداً سبحانہ بل عبادٌ مکرمون" (انبیاء......۲۶)

ترجمہ: کافروں نے کہا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی اولاد ہیں حالانکہ وہ اولاد سے پاک ہے بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) وہ تو اللہ تعالیٰ کے عزت والے بندے ہیں

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق فرشتوں پر لفظ "عبد" استعمال ہوا ہے کیونکہ عبا عبد کی جمع ہے، ایک اور مقام پر بیان خداوندی ہے۔

"وجعلوا الملائکۃ الذین ھم عباد الرحمان اناثاً" (زخرف......۱۹)

ترجمہ: کافروں نے فرشتوں کو جو کہ اللہ کے بندے ہیں عورتیں ٹھہرایا۔"

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی نور مخلوق فرشتوں پر لفظ "عبد" استعمال ہوا ہے اور تمام مکاتب فکر اس بات پر متفق ہیں کہ فرشتے نور ہیں اور قرآن مجید فرقان حمید میں متعدد مقامات پر فرشتوں پر عبد کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اگر تو حضور عبد ہونے کی وجہ سے نور نہیں بن سکتے تو تمام فرشتے بھی عبد ہونے وجہ سے بشر ہی ہونگے اور اگر فرشتے "عبد" یا "رجل" ہو کر بھی نور ہی رہتے ہیں تو "عبد" یا "رجل" بننے سے حضور ﷺ کی نورانیت میں بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔

فرشتے بشر بن کر آئے: ☆......ہاروت و ماروت دو فرشتے بالکل انسانی شکل میں آئے۔ (بقرۃ......۱۰۲)

☆......حضرت مریم کے پاس جبرئیل انسانی شکل میں (بشر بن کر) آئے۔ (مریم ۱۷)

☆ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس فرشتے انسانی شکل میں آئے۔ (ص ۲۱)

☆......حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے انسانی شکل میں آئے (ذاریات ۲۴)

☆......حضرت لوط علیہ السلام کے پاس فرشتے انسانی شکل میں آئے۔

(ہود.......۷۷)، (عنکبوت.......۳۳)

الغرض قرآن وحدیث میں بے شمار ایسے واقعات ہیں کہ فرشتے مکمل بشری شکل بن کر دنیا میں آتے رہے اور جب بشر بن کر آئے تو بشریت کے تمام لوازمات بھی واقع ہوئے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عزرائیل کو تھپڑ مارا اور عزرائیل کی آنکھ نکل گئی (بخاری ج ا ص ۴۸۳) ہاروت اور ماروت نے شراب پی، ایک عورت پر عاشق ہوئے قتل کیا بلکہ زنا بھی کیا اور معتوب ہوئے (تفسیر خازن) یہ تمام باتیں ہونے کے باوجود ان فرشتوں کی نورانیت سے کوئی بھی انکار نہیں کرتا تو جناب رسول مقبول ﷺ کو بھی بشریت کے تمام لوازمات استعمال فرمانے سے آپ کی نورانیت میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔

کیا بارہ ربیع الاول یوم وفات ہے: چھٹی صدی ہجری کے معتبر مورخ اسلام اور محقق عالم لکھتے ہیں،" وکیف ما دارات الحال علی هذا احساب فل؛م یکن الثانی عشر من ربیع الاول یوم الاثنین بو جهٍ" (روض الانف ج ۲ ص ۳۷۲)) نیز تاریخ ذہبی ص ۳۹۹، وفاء الوفاج ا ص ۳۱۸، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۵۶، سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۳۷۳)

ترجمہ: یعنی یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضور کا وصال شریف سوموار کو ہوا تھا اور تقویم کے لحاظ سے مکمل تحقیق کرنے پر اس سال کسی طرح بھی سوموار بارہ ربیع الاول کو نہیں بنتا" (نشر الطیب از مولوی اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندی ص ۲۴۱ حاشیہ) معتمد اہلحدیث مورخ قاضی سلیمان منصور پوری ۱۳ ربیع الاول کو یوم وفات قرار دیتے ہیں (رحمۃ للعالمین ج ۲ ص ۵۰۶) معتبر دیوبندی مورخ شبلی نعمانی یکم ربیع الاول کو یوم وفات قرار دیتا ہے (سیرۃ النبی ج ۲ ص ۱۷۰)

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی: شیخ العرب والعجم امام طریقت نمونہ سلف جنید زماں شبلی دوراں شیخ العلماء والمشائخ حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب تھانوی (اشرف السوانح ج ا ص ۱۶۷) کہا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ ایسا محقق وجامع شریعت و طریقت اور مرجع العلماء والمشائخ شیخ اس زمانہ میں کوئی گزرا نہیں عرب وعجم کے بالخصوص ہندوستان کے جتنے چیدہ چیدہ اور مشہور ومسلم علماء تھے۔ (مثلاً اشرف علی تھانوی، رشید گنگوہی، قاسم نانوتوی، خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہ) سب قریب قریب حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز کے مریدی تھے (سوانح ج ا ص ۱۶۸) فرماتے ہیں" مولد شریف تمام اہل حرمین کرتے ہیں اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے" (شمائم امدادیہ ص ۴۷)

نیز فرماتے ہیں" ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازع کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے ۵۰"

نیز فرماتے ہیں" مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں۔ رہا اعتقاد کہ مجلس مولد میں حضور پرنور تشریف لاتے ہیں اس اعتقاد کو کفر وشرک کہنا حد سے بڑھتا ہے کیونکہ یہ امر عقلاً ونقلاً ممکن ہے بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے (کلیات امدادیہ ص ۷۰)

مولوی رشید احمد گنگوہی: مجدد قطب الارشاد دیوبند مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں" مجلس میلاد اور عرس پہلے مباح تھا" (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۶) نیز لکھتے ہیں" محفل میلاد خالی از منکرات زمانہ خیر القرون (حضور کا زمانہ صحابہ کا زمانہ ارتابعین کا زمانہ) میں پایا جاتا ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲۸)

نواب صدیق حسن اہلحدیث: امام الوہابیہ نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں" جس کو ذکر میلاد شریف کا سن کر فرحت نہ ہو اور اس نعمت پر وہ شکر خدا کا نہ کرے وہ مسلمان نہیں ہے" (الشامۃ العنبریہ ص ۱۲)

مجلس میلاد میں ذکر وفات: مفتی عنایت اللہ صاحب دیوبندی رقمطراز ہیں" کہ میلاد شریف کی محفل میں آپ کی وفات شریف کا ذکر نہیں کرنا چاہئے، یہ محفل واسطے خوشی میلاد شریف کے ہوتی ہے اس میں غم کا ذکر نازیبا ہے۔ حرمین شریفین میں ہرگز قصہ وفات کے ذکر کی عادت نہیں ہے (تواریخ حبیب الٰہ ص ۸)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

صبح میلاد

دور خزاں اب ختم ہوا ہے، نغمہ سرا ہے بلبل شیدا — باد بہاری کھیل رہی ہے، ہر گل ہے مخمور تمنا

گل تبسم، کیف ہوا میں، کیف طرب سے رنگ فضا میں — نکہت گل سے موجِ صبا میں عالم مستی، نشہ صہبا

غنچوں پر اک شان تبسم، مطرب دلکش صرف تنغم — صوت عنادل مست ترنم، دیدۂ نرگس محو تماشا

گلشن رنگیں، کیف بداماں، صبح بہاری عنبر فشاں — روئے زمیں ہے روضۂ رضواں، خلد بریں یا جنت ماویٰ

وردِ ملائک نام ہے کس کا، کس کی ہے یہ صبح ولادت — چھایا ہے کیوں یہ نور کا عالم تحت ثریٰ سے تا بہ ثریا

خلق کریم و لطف عمیم و ابر مطیر و آئیہ رحمت — کون ہے وہ سرمایۂ عظمت روح خلیلؑ و جان مسیحاؑ

تیرگی غم دور ہوئی ہے، ظلمت شب کافور ہوئی — **جا الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا**

فخر رسل وہ زینت عالم نام ہے جن کا احمد اکرم — فیض سراپا، لطف مجسم جن کے ہیں اسما الحسنیٰ

سورۂ شمس ہے عارض انور اور والیل ہیں گیسوئے مشکیں — سید امی، خواجۂ عالم، جلوہ طراز عرش معلی

عقل مکرم، رحم مجسم، احسن خلقت، ظل الہیٰ
جسم مطہر نور کا پیکر، صبح ہدایت قلب مصفا

سید فیضی جالندھری

جشن عید میلاد النبی کا فلسفہ

محمد معراج الاسلام

جشن میلاد سے مراد بارہ ربیع الاول شریف کا روزِ سعید ہے۔ جسے اہل ایمان، حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے حوالے سے مناتے ہیں اور اظہار ومسرت کے لئے خیرات وصدقات اور تبادلہ تحائف کے علاوہ ذکر ونعت نبی ﷺ پر مشتمل جلوس بھی نکالتے ہیں۔ فضائل وکمالات رسالت بیان کرنے کے لئے محفلیں منعقد کرتے ہیں اور درود وسلام کی مجلسیں سجاتے ہیں۔

اظہار مسرت اور جشن منانے کا یہ طریقہ، اہل اسلام میں صدیوں سے عروج ہے۔ دورِ مروج اسلام میں صحابہ کرام بھی یہ دلنواز اور ایمان پرور دن مناتے رہے۔ خود حضور ﷺ نے اس پیارے دن کو اسی نسبت وحوالے سے منایا بلکہ اگر ذرا گہری نظر سے دیکھا جائے تو اس جشن مسرت کے ڈانڈے ابتدائے آفرینش آدم سے ملتے نظر آتے ہیں جب کہ تخلیق آدم کے قصے چل رہے تھے اور ابتدائے آدمیت کے مشورے ہو رہے تھے۔

یہ الگ بات ہے کہ ہر دور کے تقاضے الگ ہوتے ہیں۔ ایک ہی عمل مختلف زمانوں اور وقتوں میں بالکل مختلف شکل اختیار کر لیتا ہے۔ مگر بنیادی روح تو کارفرما رہتی ہے، اس لئے بدلی ہوئی اور ارتقاء پذیر شکل کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ اس روح کو دیکھا جاتا ہے جو اس کے پیچھے قوت محرکہ ہوتی ہے اور اسے وجود عطا کرتی ہے اس قانون کی روشنی میں دیکھا جائے تو بے شک اظہار مسرت کے طریقوں میں تبدیلی آ گئی ہے۔ وقت کے ساتھ ان میں تنوع اور ارتقاء پیدا ہو گیا ہے اور اس میں نمود اجلال وشوکت کے ایسے عناصر شامل ہو گئے ہیں۔ جو پہلے کبھی نہیں تھے۔ مگر اصل روح وہی موجود ہے۔ جو روزِ اول سے اس کے پس پردہ کارفرما تھی۔ اس لئے اس تبدیلی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

حکم قرآن پاک ہے:۔

اے مسلمانو! دشمن اسلام قوتوں کو سراسیمہ اور خوفزدہ کرنے کے لئے تم اپنی دفاعی اور فوجی قوت کو جس قدر مضبوط بنا سکتے ہو بناؤ!

مطلب یہ کہ اس میدان میں تمہیں تواضع و عاجزی برتنے کی ضرورت نہیں، دشمن سامانِ حرب کی نمائش اور قوت و طاقت کے مظاہرے سے مرعوب ہوتا ہے۔ لہٰذا تم اس معاملے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو بلکہ بڑھ چڑھ کر فنون حرب میں مہارت اور جنگی ساز وسامان سے لیس ہونے کا مظاہرہ کرو، تاکہ دشمن کو تمہاری طرف نگاہ اٹھانے کی جرات نہ ہو اور وہ ہمیشہ مرعوبیت ہی کا شکار رہے۔

ماضی میں فوجی قوت کے اظہار کا ذریعہ تیغ و سنان، تیر کمان، بھالے، کلہاڑے، گھوڑے اور خچر وغیرہ تھے۔ اس قسم کے سامانِ جنگ کی فراوانی دشمن پر ہیبت طاری کر دیتی تھی۔ پھر قلعہ شکن و ماموں اور کوہ پیکر منجنیقوں کا دور آیا اسکے بعد توپیں ایجاد ہوئی نتیجہ یہ نکلا کہ ان جدید آلات کے مقابلے میں دورِ قدیم کے آلات بے بس ہو کر رہ گئے۔ اس قوم کی دلوں پر

دھاک بیٹھ گئی جو جدید سامانِ حرب سے آراستہ تھی اب جدید دور میں وہ تمام آلات فرسودہ و بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں۔ جن کا کبھی چلن تھا اور وہ اپنی فراوانی اور بہتات کے باعث دوسروں پر خوف و دہشت طاری کر دیا کرتے تھے۔

اگر کوئی شخص اصرار کرے کہ آج بھی شوکت اسلام اور فوجی قوت کا مظاہرہ کرنے کے لئے پرانی طرز کے برچھے، لٹھ، تیر کمان، تیغ و تفنگ کلہاڑیاں اور نیزے ہی کافی ہیں کیونکہ قرآن پاک پر عمل کرتے ہوئے صحابہ کرام چیزوں کو اپنایا اور دشمنوں کو خوف زدہ کیا ان کے سوا عسکری قوت کے مظاہرے اور اپنی دفاعی لائن مضبوط بنانے کیلئے کسی جدید سامان کی ضرورت نہیں بحریہ کی آبدوزیں، جنگی بیڑے، حساس آلات، بمبار طیارے ایف ۱۶، میزائل، جدید توپیں، ٹینک، کلاشنکوف، ریڈار دشمن کی بو سونگھنے اور اس کی نقل و حرکت سے باخبر کرنے والے جاسوسی آلات اور اس سلسلے کا حساس نظام سب بیکار ہیں۔ کیونکہ صحابہ کرام نے انہیں استعمال نہیں کیا، اسلئے اسلامی فوجی قوت کے اظہار کے یہ تمام ذرائع حرام اور نا قابل قبول ہیں

تو ایسی سوچ رکھنے والے شخص کی ذہنی تسلی کیلئے یہی کہا جائے گا کہ یہاں قانون ارتقاء کارفرما ہے، دورِ جدید نے ضرورت بدل دی ہے، اصل روح وہی موجود ہے، اس لئے ناجائز و حرام نہیں، بلکہ ضروری اور فرض ہے، اسے نہ اپنانا اپنی ہلاکت اور خدا کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ کیونکہ اس جدید عسکری نظام کو اپنائے بغیر خدا کے اس حکم پر عمل ہی نہیں ہو سکتا۔

☆☆☆

اسی طرح دور جدید نے اظہار مسرت کے طریقے بدل دیے ہیں حضرات صحابہ کرام نے مدینہ طیبہ میں حضور ﷺ کی آمد پر جلوس نکالا، وہ اس دور کے لحاظ سے بے مثال اور عظیم الشان تھا۔ حالانکہ اظہار و شوکت و فرحت کے لئے اس وقت ان کے پاس صرف تلواریں تھیں۔ گاڑیاں، کاریں، ہوائی جہاز، بندوقیں اور توپیں نہ تھیں وگرنہ وہ توپوں کی سلامی دیتے، ہوائی جہاز سے پتیاں نشاور کرتے، بندوقیں داغتے اور کاروں کے بیڑے کے ساتھ چلتے۔

اس لئے دور جدید کا مسلمان اگر انہی کی یاد میں جلوس نکالتا ہے اور اظہارِ مسرت کے لئے ان جدید ترین ایجادات کو استعمال کرتا ہے، یا سرکاری اور قومی سطح پر اس دن کو مناتا ہے، تو اس میں سعادت ہے۔ کسی قسم کی قباحت نہیں۔

☆☆☆

حضور ﷺ نے یہ دن اس حیثیت سے منایا کہ ہمیشہ روزہ رکھا۔ لوگوں نے سرکار دو عالم ﷺ کے اس معمول مبارک کو بھانپ لیا اور ایک دن پوچھ لیا کہ آقا! آپ پیر کے دن ہمیشہ روزہ رکھتے ہیں، اس میں کیا حکمت ہے؟ فرمایا! یہ وہ مقدس دن ہے۔ جس دن ہم اس دنیا میں تشریف لائے۔

☆☆☆

دور مابعد میں جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا۔ اور مسلمان پیغامِ اسلام لیکر دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گئے اور نئی نئی اقوام سے رابطہ پڑا تو انہوں نے دیکھا کہ غیر مسلم لوگ اپنے بڑوں کا دن مناتے ہیں۔ اس سلسلے میں عیسائی بہت آگے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دن اتنی دھوم دھام سے مناتے کہ ان میں جذبہ تفاخر پیدا ہو جاتا ہے۔ گویا عملی زبان سے یہ کہ رہے ہوتے ہیں کہ اے مسلمانو! ٹھیک ہے تم اپنے نبی ﷺ کو سب سے افضل سمجھتے ہو مگر ہمارے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر کوئی نہیں دیکھو تو ہمارے دلوں میں ان کی کتنی قدر و منزلت ہے کہ صدیاں بیت گئی مگر ہم انہیں نہیں بھولے اور ہر سال ان کی یاد تازہ کرتے ہیں کچھ سادہ مزاج لوگ دوسروں کی شان و شوکت دیکھ کر احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اسلامی مما لک میں کچھ اسی قسم کی کیفیت پیدا ہونے لگی تو اسلام کا حقیقی درد اور اس کی سر بلندی کی خواہش رکھنے والے مسلمان تڑپ اٹھے اور مسلمانوں کو مرعوبیت سے بچانے کے لئے سر جوڑ کر بیٹھے بالآخر انہوں نے اس

کا حل یہی نکالا کہ اہل اسلام کے لئے سب سے مقتدر اور اعلیٰ پایا ہستی سرکار ﷺ کی ذات پاک ہے اس لئے آپ کی ولادت باسعادت کے دن کو انفرادی سطح پر غیر منظم طریقے سے منانے کے بجائے کہ لوگ صرف روزہ رکھ لیں درود وسلام ہی پڑھتے رہیں یا صدقات اور خیرات کر لیں اور غریبوں کا پیٹ بھر دیں اس روزِ سعید کو سرکاری سطح پر منظم طریقے سے منانے کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ اس سے مختلف فوائد حاصل ہوں پہلا یہ کہ مسلمانوں کے سامنے اپنے نبی کریم ﷺ کی سیرت پاک کے نئے نئے گوشے آئیں اور وہ علماء کے بیانات سے اپنے دلوں کو گرمائیں دوسرا یہ کہ نئی نسل عملی مظاہروں کی صورت میں اپنے پاک نبی ﷺ کے مقام ومرتبہ سے اگاہ ہو جب کہ سرکاری سطح پر عظیم الشان اہتمام دیکھے گھروں میں چہل پہل، غیر معمولی مسرتوں اور تحائف کے تبادلے ہوتے دیکھے تو یہ نقش اس کے ذہن میں جاگزیں ہو جائے اور اسی تصور کے سائے میں پروان چڑھے تیسرا یہ کہ غیر مسلموں میں تبلیغ کیلئے ایک نیا میدان وجود میں آجائے وہ جو کوچہ بازار میں تزک واحتشام، شوکت و احترام، عبادت واطاعت نیکی اور سچائی کے غیر معمولی مظاہرے دیکھے تو ایک دفعہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں اور بالآخر اسلام کو تسلیم کر کے ہمیشہ کے لئے دین رحمت میں آجائیں اگر یہ مقصد حاصل نہ ہو سکے کم از کم ان غیر مسلموں میں احساس مرعوبیت پیدا ہو جائے اور وہ مسلمانوں کی اپنے پاک نبی ﷺ کے ساتھ والہانہ عقیدت اور محبت دیکھ کر یہ باور کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ مسلمان اپنے نبی ﷺ کے سچے شیدائی، اسلام کے فدائی اور پر جوش طاقتور ہیں۔ کمزور اور ناتواں نہیں کہ جن کا ماضی اور مستقبل نہ ہو اور حال مست ہوں بلکہ عظیم اور زندہ بیدار قوم ہیں جن کا اپنے نبی ﷺ کے ساتھ مضبوط رشتہ ہے اور ایک خاص منزل اور باقاعدہ پروگرام رکھتے ہیں جو کسی بھی قوم کو زندہ رکھنے کا ضامن ہوتا ہے۔

چوتھا یہ کہ جو کمزور طبع مسلمان ہیں وہ مرعوبیت کی دلدل سے نکلیں ولادت باسعادت کے دن وہ عام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے سامنے بے پناہ جذبات مسرت کا اظہار کرتے دیکھیں اور اسلامی شان و شوکت خیر وصدقات، ہمدردی، خلوص ووفا اور اطاعت وتواضع کے وہ مظاہر دیکھے ہیں جو انکی نگاہوں سے اوجھل تھے اور اب منظم شکل میں سامنے آگئے تو مسرت سے انکی باچھیں کھل جائیں اور انہیں پتہ چل جائے کہ ان ماضی کتنا تابناک اور مستقبل کتنا روشن ہے اور یہ کہ حضور ﷺ کی ذات گرامی کے ذریعے دونوں کے ڈانڈے آپس میں ملے ہوئے ہیں اہل نظر نے اس تجویز کو بے حد سراہا اور علما نے اس کے حق میں فتوے جاری کیے مستند کتب لکھیں اور اہل اسلام کے ایمان کے جوش وجذبہ ولولہ کو قائم رکھنے کے لئے اسے ضروری اور وقت کی ضرورت قرار دیا۔

پھر جب اس عمل سے جمہور مسلمانوں میں جذبہ تفاخر وبرتری پیدا ہوا اور وہ بت پاش پاش ہو گیا جو احساسِ کمتری کی صورت میں سامنے آکھڑا ہوا تھا۔ اور اس جشن مسرت کے نتائج وثمرات سامنے آئے تو مسلمانوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اس جشن کہ ہمیشہ کے لئے اسلامی شوکت کے مظاہرے کا دن بنا دیا۔ اس سے وہ تمام فوائد ومقاصد آج بھی حاصل ہوتے ہیں جو روز اول حاصل ہوتے تھے۔ نئی نسل کے نوجوان نیا جوش وولولہ حاصل کرتے ہیں اپنے نبی پاک ﷺ کے ساتھ ان کے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے اور وہ تمام مسلمانوں کو ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا دیکھ کر احساس برتری محسوس کرتے ہیں اور شکر کرتے ہیں کہ وہ اس عظیم مسلم برادری کے فرزند ہیں۔ جس کے سربراہ، صدر نشین اور قائد، حضور اکرم ﷺ ہیں۔ جن کی ذات گرامی آج بھی مسلمانوں کی اجتماعی ضامن اور انکی محبت تمام کدورتوں کا علاج ہے۔ اگر دل کی گہرائیوں سے انہیں سینے میں بسا لیا جائے یوں آج بھی انتشار وافتراق کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اور مسلمان ایک نئی قوت بن کر ابھر سکتے ہیں۔ یہی اس جشن کا بنیادی فلسفہ ہے ایمان پرور بھی اور اجتماعیت آفرین بھی

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆......☆☆

میلاد اور اقبال

(سید نور محمد قادری)

عالم آب خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب

فقیر سید وحید الدین فرماتے ہیں۔

"ڈاکٹر محمد اقبال کی سیرت اور زندگی کا سب سے زیادہ ممتاز محبوب اور قابلِ قدر وصف جذبہ عشق رسول ہے۔ ذات رسالت مآب کے ساتھ انہیں جو والہانہ عقیدت تھی اس کا اظہار اُن کی چشم نمناک اور دیدہ تر سے ہوتا تھا۔ کہ جہاں کسی نے حضور ﷺ کا نام اُن کے سامنے لیا۔ ان پر جذبات کی شدت اور رقت طاری ہوگئی اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہوگئے۔

رسول اللہ ﷺ کا نام آتے ہی اور ان کا ذکر چھڑتے ہی اقبال بے قابو ہو جاتے۔ عشق رسول ڈاکٹر اقبال کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا۔ اور ان کے ذہن وفکر پر چھا گیا تھا۔ وہ کتنے بڑے فلسفی تھے اور فلسفہ کا سارا معاملہ عقل کے بل بوتے پر چلتا تھا۔ مگر رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو وہ عقل کی کسوٹی پر جانچنے کی جرات نہ کرتے تھے۔ اس معاملہ میں وہ ایمان بالغیب کے قائل تھے۔ پس جو حضور ﷺ نے فرما دیا وہ دین و ایمان اور سر آنکھوں پر! اس بارگاہ میں چون وچرا کی گنجائش نہیں۔ سمعنا و اطعنا اطاعت، فرمانبرداری اور غلامی، یہی ایمان کی دلیل بلکہ بنیاد ہے۔

بہ مصطفےٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

اقبال کی شاعری کا خلاصہ جوہر اور لب لباب عشق رسول اور اطاعت رسول ہے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کی صحبتوں میں عشق رسول کے جو مناظر دیکھے ہیں ان کا لفظوں میں اظہار بہت مشکل ہے۔ وہ کیفیتیں بس محسوس کرنے کی تھیں"۔ روزگار فقیر از فقیر سید وحید الدین

بارگاہ نبوت میں ان کے جذبوں کا اندازہ تو کیجئے۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب وخاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب
شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب
شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو عشق وحضور و اضطراب

(بال جبریل)

حضرت علامہ اقبالؒ کے ایک دوست محمد جمیل صاحب نے انہیں یہ اطلاع دی کہ جنوبی ہندوستان میں عید میلاد النبی ﷺ بڑی عقیدت واحترام سے منائی جا رہی ہے۔ تو بہت خوش ہوئے اور انہیں جواباً تحریر فرمایا۔

" مجھے اس اطلاع سے بے حد مسرت ہوئی کہ جنوبی ہندوستان میں "یوم النبی" کی تقریب کے لئے ایک ولولہ پیدا ہو گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان میں ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کے لئے رسول اکرم ﷺ کی

ذات اقدس ہماری سب سے بڑی اور کارگر قوت ہو سکتی ہے۔ مستقبل قریب میں جو حالات پیدا ہونے والے ہیں ان کے پیش نظر مسلمانان ہند کی تنظیم اشد لازمی ہے۔

عبدالمجید قریشی بانی تحریک سیرت آج تشریف لائے تھے۔ میں نے انہیں بتایا کہ کس طرح اس تحریک کو ہندوستان میں خدمت اسلام کے لئے موثر و مفید بنایا جاسکتا ہے۔

جناب قریشی صاحب کی قائم کردہ سیرت کمیٹی کی کامیابی اور تبلیغی کوششوں سے متاثر ہو کر حضرت علامہ نے چند دردمند مسلمان دوستوں کے ہمراہ درج ذیل بیان جاری کیا۔ جس میں سیرت کمیٹی کی خدمات کو سراہا ہے اور قدر کی نگاہوں سے دیکھا ہے۔

" حضرت محمد ﷺ کے اسوہ حسنہ کی اشاعت و اطاعت دونوں جہانوں کی سعادت اور سرخروئی کا سرچشمہ ہے اگر مسلمان حضور ﷺ کے عظیم الشان اخلاق و اعمال کو اپنے سامنے رکھ کر ان کے مطابق زندگی بسر کرتے تو اقوام عالم میں وہ سب سے اونچی جگہ کے مستحق ہوتے اور اب بھی ان کے منظم اور متحد ہوتے بھائی بھائی، بننے دولت ایمان حاصل کرنے اور اسلام کی عظمت اور سچائی تک پہنچنے کا سب سے سچا اور سیدھا راستہ ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمان اپنی عملی اور اخلاقی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کے نزدیک نمونہ کی پیروی کریں۔

یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ سیرت کمیٹی پٹی (ضلع لاہور) کی نیک کوششوں سے مسلمانان عالم سیرت پاک کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ اور تمام دنیائے اسلام کے اکابر علماء اور سلاطین تک نے اس تحریک کا خیر مقدم کیا ہے مزید برآں سیرت کمیٹی کے نصف درجن سے زیادہ مبلغ اور داعی ہندوستان اور غیر ممالک میں مصروف عمل ہیں۔ اور سب سے زیادہ قابل قدر اور لائق تعریف بات یہ ہے کہ سیرت کمیٹی اس مبارک تحریک کو شروع ہی سے تجارتی بنیادوں پر چلا رہی ہے۔ اور گزشتہ چار سال سے اسے پبلک چندہ سے پاک رکھا گیا ہے۔ اور تحریک اور اس کے مبلغوں کے اخراجات اخبار ایمان اور کتب سیرت کے منافع سے پورے کئے جاتے ہیں۔

سیکرٹری کی رپورٹ سے معلوم ہوا ہے سیرت کمیٹی اپنے مبلغوں کی جماعت کو سرحد، سندھ، گجرات سی پی اور بمبئی کے علاقوں میں بھیج رہی ہے تاکہ وہ مسلمانوں کو حضرت محمد ﷺ کے نقش قدم کی پیروی کی دعوت دیں ہم ان صوبوں کے معززین امراء اور علماء اور اسلامی مجلس کے اراکین سے پرزور استدعا کرتے ہیں کہ وہ سیرت رسول ﷺ کے مبلغوں اور سفیروں کی ان کے نیک اور عظیم الشان کام میں تہ دل سے امداد فرمائیں، عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ اس کائنات میں سب سے زیادہ بابرکت مقبول و مفید اور قابل عزت کام جو خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور خلق خدا کی بہبودی کا جامع ہو۔ یہ اور صرف یہ ہے کہ فرزندان اسلام متحد اور متفق ہو کر پوری مستعدی اور اخلاص سے حضرت ختم المرسلین ﷺ کے اسوہ پاک کی منادی کریں، اور اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ اسوہ رسول ﷺ کی اشاعت کرنا دین و دنیا، مغفرت ونجات ، مذہب وسیاست اور رضائے حق اور قبول الٰہی کے جملہ سرشتوں کی جان ہے۔

حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ عاشق رسول تھے میلاد شریف کی مجالس میں خود شرکت فرماتے اور عوام کو ان بابرکت مجالس میں شرکت کے لئے تلقین کرتے اور جب انہیں معلوم ہوتا کہ فلاں علاقہ میں میلاد شریف کی مجالس منعقد ہوتی ہیں تو بہت خوش ہوتے۔

تفصیل ملاحظہ ہو۔

1۔ لاہور میں میلاد شریف کا باقاعدہ اجتماع 1911ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں منعقد ہوا جس کی صدارت پیر سید جماعت علی شاہؒ دربار علی پور شریف سیالکوٹ نے کی، مقررین میں حضرت علامہ اقبال بھی شامل تھے اس متبرک جلسہ کی روداد رسالہ " تہذیب نسواں" میں شائع ہوئی۔ جو درج ذیل ہے۔

" ہمیں اس بات کے دیکھنے سے بہت خوشی ہوئی کہ " تہذیب نسواں" کا پچھلے سال ننھا سا بویا ہوا بیج اس سال اچھا پھل لایا اس سال کے بڑے نامی اخباروں نے عید میلاد کے خاص پرچے (نمبر) نکالے۔ علماء مجتہدین نے عید میلاد النبی کو قومی طور پر منانا نہایت ضروری سمجھا اور اس کے لئے اشتہار جاری کئے لاہور میں حضرت صوفی حاجی حافظ سید جماعت علی شاہ کی طرف سے اہل اسلام شہر کو عام منادی کی گئی کہ تمام دوکاندار اور اہل حرفہ اپنا اپنا کام بند رکھیں اور دن بھر عید منائیں چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔ نماز ظہر کے بعد نماز عشاء تک اسلامیہ کالج لاہور میں عظیم الشان جلسہ رہا جس سے علمائے دین اور مشاہیر واعظ اور خوش بیان لیکچرار تقریریں اور واعظ کرتے

رہے۔ شیریں بیان شاعروں نے نہایت موثر نظمیں پڑھیں۔

اثر کا یہ حال تھا کہ بعض وقت لوگ بے تاب ہو کر چیخیں مارتے تھے۔ ڈاکٹر محمد اقبال نے نہایت خوبی سے لوگوں کو یہ بات سمجھائی کہ جلسے صرف تماشہ نہیں بلکہ قومیت کو مضبوط کرنے اور اگلی پچھلی قوم کی شخصیت کو ایک کرنے کے لئے ان کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ جب تک ساری قوم اپنے بزرگوں کے حالات سن کر خود ان عظیم الشان بزرگوں کی ذریت ہونے کا فخر اور گھمنڈ دل میں نہ پیدا کرے گی تب تک ان کے سینوں میں الوالعزمی اور بلند حوصلگی جوش زن نہیں ہو سکتی شیخ عبدالقادر نے بہت خوبی سے پیغمبر خدا کے احسانات کا ذکر شروع کیا اور کہا کہ ان احسانوں کو کوئی کس طرح بیان کر سکتا ہے۔ جن کی کوئی حد و غایت نہیں میں گناہ گار اس بھاری کام سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکتا ہوں میں تبرکاً اس سلسلہ عظیم کی ابتدا اور انتہا میں دو باتوں کا کچھ ذکر کروں گا پھر انھوں نے بتایا کہ سب سے اول احسان آپ کا " قرآن پاک " ہے جو امت کے لئے لیکر آئے اور سب سے آخیر احسان قیامت کو شفاعت ہوگی۔

مسٹر ظفر علی خان بی۔اے نے نہایت پُر جوش تقریر کی اور افسوس سے کہا کہ لاہور میں کم از کم مسلمانوں کی آبادی ایک لاکھ ہے جس میں پچاس ہزار عورتیں سمجھ لو۔ پچاس ہزار مردوں کو لازم تھا کہ وہ سب آج اس کالج کے میدان میں ہوتے اور کالج کے گرد نعرہ " یارسول اللہ " لگتے اور درود شریف کے ذکر سے ہر میدان گونج اٹھتا۔

شمس العلماء مفتی عبداللہ صاحب (ٹونکی) شمس العلماء مولوی عبد الحکیم صاحب، پیر حاجی سید جماعت علی شاہ صاحب نے رسول خدا کے اخلاق و شمائل پر تقریریں کیں۔

2۔ 1969ء اور 1930ء میں حضرت علامہ اقبالؒ نے سجادہ نشیں صاحبان علمائے کرام مشاہیر قوم اور سیاسی اکابرین کے ساتھ مل کر میلاد شریف کو منانے کیلئے اخبارات میں مندرجہ ذیل اپیل شائع کی۔

" اتحاد اسلام کی تقویت حضور سرور کائنات ﷺ احترام و اجلال، حضور ﷺ کی سیرت پاک کی اشاعت اور ملک میں بانیان مذاہب کا صحیح احترام قائم کرنے کے لئے ۱۲ ربیع الاول کو ہندوستان کے طول و عرض میں ایسے عظیم ترین تبلیغی جلسوں اور مظاہروں کا انتظام کیا جائے جو حضور سید المرسلین کی عظمت قدر کے شایان شان ہوں اور جنہیں دنیا محسوس کر سکے اس دن ہر ایک آبادی میں علم اسلام بلند کیا جائے۔

اور تمام فرزندان اسلام بلا استثناء اس علم کے نیچے جمع ہو کر خداوند پاک سے عہد کریں کہ وہ ہر قدم پر رسول اللہ ﷺ کا نقش قدم تلاش کریں گے ان ہی کی محبت میں زندہ رہیں گے اور ان ہی کی اطاعت میں جان دیں گے۔

انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل نے قوم کی اس متحدہ آواز پر لبیک کہتے ہوئے فیصلہ کیا ہے کہ یوم ولادت سرور کائنات کو اسلامیہ کالج کے وسیع میدان میں ایک عظیم الشان جلسہ کر کے لاہور میں اسوہ رسول روحی فداہ کی اشاعت کرے۔ اور اس شان سے حضور ﷺ کے احترام و اجلال کا علم بلند کرے کہ ۱۲ ربیع الاول کے دن لاہور کا ایک گوشہ ورفعنالک ذکرک کی تصویر بن جائے۔

مسلمانان لاہور میں ہزار ہا اختلافات موجود ہوں گے لیکن حضور ﷺ سید عالم کے عشق و احترام کے بارے میں کوئی اختلاف موجود نہیں ہے۔ اس واسطے انجمن حمایت اسلام بلا لحاظ اختلاف تمام برادران اسلام سے اپیل کرتی ہے کہ وہ انجمن کے ساتھ مل کر حضور ﷺ کے پاک نام اور مبارک کام کو دنیا میں بلند رکھنے کے لئے ایسی گرم جوشی اور عزم و ہمت کے ساتھ کام کریں گے کہ ۱۲ ربیع الاوّل کے دن ایک خدا کے ماننے والے اور ایک نبی کے نام لیوا (المسلمون کر جسد واحد " کی تصویر بن جائیں "

اس اپیل پر حضرت علامہ کے علاوہ جن اکابرین ملت نے دستخط کئے ہیں ان میں چند اہم نام یہ ہیں۔

۱۔ سید غلام بھیک نیرنگ انبالہ ۲۔ مولانا غلام فرید مرشد لاہور ۳۔ مولانا شوکت علی بمبئی ۴۔ مولانا حسرت موہانی موہان ۵۔ پیر سید مہر علی شاہ گولڑہ شریف ۶۔ مولانا قطب الدین عبدالوالی لکھنؤ ۷۔ دیوان سید محمد پاک پتن شریف ۸۔ مولانا محمد قمر الدین سیال شریف ۹۔ مولانا فاخر الہ آباد ۱۰۔ مولانا سید حبیب " مدیر سیاست " ۱۱۔ پیر سید فضل شاہ جلالپور شریف ۱۲۔ مولانا علی الحائری لاہور ۱۳۔ مولانا محمد شفیع داؤدی بہار وغیرہ ہم "

جون 1931ء میں تحریک یوم النبی کے افتتاح کا اعلان کرتے ہوئے حضرت علامہ اقبال نے مسلم زعما اور اکابر ملت ہمراہ ملت اسلامیہ کی خدمت میں یہ اپیل کی۔

"حضرت محمد ﷺ کی تعلیم وتربیت کا آفتاب ساڑھے تیرہ سو سال گزرنے پر بھی نصف النہار پر ہے اور انشاء اللہ تا قیامت زوال پذیر نہ ہوگا ہمارے سلف صالحین نے تبلیغ اسلام میں اپنا خون اور پسینہ ایک کر دیا تھا اور ہر زمانہ کے ذرائع کو حد شریعت کے اندر رہ کر استعمال کیا تھا۔ آؤ ہم سب مل کر موجودہ زمانہ کے موثر اور مفید ذریعہ تبلیغ کو اختیار کریں اور اس فرض تبلیغ کو ادا کریں جو ہمارے ہادی اور تمام عالم کے محسن کامل نے (بلغوا عنی) فرما کر ہم پر فرض کر دیا ہے۔

ہماری استدعا ہے کہ تمام ہندوستان کے طول وعرض میں سیرت النبی کی اشاعت کے لئے ایک ہی دن تبلیغی جلسے کئے جائیں۔ ایسے جلسے جو حضور ﷺ کی رفعت قدر کے شایان شان ہوں اور جنہیں دنیا محسوس کر سکے چوں کہ ان جلسوں کو ۱۲ ربیع الاول سے طبعی مناسب ہے کہ یہ تاریخ تمام مبلغین وحی کے سردار اور دنیا کے مبلغ اکبر کے پیدا ہونے اور فرائض تبلیغ ادا کر کے رحلت فرمانے کی تاریخ ہے اس واسطے یہ تبلیغی جلسے ۱۲ ربیع الاول کو کئے جائیں اور تمام شہروں میں انتظام کے لئے معزز لوگوں کی سیرت کمیٹیاں بنا دی جائیں اس دن جمع ہو کر یہ اقرار کریں کہ ہم ہر قدم پر اسوہ رسول ﷺ کی پیروی کریں گے اور ہماری نماز زندگی اور موت اللہ کے لئے وقف ہوگی"

اس موقع پر جن اکابر اسلام نے حضرت علامہ کا ساتھ دیا ان میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) مفتی نثار احمد آگرہ۔	(۲) میاں سر محمد شفیع لاہور
(۳) مولانا شوکت علی دہلی	(۴) مولانا سید غلام بھیک نیرنگ انبالہ
(۵) پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف	(۶) مولانا سید حبیب لاہور
(۷) مولانا حسرت موہانی	(۸) مولانا محمد سجاد بہار
(۹) مولانا کشفی نظامی	(۱۰) ڈاکٹر شفاعت علی خاں
(۱۱) مولانا مرشد لاہور	(۱۲) مولانا سید علی حائری لاہور وغیرہ

حضرت علامہ اقبال نے محفل میلاد النبی میں ایک دفعہ تقریر کی جسے اخبار "زمیندار" نے شائع کیا آثار اقبال کے مرتب نے حضرت علامہ کی اس تقریر کو اپنے مختصر نوٹ کے ساتھ "آثار اقبال" میں شائع کیا وہ نوٹ اور تقریر درج ذیل ہے۔

مرتب کا نوٹ

"میلاد مبارک کی محفلوں کو ایک جماعت نے اپنے دانش مندانہ غلو سے کام لے کر محض ایک مجموعہ رسوم بنا دیا دوسری طرف اس کے مقابلے میں ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی ہے جو سرے سے ان محفلوں ہی کو مٹا دینا چاہتی ہے حضرت اقبال نے ایک موقع پر اس بات میں جو خیالات ظاہر فرمائے ہیں وہ اتنی بڑی حد تک معقول ومعتدل ہیں کہ ان کی تقریر کی رپوٹ کو "زمیندار" کے صفحات سے لے کر ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

حضرت علامہ کا بیان

"زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے انسانوں کی طبائع ان کے افکار اور ان کے نقطہ ہائے نگاہ بھی زمانے کے ساتھ ہی بدلتے رہتے ہیں لہذا تہواروں کے منانے کے طریقے اور مراسم بھی ہمیشہ متغیر ہوتے رہتے ہیں اور ان سے استفادہ کے طریق بھی بدلتے رہتے ہیں ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اپنے مقدس دنوں کے مَراسم پر غور کریں اور جو تبدیلیاں افکار کے تغیرات سے ہونی لازم ہیں ان کو مدنظر رکھیں۔

منجملہ ان مقدس ایام کے جو مسلمانوں کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں ایک میلاد النبی کا مبارک دن بھی ہے۔ میرے نزدیک انسانوں کی دماغی اور قلبی تربیت کیلئے نہایت ضروری ہے کی ان کے عقیدے کی رو سے زندگی کا جو نمونہ بہترین ہو وہ ہر وقت ان کے سامنے رہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے لئے اسی وجہ سے ضروری ہے کی وہ اسوہ رسول کو مدنظر رکھیں تا کہ جذبہ تقلید اور جذبہ عمل قائم رہے۔ ان جذبات کو قائم رکھنے کے تین طریقے ہیں۔

پہلا طریق تو درود وصلوۃ ہے جو مسلمانوں کی زندگی کا جز ولاینفک بن چکا ہے۔ وہ ہر وقت درود پڑھنے کا موقع نکالتے رہتے ہیں عرب کے متعلق میں نے سنا ہے کہ اگر کہیں بازار میں دو آدمی لڑ پڑتے ہیں اور تیسرا بہ آواز بلند اللھم صل علی سیدنا محمد وبارک وسلم پڑھ دیتا ہے، تو لڑائی فوراً رک جاتی ہے اور متخاصمین ایک ایک دوسرے پر ہاتھ اٹھانے سے فوراً باز آ جاتے ہیں یہ درود کا اثر ہے اور لازم ہے کہ جس پر درود پڑھا جائے اس کی یاد قلوب کے اندر اثر پیدا کرے پہلا طریق انفرادی دوسرا اجتماعی یعنی مسلمان کثیر تعداد میں جمع ہوں اور ایک شخص جو آقائے دو جہاں کے سوانح حیات سے پوری طرح باخبر ہو آپ ﷺ کے سوانح زندگی بیان کرے تا کہ ان کی تقلید کا ذوق وشوق مسلمانوں کے قلوب میں پیدا ہو۔ اس

طریق پر عمل پیرا ہونے کے لئے ہم سب آج یہاں جمع ہوئے ہیں۔

تیسرا طریق اگرچہ مشکل ہے لیکن بہرحال اس کا بیان کرنا نہایت ضروری ہے وہ طریقہ یہ ہے کہ یاد رسول ﷺ اس کثرت سے اور ایسے انداز میں کی جائے کہ انسان کا قلب نبوت کے مختلف پہلوؤں کا خود مظہر ہو جائے یعنی آج سے تیرہ سو سال پہلے جو کیفیت حضور سرور عالم کے وجود مقدس سے ہویدا تھی وہ آج تمہارے قلوب کے اندر پیدا ہو جائے۔

حضرت مولانا روم فرماتے ہیں۔

آدمی دید است باقی پوست است
دید آست آنکہ دید دوست است

یہ جوہر انسانی کا انتہائی کمال ہے کہ اسے دوست کے سوا اور کسی چیز کی دید سے مطلب نہ رہے یہ طریقہ بہت مشکل ہے کتابوں کے پڑھنے یا میری تقریر سننے سے نہیں آئے گا۔

اس لئے کچھ مدت نیکوں اور بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کر روحانی انوار حاصل کرنا ضروری ہے اگر یہ میسر نہ ہو تو پھر ہمارے لئے یہی طریقہ غنیمت ہے جس پر آج عمل پیدا ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اس طریق پر عمل کرنے کے لئے کیا کیا جائے؟ پچاس سال سے شور برپا ہے کہ مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنی چاہیے لیکن جہاں تک میں نے غور کیا ہے تعلیم سے زیادہ اس قوم کی تربیت ضروری ہے اور ملی اعتبار سے یہ تربیت علماء کے ہاتھ میں ہے سلام ایک خالص تعلیمی تحریک ہے صدر اسلام میں اسکول نہ تھے کالج نہ تھے یونیورسٹیاں نہ تھیں لیکن تعلیم و تربیت اس کی ہر چیز میں تھی خطبہ جمعہ، خطبہ عید، حج، وعظ غرض تعلیم و تربیت عوام کے بے شمار مواقع اسلام نے بہم پہنچائے۔

لیکن افسوس کہ علماء کی تعلیم کا کوئی صحیح نظام قائم نہ رہا، اور کوئی رہا بھی تو اس کا طریق عمل ایسا رہا کہ دین کی حقیقی روح نکل گئی۔

جھگڑے پیدا ہو گئے اور علماء کے درمیان جنہیں پیغمبر علیہ السلام کی جانشینی کا فرض ادا کرنا تھا سر پھٹول ہونے لگی۔

دنیا میں نبوت کا سب سے بڑا کام تکمیل اخلاق ہے چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا بعثت لاتمم مکارم الاخلاق، یعنی میں نہایت اعلی اخلاق کے اتمام کے لئے بھیجا گیا ہوں اس لئے علماء کا فرض ہے کہ وہ رسول اللہ کے اخلاق ہمارے سامنے پیش کریں تاکہ ہماری زندگی حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ کی تقلید سے خوشگوار ہو جائے اور اتباع سنت زندگی کی چھوٹی چھوٹی چیزوں تک جاری و ساری ہو جائے حضرت بایزید بسطامیؒ کے سامنے خربوزہ لایا گیا۔ تو آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہ مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو کس طرح کھایا ہے مبادا میں ترک سنت کا مرتکب ہو جاؤں۔

گویا ان بزرگوں میں تقلید رسول اور اتباع سنت سے ایک خاص اخلاقی ذوق پیدا ہو گیا اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں علماء کو چاہیے کہ ان کو ہمارے سامنے پیش کریں قرآن وحدیث کے غوامض بتانا ضروری ہے لیکن عوام کے دماغ ابھی ان مطالب عالیہ کے متحمل نہیں۔ انہیں فی الحال صرف اخلاق نبوی کی تعلیم دینی چاہیے"

حضرت علامہ کے اس بیان تقریر کے شروع میں مرتب نے تحریر کیا کہ ایک ایسی جماعت پیدا ہو گی ہے۔ جو اس مبارک تقریب کو مٹانے کے درپے ہے حقیقت یہ ہے کی عید میلاد النبی کو اجتماعی اور قومی سطح پر منانے کے لئے بیسویں صدی عیسوی کے شروع میں ایک زبردست تحریک اُٹھی تھی۔ اور اس تحریک کو کامیاب بنانے میں "تہذیب نسواں" لاہور کا بہت اہم حصہ تھا اس تحریک کی بدولت چند ہی سالوں میں برصغیر کے گوشے گوشے میں یہ مبارک تقریب قومی سطح پر منائی جانے لگی۔ اور اس کو دیکھ کر ایسا طبقہ جو بظاہر مسلمان کہلاتا ہے اس تحریک کے خلاف کھل کر میدان میں آ گیا۔ اس نام نہاد طبقہ کے رد میں ایک دردمند خاتون سیدہ جمیلہ قطب نے ایک مضمون بعنوان "انعقاد بزم میلاد" تحریر کیا جو 25 مارچ 1911ء کے تہذیب میں چھپا یہ مضمون اتنا ایمان افروز اور ضروری ہے جتنا کہ آج سے پچھتر سال پہلے تھا یہ مضمون سبیل الرشاد مرتب سید ممتاز علی کے چار صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہوا۔

"افسوس ہمارے ہندوستان میں بعض وہمیوں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہوا۔ جو پہلے تو میلاد شریف کو جائز سمجھتا تھا۔ وہ فقط قیام کا منکر تھا۔ لیکن اب سرے سے میلاد شریف کو بدعت سمجھتا ہے خبر نہیں یہ لوگ میلاد شریف میں کون سی بات قرآن وحدیث کے خلاف دیکھتے ہیں۔ کہ رسول اللہ کے پیدا ہونے کی خوشی کو برا سمجھتے ہیں جب آنحضرت ﷺ کا پیدا ہونا ہمارے لئے نعمت عظمیٰ ہے۔ تو مطابق حکم قرآن مجید "واما بنعمت ربک فحدث"

(کہ اپنے پروردگار کی نعمت کا لوگوں کو ذکر سنا) کیوں نہ آپ کا ذکر کیا جائے اور جب اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ہم نے مومنین پر احسان کیا ہے کہ ان میں رسول اللہ ﷺ پیدا کیا اور رسول بھی ایسا جو رحمۃ للعلمین ہے تو آیت

"بفضل الله و برحمته فبذالک فلیفر حو"

(اللہ تعالی کے اس فضل و رحمت پر مومنین کو خوب خوشی منانی چاہیے) کے مطابق کیوں محفل نہ سجائی جائے احباب کو جمع کر کے شیرینی وغیرہ بانٹنے کے ساتھ رحمت الہی کا بیان کیوں نے کیا جائے آرائش محفل کیوں نہ کی جائے جب وہ اس آیت سے ثابت ہے۔

ترجمہ: کس نے حرام کر دیا پاکیزہ رزق کو اور اللہ تعالی کی اس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کی۔؟ چھوہارے کیوں نہ بانٹے جائیں۔ جب آنحضرت نے فرمایا" اتقو النار لو شبق تمرہ "یعنی آدھا چھوہارا دیکر دوزخ کی آگ سے بچو۔

کامل بسطام درتقلید فرد

اجتناب از خوردن خربوزہ کرد

افسوس کہ ہم میں بعض چھوٹی چھوٹی باتیں بھی موجود نہیں ہیں جن سے ہماری زندگی خوش گوار ہو اور ہم اخلاق کی فضا میں زندگی بسر کر کے ایک دوسرے کیلئے باعث رحمت ہو جائیں۔ اگلے زمانے کے مسلمانوں میں اتباع سنت سے ایک اخلاق ذوق اور ملکہ پیدا ہو جاتا تھا اور وہ ہر چیز سے متعلق خود ہی اندازہ کر لیا کرتے تھے۔ کہ رسول اللہ کا رویہ اس چیز کے متعلق کیا ہوگا۔

حضرت مولانا روم بازار میں جا رہے تھے آپ کو بچوں سے محبت تھی۔ بچے کھیل رہے تھے۔ ان سب نے مولانا کو سلام کیا اور مولانا ایک ایک کا سلام الگ الگ قبول کرنے کے لئے دیر تک کھڑے رہے ایک بچہ کہیں دور کھیل رہا تھا اس نے وہیں سے پکار کر کہا حضرت ابھی جایئے گا نہیں میرا سلام لیتے جائیں تو مولانا بچے کی خاطر دیر تک وقف فرمایا اور اس کا سلام لے کر گئے کسی نے پوچھا حضرت آپ نے بچہ کیلئے اس قدر توقف کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو اس قسم کا واقعہ پیش آتا تو حضور بھی یوں ہی کرتے۔ مکان کو معطر کیوں نہ کیا جائے جبکہ سب جانتے ہیں کہ خوشبو آپ کو نہایت محبوب تھی لوبان کیوں نہ جلایا جائے جب کہ مسلمہ نے روایت بیان کی ہے ابن عمر جس وقت خوشبو کی دھونی لیتے تھے۔ تو خالص لوبان کہ دھونی لیتے تھے۔ اور لوبان کے ساتھ کافور بھی ملا دیتے تھے۔ اور فرماتے کہ رسول خدا ﷺ اس قسم کی خوشبو جلا کر دھونی لیا کرتے تھے۔

آمد شہہ لولاک ﷺ

آیا ربیع الاول سر پر لاکھ کروڑ عیدوں سے بڑھ کر
آئے اس میں جگ کے سرور

کیسی گھڑی تھی صبح سہانی مہکی مہکی، نوری نوری
آیا جب محبوب داور

کہتے سب میلاد مبارک چرخ سے آئے حور و ملک تک
رب کے سارے پاک پیغمبر

آمنہ بی کے گھر میں آئے ارض و سما کو بھی مہکائے
خوشبو کے آگے کیا ہے عنبر

حوروں نے بھی خوشیاں منائیں حوا، مریم، آسیہ آئیں
دیکھنے آئیں ساقی کوثر

سعدیہ کا گھر چمک اٹھا نور کی بارش سے دھمک اٹھا
آئے جب وہ رحمت بن کر،

مہکا مہکا خوب سماں تھا صل علیٰ وردِ زباں تھا
رونق تھی جنت سے بڑھ کر

دیکھو خوش ہے ساری خدائی رب نے ساری بزم سجائی
ہم نہ منائیں خوشیاں کیونکر

کیا کہنے آقا کا پسینہ بن گیا یثرب یوں ہی مدینہ
خوشبو اس کی پھیلی گھر گھر

شہر نبی ہے روشن روشن کلیاں کھلی ہیں گلشن گلشن
مٹی بھی ہے اس کی منور

یارب اپنے یار کے صدقے اس شاہ ابرار کے صدقے
نازل فرما رحمت ہم پر

مٹ گئی ساری کفر کی ظلمت کون و مکاں کو مل گئی عزت
دیکھا فضل رب اکبر

رب نے سارا دہر سجایا اپنے نبی سے یہ فرمایا
انا اعطینک الکوثر

نور کی برکھا برسی چھم چھم وجد میں آیا سارا عالم
ساعت تھی یہ ارفع و برتر ﷺ

مدنی آقا سب کے والی ادنیٰ سا مختار سوالی
اس کو بلائیں اپنے در پر

(قاری مختار احمد نقشبندی)

مقامِ مصطفےٰ کی دیگر انبیاء سے مناسبت

ابوطلحہ نوری

اللہ کریم نے ہمارے رسول پاک صاحب لولاک ﷺ کی ذات مجموعہ صفات میں تمام انبیاء کرام کے اوصاف وخصائل ظاہر فرمائے۔ حضور ﷺ نے صفوت آدم، گریہ نوح، جلال موسیٰ، جمال یوسف، فقر عیسیٰ، حلم ابراہیم، علم داؤد، وجاہت یحیٰ، عبادت ذکریا، صبر ایوب، سوز یعقوب، اور ایثار اسماعیل کو نئے سرے سے اجاگر کردیا۔ حضور ﷺ خلاصہ کائنات بن کر آئے بقول جامی

نسخہ کونین را دیباچہ اوست
جملہ عالم بندگان وخواجہ اوست

علماء کرام کا متفقہ فیصلہ ہے ما اوتی نبی معجزۃ ولا فضیلۃ الاولنبینا ﷺ نظیرھا او اعظم منھا خداوند عالم نے حضرات انبیاء کرام کو جو معجزات اور فضائل دیئے تھے، ان کی نظیر یا اس سے بڑھ کر اپنے پیارے حبیب ﷺ کو بھی فضائل ومعجزات سے موصوف بنایا ہوا تھا۔ (افضل الرسل ص ۱۴۶) ذیل میں ہم چند صفات کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت آدم سے مناسبت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا وعلم الاسماء کلھا۔ ''اور اس نے آدم کو تمام اسماء کا علم سکھایا''۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں فرمایا وعلمک مالم تکن تعلم اور تمہیں وہ کچھ سکھادیا جسکا تمہیں علم نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت ارضی سے نوازا اور حضور ﷺ کو زمین وآسمان کی حکومت وبادشاہت عطا فرمائی، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے، ''آپ کو ہم نے تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا'' ہے اور فرمایا ''ترے رب کی قسم یہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک تمہیں باہمی معاملات میں حاکم تسلیم نہ کرلیں، اور فرمان نبوی ہے کہ میرے دو وزیر آسمانوں میں ہیں اور دو وزیر زمینوں میں ہیں، آسمانی وزیروں کا نام جبریل ومیکائیل ہے اور زمینی وزیروں کا نام ابوبکر وعمر ہے، وزارت وہاں ہوتی ہے جہاں حکومت قائم ہو۔

اللہ اللہ شہ کونین جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا، ''پس میں نے اس میں اپنی روح پھونکی، اور ہمارے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں فرمایا ''من اللہ نور'' اللہ کی طرف سے نور بن کر آیا۔ معتزلہ کے سوا تمام مفسرین کرام کا مذہب ہے کہ ''من اللہ نور'' سے مراد ذات مصطفیٰ ہے۔ من اللہ دلیل ہے میرے نبی کا حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے سجدہ کیا، سجدہ کی اصل حکمت کیا تھی، مفسرین فرماتے ہیں، جبین آدم میں نور مصطفےٰ جلوہ

ریز تھا، گویا اگر جسد آدم مسجود ملائکہ ہے تو نور محمد بھی مسجود ملائکہ ہے، بلکہ اس کی جانب سجدہ اس کی بدولت تھا۔

حضرت نوح سے مناسبت: حضرت نوح علیہ السلام فکر امت میں ہمیشہ مستغرق رہتے تھے، آپ نے تبلیغ احکام میں اس جہد کامل کا مظاہرہ کیا کہ کمال کر دیا، صدیوں پر محیط عرصے میں ایک سرکش قوم کے سامنے حق کا پیغام ہر روز نئے عزم کے ساتھ پہنچانا تاریخ نبوت میں بھی ایک مثالی کردار ہے، حضرت نوح کو کثرت گریہ کی وجہ سے نوح کہا جاتا ہے، ہمارے نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس میں اس وصف عظیم کا ظہور درجہ کمال کو پہنچا ہوا ہے، خود قرآن پاک نے آپ کو حریص علیکم کا لقب دیا یعنی امت کی بہتری پر حریص ہیں اور فرمایا ان کا غم آپ کو اسقدر پریشان نہ رکھے، کہ آپ اپنی جان فدا کر دیں حضرت نوح علیہ السلام کیلئے حیوانات مسخر کیے گئے، اور ہمارے نبی اکرم ﷺ کیلئے بھی اونٹ، شیر، گوہ، گھوڑے، خچر، ہرن بلکہ جمادات شجر و حجر مسخر کیے گئے۔

حضرت ادریس سے مناسبت: اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں فرمایا" ورفعناہ مکانا علیاً" اور ہم نے اسے اونچا مکان عطا فرمایا، ہمارے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں فرمایا فکان قاب قوسین او ادنیٰ حضرت ادریس کو کثرت درس و وعظ کی بنا پر ادریس کہتے ہیں، ہمارے نبی اکرم بھی معلم کتاب وحکمت بن کر آئے جیسا کہ یعلمھم الکتاب والحکمتہ سے ثابت ہے۔

حضرت ابراہیم سے مناسبت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو حلم وعفو کی دولت سے نوازا تھا انہیں اواہ کہا جاتا ہے، حلیم کہا جاتا ہے، ہمارے نبی اکرم ﷺ میں یہ صفات بدرجہ اتم موجود ہیں۔ حضور کے حلم کا کیا کہنا جن کے بارے میں تورات میں بھی کہا گیا تھا کہ وہ ہر برائی کا بدلہ اچھائی سے دیں گے، اور لوگوں کی خطائیں معاف کریں گے، حضرت ابراہیم کے بارے میں ہے" لنریہ من ایاتنا" تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں، حدیث پاک ہے فعلمت ما فی السموات وما فی الارض، حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا کرتے ہیں مولا مجھے قیامت کے دن رسوانہ کرنا، ہمارے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں خود خدا اعلان فرمارہا ہے، قیامت کے دن اللہ اپنے نبی کو اور اس کے ساتھ ایمان والوں کو رسوانہ فرمائے گا، ابراہیم علیہ السلام کی فرشتوں کے ذریعے امداد فرمائی اور فرشتے ان کے معزز مہمان بنے، ہمارے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں فرمایا" اور ان لشکروں کے ذریعے اس کی مدد فرمائی جو تم نہیں دیکھتے، حضرت ابراہیم نے اپنے لئے والدین اور تمام مومنوں کیلئے مغفرت کی دعا فرمائی، ہمارے نبی اکرم ﷺ کو بھی حکم خداوندی ہوا، اپنے لئے اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کیلئے مغفرت طلب کرو حضرت ابراہیم نار نمرود سے بچ گئے حضور کے جسم سے لگا ہوا دسترخوان آگ سے محفوظ رہا۔ آپ کے جسم کا کیا مقام ہوگا، حضرت ابراہیم نے بھی قوم کے بت توڑے اور حضور نے بھی قوم کے بت توڑ دیئے۔

غرض حضور پرنور ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیساتھ صورت و سیرت میں بہت مناسبت رکھتے ہیں وہ خلیل اللہ ہیں، یہ حبیب اللہ ہیں، دونوں کا مطلب اللہ کا دوست ہے۔

حضرت موسیٰ سے مناسبت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر کلام فرمایا اور ہمارے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں فرمایا یہ (قرآن) تو عزت والے رسول کے ساتھ باتیں ہیں، اور فرمایا" یہ اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے یہ تو

ان کی طرف وحی کی جاتی ہے، اور فرمایا، اللہ نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کی سو کی، کلیم کو طور پر بلایا۔

اور حبیب لامکاں پر بلایا، کلیم کو جلوہ دکھایا، حبیب کو بھی جلوہ دکھایا، کلیم بے ہوش ہو گئے، حبیب عین ذات کو دیکھ کر مسکراتے رہے۔ اُدھر "رب اشرح لی صدری" کا ظہور ہے ادھر "الم نشرح لک صدرک" کا ظہور ہے انہوں نے کہا معی ربی، انہوں نے کہا ان اللہ معنا حضرت موسیٰ کا جلال مشہور ہے ادھر حضور جب جلال میں آتے تو کائنات لرزنا شروع ہو جاتی تھی سب کے دلوں پر آپ کی ہیبت طاری تھی ادھر عصائے موسوی کا جان دی گئی ادھر ستون حنانہ کو جان دی گئی۔ ادھر پتھر حرکت کرنے لگے، ادھر بھی پورا پہاڑ وجد میں آ گیا،

حضرت یوسف سے مناسبت:

حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال ضرب المثل ہے لیکن سچ ہے کہ وہ حسن و جمال بھی اس مظہر حسن ازل کی زکوٰۃ ہے۔ قرآن میں دونوں کے حسن و جمال کا ذکر ہے، ایک کی خاطر مصر کی عورتوں نے ہاتھ کاٹ لئے، اور ایک کے رخ و گیسو کی قسمیں قرآن نے اٹھائیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں اسلام نافذ کیا اور حضور نے ریگزار عرب میں نظام اسلام نافذ کیا۔ نیز حسن یوسف کو دیکھ کر پیاس ختم ہو جاتی، حضور کو دیکھ کر بھی لوگ کھانا پینا بھول جاتے جیسا کہ معتبر احادیث میں وارد ہے۔ وہ صباحت والے تھے، یہ ملاحت والے ہیں۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے جابر و قاہر بھائیوں کو معاف کیا حضور نے بھی انہی لفظوں کے ساتھ اپنے برادران قوم کو معاف کیا، وہ بھی درست ہوئے، یہ بھی درست ہو گئے۔

متفرقات:

☆......حضرت ہود علیہ السلام کی ہوا سے مدد کی گئی، حضور ﷺ کی غزوہ خندق میں ہوا سے مدد کی گئی،

☆......حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی بھی "معمور من اللہ" تھی حضور کی اونٹنی بھی معمور من اللہ تھی، وہ حضرت ایوب کے گھر کے سامنے بیٹھی تو وہاں حضور ﷺ نے قیام فرمایا۔

☆......صبر ایوب ضرب المثل ہے، پر صبر مصطفیٰ کے کیا کہنے، پتھر کھا کر بھی دعاؤں سے نوازرہے تھے، حضور اکرم ﷺ نے صبر ایوب کو زندہ کر دیا،

☆......حضرت یوشع علیہ السلام کیلئے مچھلی زندہ ہوئی، حضور ﷺ کیلئے گوشت کے ٹکڑے بول پڑے ان کیلئے سورج لوٹایا گیا ان کیلئے بھی سورج مقام عصر پر لایا گیا۔

☆......حضرت داؤد کے ساتھ مل کر پرندے اور پہاڑ اللہ کی تسبیحات پڑھتے، حضور ﷺ کیلئے کنکریاں کلمہ حق ادا کرتی تھیں، پہاڑ درود و سلام بھیجتے تھے۔

☆......حضرت سلیمان علیہ السلام ہواؤں کے دوش پر سفر فرماتے تھے، حضور ﷺ نے براق کی پشت پر سفر کیا۔ جنات بھی ان کے تابع فرمان تھے، ادھر بھی جنات آ کر قرآن سنتے اور حضور کی غلامی اختیار کرتے رہے ان سے چونٹی نے کلام کیا، ان سے پرندوں اور چوپاؤں نے کلام کیا،

☆......حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں کلام کیا، حضور نے بھی بچپن میں کلام کیا۔ ان کے بھی انصار تھے، ان کے بھی انصار تھے،

☆......انہوں نے مردوں کو زندان کیا، انہوں نے فرزان جابر اور ان کی مذبوحہ بکری کو زندہ کیا، وہ غیب کی خبریں دیتے تو یہ بھی غیب کی خبریں دیتے، ان کو چوتھے آسمان تک معراج کرائی اور ان کو لامکان تک معراج کرائی۔

حسن یوسف، دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

کارآمد حوالہ

مولوی رشید احمد گنگوہی "امداد السلوک" میں لکھتا ہے، اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی شان میں فرمایا تمہارے پاس حق تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب مبین آئے۔ نور سے مراد حبیب خدا ﷺ کی ذات پاک ہے۔

سیرت طیبہ کے چند اعجازی پہلو

(علامہ قاضی عبدالنبی کوکب)

نبی امی معلم کائنات:۔ آپ جس گھر میں پیدا ہوئے حسب ونسب اور قبائلی روایات کی جانب میں گو بہت اونچا واقع ہوا تھا مگر آپ کی ولادت طاہرہ کے قریب اور بعد کے ایام میں اس گھر کی مالی حالت زیادہ اچھی نہ تھی۔ سن تمیز کی عمر میں آپ کی کفالت حضرت ابو طالب کی طرف منتقل ہو چکی تھی۔ جو کثیر العیال اور تنگ دست تھے۔ تھوڑی سی زمین اور چند بکریاں ان کی متاع تھی۔ غربت و عسرت میں گھرے ہوئے ابو طالب سے کیا توقع ہو سکتی تھی کہ وہ ایک یتیم بچے کی ذہنی، علمی اور فکری تربیت کا کوئی انتظام کرتے۔ ان کے لئے اپنے عیال کو دو وقت روٹی مہیا کرنا دشوار تھا اور اپنے والدین سر پر موجود نہ تھے۔ جو تربیت دلانے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

جس قوم میں تشریف لائے وہ پڑھنے لکھنے کو عیب سمجھتی تھی۔ بعثت کے وقت سارے قریش میں صرف ۱۷ ایسے شخص تھے جو پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ یہ قوم اپنے بچوں کو اونٹوں اور بکریوں کو چرانے میں مصروف کر دینے کے سوا کچھ نہ جانتی تھی۔ پھر سارے ملک میں کوئی باقاعدہ مدرسہ، کوئی علمی ادارہ اور دانش کا کوئی مرکز سرے سے موجود ہی نہ تھا۔ جہاں علم کا کوئی متلاشی اپنی پیاس بجھانے جا سکتا۔ بے علمی اور جہالت کی یہ وہ تہ بہ تہ ظلمتیں تھیں۔ جن میں آمنہ کا در یتیم ﷺ تشریف لایا۔

لیکن اس ظلمت کدے میں آکر علم کی جو شمع اس نے جلائی۔ اس کی نظیر اولین و آخرین میں نہ ملی۔ کائنات کو جو سبق اس نے دیئے۔ وہ اس سے پہلے اور اسکے بعد کسی دوسرے نے نہ دیا اور انسان کو جو دانش اس نے عطا کی اس سے ساری دھرتی جگمگا اٹھی یہ تھے یتیم امّی!

مگر سوال یہ ہے کہ ان گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں آپ ﷺ نے روشنی کی کرن کہاں سے لی۔ کرن نہیں بلکہ علوم و حکم کا خورشید کہاں سے حاصل کیا۔ آپ ﷺ کس دانشور کے پاس اور کونسا معلم آپ ﷺ کو درس دنے آیا۔ وعلمك ما لم تكن تعلم

نبی اُمی بانی تہذیب:۔ جس سوسائٹی میں آپ نے آنکھیں کھولی وہ کسی تمدن سے آشنا نہ تھی۔ اس معاشرے میں تہذیب کا قدم کبھی نہ آیا تھا۔ اخلاق، اصول اور ضابطے جیسی کسی شئے کا کوئی نشان نہ تھا۔ فواحش وقبائح میں کوئی شرم محسوس نہ کی جاتی تھی۔ لیکن آپ ﷺ نے دھاندلیوں کے اس دیس میں رہ کر عدل، تمدن اور تہذیب کا آخری نقش عالم کے سامنے رکھا اور ذمائم اور جرائم کی ان تنگناؤں میں سے پاک وصاف نکل کر انسان کیلئے انتہائی طیب وطاہر کردار کا نمونہ پیش کیا۔

مگر سوال یہ ہے کہ یزدیوں اور دہقانیوں کی اس بھیڑ میں آپ

ﷺ کو مشعل تہذیب کیسے ہاتھ لگی؟ بد اخلاقی ، بے حیائی اور بدی کے اس طوفان میں آپ نے عفت شرم اور بلند کرداری کا روشن و بالا مینار کیسے پالیا؟ اور جہاں کردار کا کوئی نشان نہ تھا وہاں کردار کی عظمت کا آخری نقش کیسے پیش کیا۔

نبی اُمی صاحب قرآن:۔

چالیس برس تک کی عمریوں خاموش گزری کہ گویا مکہ میں رہتے ہی نہیں۔ جس بستی میں گلی گلی سخن دری اور زبان درازی کے مقابلے ہوتے تھے۔ جہاں فرش خاک سے ایک تنکا اٹھا کر اس پر قصیدہ لکھ ڈالتے تھے۔ وہاں آپ ﷺ سب سے الگ تھلگ چپ چاپ زندگی بسر کر رہے تھے۔ نہ مشاعروں میں آنا جانا، نہ عکاز اور مجاعہ کے میلوں میں شرکت نہ زبان آرائی کے مقابلوں میں شمولیت، نہ شعر سے محبت، نہ سخن سازی سے رغبت حتیٰ کہ کم گوئی اور خاموشی کی یہ روش عربوں کیلئے باعث حیرت بن کر رہ گئی تھی۔

مگر بعثت کے دن اسی کم گو اور خاموش باش قریشی جس اتر کر عرب کے سامنے ایسا کلام رکھا جس سے فقہاء عدنان کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی۔ اور وہ اس کلام کو نہ نثر کہہ سکے اور نہ ہی اس کی عظمتوں کا کوئی پیمانہ پا سکے ۔ پھر اسی قریشی نوجوان نے جو کبھی سخنوری کی مجلسوں میں شریک نہ ہوا تھا۔ ان بلغاء اور شعراء کو للکارا۔ جس کے قصیدے سونے سے لکھے جاتے اور کعبے کی دیواروں کا زیور بنتے تھے۔ اے زبان والو! اے برس ہا برس سے نظم و نثر کی وادیوں میں گھوڑے دوڑانے والو! چند جملے اس کلام جیسے بھی بنا کر لاؤ۔ اس اعلان پر سارے ملک میں سناٹا چھا گیا سخن آرائی کی بزمیں خاموش ہوگئیں اور شعر و روایت کی محفلیں اجڑ گئیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ ان خاموش لبوں کو ایک دم یہ جنبش کس نے دی۔ اور اس کم گو و خاموشی پسند زبان کو یہ انداز کلام کس نے بخشا جس نے چشم زدن میں پرانی بساطیں الٹ کر رکھ دیں۔

بجھ گئیں جن کے آگے سبھی مشعلیں
شمع وہ لیکر آیا ہمارا نبی

مسرت عالیہ کے انہی زاویوں میں وہ آیات الٰہی جگمگا رہی ہیں، جو انسان کو صداقت نبوت کی منزل کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ افسوس کہ یورپ کی آنکھ سے ابھی تک فہد کی پٹی دور نہیں ہوئی اور وہ ہادی عالم ﷺ کی زندگی کے ان اعجازی پہلوؤں پر منصفانہ نظر نہیں ڈال سکے۔ کاش اس زمانے میں مسلمان کی کٹیا سے کوئی ایسی روشنی طلوع ہوتی جو مغرب کے برخود غلط انسان پر مقام "نبوت" کی حقیقت پیدا کرتی۔

ہو چکا گر قوم کی شان جلالی کا ظہور
ہے مگر باقی ابھی شان جمالی کا ظہور

نعت شریف

قصیدہ جب خدا مجھ سے لکھا تا ہے محمد ﷺ کا
تو دل بھی اسم اعظم گنگنا تا ہے محمد ﷺ کا
نہ کہنا راعنا محبوب ﷺ سے، کہہ لینا انظرنا
ادب قرآن یوں ہم کو سکھا تا ہے محمد ﷺ کا
جہان کی نعمتیں ساری ملیں ان کے وسیلے سے
جو پیتا ہے، محمد ﷺ کا، جو کھاتا ہے محمد ﷺ کا
ارادہ جس کا بھی تو بہ کا ہو تو کہئے جاؤ کہ
خدا بھی اس کو دروازہ دکھاتا ہے محمد ﷺ کا
مہکتا ہے جہان روح، دل مسرور ہوتا ہے
"زباں پر میرے جسدم نام آتا ہے محمد ﷺ کا"
رفاقت اس پہ بھی اکثر کرم سرکار ﷺ کرتے ہیں
ولادت کا جو دن اکثر مناتا ہے محمد ﷺ کا

(رفاقت علی)

حضرت شاہ ولی اللہ کے قلم سے

مقامِ نبوّت صلی اللہ علیہ وسلم

(مرتب صدیق ضیاء)

حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ:۔ جس وقت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور روضہ اقدس علیٰ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے روح مبارک و مقدس ﷺ کو ظاہراً وعیاناً دیکھا۔ نہ صرف عالم ارواح میں دیکھا بلکہ عالم مثال میں ان آنکھوں سے قریب تو میں سمجھ گیا کہ یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ حضور ﷺ نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں اور لوگوں کی امامت فرماتے ہیں وغیرہ ذالک یہ سب (صحیح اور) اسی دقیقہ کی باتیں ہیں۔ (فیوض الحرمین۔ مترجم ......۸۱۔۸۲)

حتیٰ کہ میں نے خیال کیا کہ تمام فضا نبی کریم ﷺ کی روح سے لبریز ہے اور روح اقدس ﷺ اس میں تیز ہوا کی طرح موجیں مار رہی ہے حتیٰ کہ دیکھنے والے کو موجیں ملاحظہ اقدس کی طرف نظر کرنے سے روک رہی ہیں اور میں نے نبی کریم ﷺ کو آپ کی اصلی صورت کریمہ میں بار بار دیکھا...... باوجود یہ کہ میری تمنا اور آرزو تھی کہ روحانیت میں دیکھوں نہ جسمانیت رسول اکرم ﷺ میں۔ تو میری یہ بات سمجھ میں آئی کہ آپ کا خاصا ہے روح کو صورت جسم ﷺ کرنا۔ فیوض الحرمین۔ مترجم صہ ۸۳۔۸۴

یہی حال ہے کہ برابر نبی اکرم ﷺ خلق کی جانب متوجہ ہیں اور ان کی طرف رخ انور کئے ہوئے ہیں۔ اور جب بھی میں روضہ اطہر کی جانب متوجہ ہوا تو آپ کو حاضر (حاضر ظاہراً) دیکھا۔

لفظ "یا" سے پکارنا اور "یارسول اللہ ﷺ" کہنا

وصلیٰ علیك الله یا خیر خلقه
و یا خیر مامول و یا خیر واهب

ترجمہ:۔ اے اللہ کی ساری کائنات سے بزرگ ترین رسول۔ اور اے تمام ان لوگوں سے بہتر جن سے خیر کی امید وابستہ کی جاسکتی ہے اور اے ان تمام جو عطا کرنے والوں سے زیادہ سخی آپ پر اللہ تعالیٰ کے درود ہوں۔

و یا خیر من یر حی 'یکشف رزیة
و من جو ده قد فاق جود السحائب

ترجمہ:۔ اے وہ ان تمام لوگوں سے افضل حق سے مصائب دور کرنے کی امید کی جاسکتی ہے اور اے وہ نبی ﷺ جس کی سخاوت بادلوں کی موسلا دھار بارش سے بھی فوقیت رکھتی ہے۔ قصیدہ الطیب النغم

حضرت شیخ احمد قشاشی کہتے ہیں کہ اپنی کسی ضرورت میں، انہوں نے کاغذ کے ایک ٹکڑے پر لکھا۔

یارسول الله صلی الله علیه وسلم علیك انت اقرب الی متی ام هذا فی من قربك منی و ان بعدت الا ما شفعت فی و فی قضا حاجتی کلها الدنوية و الا خرية لی و من احب امین۔

اس کے چھ ماہ بعد سید محمد بن علوی نے آپ کو لکھا کہ میں نے حضور ﷺ کی زیارت کی ہے اور میرا سلام کہو اور میری شفاعت کی خوشخبری دو۔ اور اس سے اگلے روز دوبارہ سید محمد بن علوی نے کہا میں نے دوسری مرتبہ حضور ﷺ کی زیارت کی ہے۔ خوش خبری سنا دو کہ وہ جنت الفردوس میں میرا جلیس

ہوگا۔ (انفاس العارفین)

علم غیب شریف:۔ حضور ﷺ پر آئندہ زمانہ کے حوادث بھی منکشف ہو چکے تھے۔ الخ حجۃ اللہ البالغہ دوم

ایک آدمی سلام کا دعویٰ کرتا تھا اور شدید جنگ کر رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا یہ دوزخیوں میں سے ہے بعض لوگوں کو شبہ ہونے لگا۔ پھر ظاہر ہو گیا کہ اس نے خودکشی کر لی۔(حجۃ اللہ البالغہ)

جنگ بدر شروع ہونے پہلے آپ ﷺ نے فرمایا فلاں کی لاش یہاں ہوگی اور فلاں کی یہاں ہوگی، وہاں وہاں آپ ﷺ ہاتھ رکھتے جاتے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جہاں جہاں ہاتھ رکھا تھا۔ وہاں سے کوئی بھی نہ ہٹا (یعنی وہیں مرا پڑا پایا گیا)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور اس نے سلام عرض کیا حضور ﷺ نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ اس کے سلام کا جواب دیا اور اپنے برابر اسے بٹھا لیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ یہ وہ شخص ہے جس کا درجہ روزانہ کل اہل زمین کے برابر بلند کیا جاتا ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس کی کیا وجہ ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا یہ جب روزانہ صبح اٹھتا ہے تو دس مرتبہ مجھ پر درود بھیجتا ہے جو تمام مخلوق کے درود کے برابر ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ کس طرح درود بھیجتا آپ نے فرمایا، اس طرح:

اللھم صل علیٰ محمد النبی عدد من صلیٰ علیه من خلقك و صل علیٰ محمد النبی کما ینبغی لنآ ان نصلی علیه و صل علی محمد النبی کما امرتنا ان نصلی علیه۔

آنحضرت ﷺ ترجمان غیب تھے۔ لہذا آپ نے فرداً فرداً صحابہ کرام کے فضائل بیان فرمائے اور ہر ایک کا 'عند الله وعند الناس' جو کچھ مرتبہ و فضیلت تھی اس کا اظہار کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام میں تجارت کیا کرتے تھے۔ وہاں انہوں نے ایک خواب دیکھا تو اس کو بحیرہ راہب سے بیان کیا اس نے تعبیر بیان کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ نے فرمایا وہی خواب جو تم نے شام میں دیکھا تھا اور علم غیب کی اس دلیل پر۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایمان قبول فرمایا۔ (مختصراً)

(ازالۃ الخفاء اول)

ایاس بن مسلمہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کی نبی ﷺ نے عثمانؓ کی طرف سے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر رکھ کر بیعت کی لوگوں نے کہا ابوعبداللہ (عثمان غنی رضی اللہ عنہ) کی کنیت ہے۔ کو خانہ کعبہ کا طواف امن کے ساتھ مبارک ہو نبی ﷺ نے فرمایا اگر زمانہ دراز تک وہ وہاں رہیں لیکن جب تک میں نہ طواف نہ کرلوں وہ طواف نہیں کریں گے۔ (ازالۃ الخفاء دوم)

جب فتح مکہ کا قصد معین ہو گیا، آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو اس خط کے لینے کے لئے روانہ کیا تھا جو حاطب بن ابی بلتعہ نے کفار مکہ کو لکھا تھا۔

بخاری نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور زبیر و مقداد کو بھیجا کہ روضہ خاخ (مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک مقام) میں ایک عورت جا رہی ہے اس کے پاس خط ہے وہ لے آؤ۔

ہم گھوڑے دوڑاتے ہوئے اس مقام پر پہنچے وہ عورت ملی ہم نے اس سے خط مانگا اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے ہم نے کہا کہ خط دے دو ورنہ کپڑے اتار کر تلاشی لیں گے۔ تو اس نے اپنی چوٹی سے خط نکال کر دے دیا۔ ہم اس کو رسول خدا ﷺ کے پاس لے آئے۔ (ازالۃ الخفاء دوم)

پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت امام حسنؓ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صلح کی خبر دی۔

بخاری نے حسن سے راویت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے رسول اللہ ﷺ خطبہ بیان فرما رہے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آگئے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید خدائے ذوالجلال اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے۔

فضالہ بن ابی فضالہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے میں اپنے والد کے ساتھ حضرت علی کی عیادت کرنے گیا وہ بیمار تھے میرے والد صاحب نے ان سے کہا کہ تم کیوں اس جگہ رہتے ہو اگر مر جاؤ گے تو یہاں

سوا اعراب جہلیہ کے اور کوئی تو گور و کفن کرنے والا بھی نہیں۔ آپ مدینہ چلیں جائیں اگر وہاں انتقال ہوگا تو تمہارے اصحاب تمہارا گور و کفن کریں گے اور تمہاری نماز پڑھیں گے۔ ابو فضالہؓ اہل بدر میں سے تھے حضرت علیؓ نے کہا میں اس درد سے نہ مروں گا۔

رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے عہد کیا کہ میں اس وقت تک نہیں مروں گا کہ میرے تلوار کا زخم لگایا جائے اور میری داڑھی سر کے خون سے تر ہو ۔ابو فضالہ آپ ہی کی طرف سے صفین میں شہید ہوئے۔

مشرق و مغرب کا علم:۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل نے میرے لئے ساری زمین لپیٹ دی یہاں تک کہ میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھا۔

و اخبر عنه ان سیبلغ ملکه

الیٰ ما اریٰ من مشرق و مغارب

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اس بات سے خبردار کیا کہ آپ کی حکومت مشرق و مغرب کے ان علاقوں تک پہنچے گی جو اللہ تعالیٰ نے اے محبوب ﷺ آپ کو دکھا دیئے ہیں۔

مسلمان علم غیب پر ایمان لا کر خوش ہوتے ہیں اور منافقین طنز اور انکار کرتے ہیں:۔

ابن عبداللہ بن عمرو بن مزنی اپنی والدہ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتی ہیں کہ جنگ خندق کے سال حضور اکرم ﷺ نے خندقیں کھودنے کی حدیں مقرر کر دیں اور ہم خندقیں کھودنے میں مصروف ہو گئے تو ایک گول اور سفید چٹان نکلی جس نے ہمارے ہتھوڑوں کو توڑ دیا مگر وہ نہ ٹوٹی ہم حضور ﷺ کی بارگاہ میں اس کی شکایت کی۔ حضور ﷺ تشریف لائے اور ہتھوڑا اٹھا کر مارا تو وہ شق ہو گئی اور اس کے اندر ایک شعلہ نکلا جو اس قدر روشن تھا کہ اگر شب ہوتی تو سارا ریگستان روشن ہو جاتا۔ حضور ﷺ نے اور آپ کے ساتھ تمام مسلمانوں نے اسے دیکھ کر تکبیر کہی۔ پھر آپ نے ایک اور ہتھوڑا مارا اور وہ شق ہو گئی تو اس میں سے اسی طرح چمکتا ہوا ایک اور شعلہ نکلا۔ حضور ﷺ نے پھر تکبیر کہی اور مسلمانوں نے بھی۔

پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا پہلے شعلہ میں مجھے حیرہ کے سفید محل اور مدائن کسریٰ دکھائے گئے۔ جبرائیل نے مجھ سے کہا کہ میری امت انہیں بھی فتح کرے گی اور دوسری دفعہ روم کے سرخ محل دکھائی دیئے۔ جبرائیلؑ نے مجھے بتایا کہ میری امت انہیں بھی فتح کرے گی۔ سو تم خوش ہو جاؤ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ چنانچہ مسلمان خوش ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا بیان کی کہ اس نے ہم سے نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ بے شک اس کا وعدہ سچا ہے۔ پھر جب عرب قبائل نظر آئے تو ان کو دیکھنے سے مسلمانوں کا ایمان و یقین زیادہ ہوا اور کہنے یہ وہ لشکر ہے جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کیا ہے۔ بے شک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا وعدہ سچا ہے۔

مگر جو لوگ منافق تھے وہ کہنے لگے کہ دیکھو کیا تعجب کی بات ہے کہ تمہارا پیغمبر ﷺ تمہیں جھوٹے جھوٹے وعدے دیتا ہے۔ بھلا یہ بھی ممکن ہے کہ یثرب (مدینہ منورہ) سے قصور حیرہ اور مدائن کسریٰ نظر آنے لگیں اور آں پر طرہ یہ کہ کھودتو خندقیں رہے ہیں اور ظاہر ہونے کی ہمت نہیں رکھتے مگر قصور اور مدائن ضرور فتح کریں گے۔

جب منافقین نے یہ کہنا شروع کیا تو ان کے حق میں یہ وعید نازل ہوئی۔

والذین فی قلوبهم مرض ما وعدنا الله و رسوله الاغروراً۔

رب نے مختار بنایا:۔ جناب رسول ﷺ نے فرمایا اے لوگو! تم پر اللہ نے حج فرض کیا ہے اس لئے حج کرو۔ ایک آدمی نے عرض کیا کہ، اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہر سال آپ خاموش رہے حتیٰ کہ اس نے تین بار دہرایا آپ نے فرمایا اگر میں کہہ دوں تو لازم ہو جائے گا اور تم سے یہ نہیں ہوسکتا۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ پڑھا اور اس میں فرمایا کہ ایک نیک مرد کو اس کے پروردگار نے اختیار دیا ہے کہ وہ جب تک چاہے دنیا میں رہے اور جو کچھ دنیا کی نعمتوں سے چاہے کھالے یا اپنے پروردگار کی ملاقات کو پسند کرے تو اس نیک مرد نے اپنے پروردگار کی ملاقات کو پسند کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر حضرت ابوبکر رونے لگے (سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ ارشاد سرکار دو عالم ﷺ نے خود اپنے بارے میں فرمایا تھا)

ایک بار جمعہ کے دن آپ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی اٹھا

اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ مال ہلاک ہو گیا اور گھر والے بھوکے ہوئے بارش کی دعا کیجئے۔ آسمان پر ابر کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا آپ نے ابھی دعا سے ہاتھ بھی نیچے نہیں کیے تھے کہ آسمان پہاڑوں کی طرح بادلوں سے اٹ گیا۔ اور اس قدر بارش ہوئی کہ لوگوں کو نقصان کا اندیشہ ہوا تو آپ نے دعا کی۔ ہمارے اردگرد برسے اور ہم پر نہ برسے۔ جس طرف آپ ہاتھ سے اشارہ کرتے بادل پھٹ جاتا۔

ناممکن کو ممکن بنا دینے کا اختیار:۔ حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ میں نے حضرت سید الرسل ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ میری طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کی توجہ گرامی کی برکت سے میں مقامات اولیا کو عبور کر رہا تھا اور انہیں اچھی طرح پہچانتا تھا یہاں تک کہ میں اس مقام تک پہنچ گیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ولی اس جگہ سے نہیں گزر سکتا۔

میں نے عرض کیا فقیر کا اعتقاد یہ ہے کہ ہر وہ ناممکن بات جس کی طرف حضور ﷺ متوجہ ہوں ممکن ہو جاتی ہے۔

مالک ہیں خزانہ قدرت کے:۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی گئی ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں کے پاس طلوع آفتاب کے بعد تشریف لائے اور فرمایا کہ

میں نے فجر سے پہلے یہ خواب دیکھا کہ مجھے مقالید اور موازین دی گئی ہیں۔ مقالید سے مراد کنجیاں (کہ ان سے تمام دنیا کے خزانے کھول سکوں) اور موازین سے یہی ترازو ہیں جن سے تولا جاتا ہے۔

(ایک روز) رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا

اے لوگو! میں قیامت کے دن تم پر گواہ ہوں گا اور قسم خدا کی میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا ہوئی ہیں۔

بروایت حضرت براء بن عازب غزوہ احزاب کے موقع پر خندق کی کھدائی کے دوران سخت پتھر نکل آیا۔ رسول اللہ ﷺ سے عرض کی گئی۔ آپ نے کدال لی۔

بسم اللہ کہہ کر کدال کو پتھر پر مارا جس سے ایک تہائی پتھر ٹوٹ گیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ اکبر مجھے ملک شام کی کنجیاں عنایت ہوئیں۔ میں شام کے سرخ محل یہاں دیکھ رہا ہوں پھر بسم اللہ کہہ کر دوسری مرتبہ کدال پتھر پر ماری جس سے دو تہائی پتھر ٹوٹ گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے فارس کی کنجیاں عنایت ہوئیں خدا کی قسم میں یہاں سے فارس کے سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو باقی پتھر ٹوٹ گیا اور فرمایا اللہ اکبر مجھے یمن کی کنجیاں عنائیت ہوئیں خدا کی قسم میں یہاں سے صنعا کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔

حضور ﷺ نعمتیں عطا فرماتے ہیں:۔

و اجود خلق الله صدر و نائلا

و ابسطهم كفا على كل طالب

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے حضور ﷺ باعتبار سینہ و باعتبار عطیات سب سے زیادہ سخی ہیں اور ہر سائل کے لئے آپ کا دست کرم سب سے زیادہ کشادہ ہے۔

من الغيب كم اعطى الطعام لجائع

وكم مرة اسقى الشراب لشارب

ترجمہ:۔ عالم غیب کی مدد سے حضور ﷺ نے بارہا بھوکوں کو کھانا کھلایا اور پیاسوں کو پانی پلایا۔ (قصیدہ اطیب النعم ص ۹۷)

فلاصادے غليل القلب الاء

و يصدر من ندا آء بار تواء

ترجمہ:۔ کوئی ایسا پیاسا نہیں جو اپنے سینہ میں پیاس کی جلن محسوس کرتا ہے مگر جب وہ حضور ﷺ کی عطا و بخشش کی طرف رجوع کرتا ہے کہ سیراب ہو جاتا ہے۔ ایک روز حضور ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے جو کوئی اپنا کپڑا پھیلائے رکھے جب تک میرا یہ کلام ختم نہ ہو پھر اسے لپیٹ کر کر اپنے سینے سے لگائے تو میرے کلام سے کچھ چیز کبھی بھی فراموش نہیں کرے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے چادر پھیلا دی پھر اس کے بعد کبھی کچھ چیز نہ بھولے"

جناب والد ماجد نے بیان فرمایا کہ رمضان شریف میں کہیں جانے کو سوار ہوا۔ گرمی و تکلیف مجھے بہت ہوئی پس اسی حالت میں مجھے نیند آ گئی تو زیارت سرکار دو عالم ﷺ سے مشرف ہوا آپ نے مجھے لذیذ کھانا عطا فرمایا جو چاول، قند اور گھی سے تیار ہوا تھا (زردہ، پلاؤ وغیرہ) وہ کھایا اور سیر ہوا

تو ٹھنڈا پانی عنایت کیا اسے پیا پیاس دور ہوئی پھر جاگا اس حال میں کہ بھوک نہ تھی اور ہاتھوں سے زعفران کی بو آرہی تھی (بعض عقیدت مندوں نے احتیاط سے دھوکر رکھ لیا اور برکت اور تبرک کے طور پر اس سے روزہ افطار کیا۔

وصلیٰ علیك الله یا خیر خلقه

ویا خیر مامول و یا خیر واهب

ترجمہ:۔اے اللہ کی ساری کائنات سے بزرگ ترین رسول اور اے تمام ان لوگوں سے بہتر جن سے خیر کی توقع کی امید کی جاسکتی ہے اور اے تمام جود وعطا کرنے والوں سے زیادہ سخی! آپ پر اللہ تعالیٰ کے درود ہوں۔

شق القمر کا معجزہ:۔

واعجب تلك البدر ینشق عندهٗ وما هو فی اعجازهٗ من عجائبی

ترجمہ:۔اور حضور ﷺ کے عجیب ترین معجزات سے یہ ہے کہ چودھویں کا چاند حضور ﷺ کے اشارہ سے پھٹ گیا (دو ٹکڑے ہو گیا) اور یہ معجزا حضور ﷺ کے معجزات میں سے کوئی عجیب وغریب نہیں ہے۔

سورج لوٹنے کا واقعہ:۔ ۱۱۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں ہمارے شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی کے سامنے پڑھا گیا، میں سن رہا تھا۔ وہ کہتے تھے مجھے میرے والد ابراہیم بن حسن کردی مدنی نے خبر دی اور (دو طویل سندوں سے) اسما بنت عمیس سے روایت کیا رسول خدا ﷺ کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا رسول اللہ ﷺ پر وحی ہو رہی تھی۔ جب وحی ختم ہو گئی، آنحضرت ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، اے علی! کیا تم عصر کی نماز پڑھ چکے ہو؟ انہوں نے جواب دیا نہیں، آنحضرت ﷺ نے خدا سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو واپس کر دیا یہاں تک کہ انہوں نماز پڑھ لی۔ اسما کہتی ہیں میں نے آفتاب کو غروب ہونے کے بعد پھر دیکھا جس وقت لوٹایا گیا حضرت علیؓ نے نماز پڑھی۔

حافظ جلال الدین سیوطی نے "کشف اللبس فی حدیث رد الشمس" کے ایک مقام میں لکھا ہے کہ رد الشمس ہمارے نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے۔ امام ابوجعفر طحاوی وغیرہ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ حافظ ابوالفروج ابن جوزی نے بہت زیادتی کی ہے کہ انہوں نے اس کو کتاب موضوعات میں داخل کر دیا۔ ان کے شاگرد محدث ابوعبداللہ محمد بن یوسف دمشقی صالحی نے مزیل اللبس عن حدیث رد الشمس کے ایک مقام میں بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو طحاوی نے اپنی کتاب کو حدیث کو طحاوی نے اپنی کتاب مشکل الآثار میں اسما بنت عمیس سے دو طریقوں سے نقل کیا اور کیا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں ان کے راوی ثقہ ہیں اور قاضی عیاض نے اس کو شفا میں درج کیا ہے اور حافظ ابن سید الناس نے بشری اللبیب میں اور حافظ علاؤ الدین معلطائی نے اپنی کتاب الزاہر الباسم میں (اسے نقل کیا ہے) ابوالفتح نے اس کی تصحیح کی ہے اور ابوزرعہ ابن عراقی نے "الدرا المنتشرہ فی الاحادیث المشتھرہ" میں بیان کیا ھے اور حافظ احمد بن صالح نے کہا ہے یہ تم کو کافی ہے جس کا مقصد علم حاصل کرنا ہے اس کو اسماء کی حدیث سے نہ تخلف کرنا چاہیے کیونکہ وہ نبوت کی بہت بڑی نشانیوں میں سے ہے اور انہوں نے (بھی) ابن جوزی پر انکار کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو موضوعات کی کتاب میں داخل کر دیا۔

میں (شاہ ولی اللہ) کہتا ہوں طحاوی نے مشکل الآثار میں اسے دو طرح سے روایت کیا ہے ان میں ایک طریق فضیل بن مرزوق عن ابراہیم بن الحسن عن فاطمہ بنت الحسنؓ سے ہے (جس کو دو طویل سندوں میں ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

دوسرا طریق یہ ہے کہ ہم سے علی بن عبدالرحمٰن بن محمد بن مغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ان سے احمد بن صالح نے بیان کیا، ان سے ابنِ ابی فدیک ان سے محمد بن موسیٰ نے عون بن محمد سے انھوں نے اپنی ماں امِ جعفر سے انہوں نے اسماء

بنت عمیس سے روایت کر کے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر کی نماز صہبا میں پڑھی پھر حضرت علیؓ کو کسی کام پر بھیجا۔ جب وہ واپس آئے تو نبی کریم ﷺ عصر کی نماز پڑھ چکے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا سر مبارک حضرت علیؓ کی گود میں رکھ لیا اور غروب آفتاب تک سرِ مبارک نہ ہلایا۔ جب آفتاب غروب ہو گیا نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی کہ الٰہی تیرا بندہ علی تیرے نبی کے کام میں تھا تو اس پر آفتاب کو واپس کر دے۔ اسماء کہتی ہیں پھر آفتاب نکل آیا یہاں تک کہ اس کی دھوپ پہاڑوں اور زمین پر پھیل گئی۔ حضرت علیؓ نے اُٹھ کر وضو کیا اور عصر کی نماز پڑھی پھر آفتاب غروب ہو گیا۔ یہ واقعی صہبا میں ہوا تھا۔ طحاوی کہتے ہیں محمد بن موسیٰ وہی ہیں جو قطری کے نام سے مشہور ہیں اور ان کی روایت پسندیدہ ہے اور عون بن محمد حضرت علی بن ابی طالبؓ کے پوتے ہیں اور ان کی والدہ ام جعفر بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب ہیں۔

معراج مع جسدِ اقدس ہوئی:۔ آپ ﷺ کو مسجد اقصیٰ تک راتوں رات سیر کرائی گئی پھر وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک اور جہاں تک اللہ نے چاہا سیر کرائی گئی اور یہ سب سیر حالتِ بیداری میں اور آپ ﷺ کے جسد مبارک کے ساتھ ہوئی۔ تمام انبیاء علیہم السلام سے آپ ﷺ کی ملاقات ہوئی

و اسری علی متن البراق الی السماء فیا خیر مرکوب و یا خیر راکب

ترجمہ۔ رات کے وقت حضور ﷺ براق کی پشت پر سوار ہو کر آسمان کی طرف تشریف لے گئے۔ پس کتنا بابرکت ہے وہ براق جس پر نبی الانبیا ﷺ نے سواری کی اور کتنا بابرکت ہے وہ شہسوار جو عالمِ آب و گل کی سرحدوں کو عبور کر کے لامکاں کی وسعتوں کی طرف روانہ ہوا۔ قصیدہ اطیب النغم۔ مترجم ۱۲۲

ایک بار شیخ عبدالحفیظ نے حدیثِ قدسی قف یا محمد فان اللہ یصلی جو قصہء معراج میں آئی ہے کا معنی دریافت کیا حضرت والد (شیخ ابو رضا) نے لکھا۔ میری ناقص رائے میں آیا ہے کہ جب اس قاف معرفت کے سیمرغ نے عالمِ خالق و امر کی فضا میں پرواز کی تو عالمِ کون و مکاں کی سرحد کے آخری نقطہ پر پہنچے اور عالم قدس حضرت الٰہی کی دلکشا ہوا دکھائی دی۔ اپنی علو ہمتی کی وجہ سے ارادہ کیا کہ اس عالم میں بھی پرواز کریں اسی وقت پاکیزہ خطاب پہنچ گیا کہ قف یا محمد یعنی اے محمد ﷺ عالمِ امر کے آخری نقطہ پر ٹھہر جایئے کیونکہ یہ عبودیت کی حد ہے جس کے ساتھ مشاہدہ ربوبیت فان اللہ یصلی یعنی وہ چاہتا ہے کہ آپ کے ذریعے عالمین پر نبوت و رسالت کا فیضان کرے۔ اس لئے ضروری ہے کہ رسول اس برزخ میں ٹھہرے تاکہ حضرت الٰہیہ سے معارف و احکام کا استفادہ کر کے عالم خلق و امر پر ان معارف کو بہائے اور فیضان کرے۔ یعنی اے محمد ﷺ اس برزخ کبریٰ پر ٹھہر جایئے جو کہ عارفین کے مقام کی انتہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ صلوٰۃ پڑھتا ہے یعنی اس بلند مرتبہ اور مقامِ قربت پر فائز بندوں پر وہ رحمت فرما رہا ہے۔

انفاس العارفین ص ۲۳۱۔۲۳۲

رُویت باری تعالیٰ پر ایمان لاؤ:۔ بہت کچھ رد و قدح کے بعد ہمیں یہ یقین حاصل ہوا ہے کہ ہمارے رسول ﷺ نے معراج کی رات اپنے رب تعالیٰ و تقدس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کانوں سے اس کا کلام سُنا۔ ان باتوں پر ذرا بھی تعجب نہ کرو بلکہ ان کو تسلیم کرو اور ان پر ایمان لاؤ۔ (خیر کثیر اردو ۲۶۹)

آپ ﷺ کا وسیلہ ہی صحیح راستہ ہے:۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے واسطہ سے اپنے راستہ پر سلوک کا طریقہ عطا کیا اور آپ ﷺ کی روح اس عطا کا سبب ہوئی۔ (فیوض الحرمین صہ ۱۲۸۔۱۲۹)

ومعتصم المکروب فی کل غمرۃ
و منتجع الغفران من کل تائب

ترجمہ:۔ مجھے تو حضور ﷺ کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آتا جس کے دامن رحمت کا کوئی غمزدہ ہر مصیبت کے وقت پکڑ کر پناہ لے سکے اور ہر تائب حصول مغفرت کیلئے جس کی بارگاہ کا قصد کر سکے۔ (قصیدہ اطیب النغم صہ ۳۱۔۳۲)

نقش خاتم

عقیدہ ختم نبوت کا ایک عقلی اور تاریخی جائزہ!

علامہ ارشد القادری

اسلام کے بنیادی عقائد سے منسلک ایک عقیدہ ختم نبوت بھی ہے۔ دولفظوں میں اس عقیدے کی تشریح یہ ہے کہ محمد عربی ﷺ کے بعد اب کوئی رسول یا نبی پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ اصلی نہ ظلی، نہ بروزی۔ کیونکہ اول تو شریعت کی زبان میں ظلی اور برزوری نبی کی یہ اصطلاح ہی بالکل غیر مانوس اور لغو ہے۔ دوسرے یہ کہ جب سرے سے نبوت ہی کا دروازہ بند ہے۔ تو اب یہ دیکھنے کی ضرورت ہی کہاں باقی رہ جاتی ہے کہ کسی نئی نبوت کا پیکر ظہور کیا ہے۔ کیونکہ پیکر کا سوال تو اس وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ نبوت کا سلسلہ بھی باقی رہے، جب دروازہ ہی یکلخت مقفل ہے تو یہ فضول بحث اٹھانے سے کیا فائدہ کہ آنے والا کس لباس میں آیا ہے۔

لیکن آج کی صحبت میں بحث کے جس زاویے پر میں روشنی ڈالنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا عقیدہ ختم نبوت تقلیدی نہیں ہے بلکہ عقل و تاریخ بھی اس عقیدے کی حمایت میں ہے جولوگ اس عقیدے کی صحت تسلیم نہیں کرتے یا تو وہ قانون فطرت ہی سے ناواقف ہیں یا پھر دیدہ و دانستہ فطرت سے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ صحت مند آنکھوں سے صحیفہ قدرت کے جمال جہاں تاب کا ایک بار نظارہ کر لینے کے بعد کوئی بدذوق ہی ہوگا جو اس عقیدے کے حسنِ صحت کا انکار کرے گا۔

☆☆☆

شرح اس اجمال کی اگر چہ بہت دراز ہے لیکن اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ ذرا اپنے گردوپیش پر نظر ڈالئے۔

ہر پیکر وجود کی تین حالتیں آپ کو ملیں گی۔ ابتداء۔ ارتقاء۔ اختتام، کیا انسان کیا حیوان کیا نباتات کیا جمادات جس شئے پر نظر ڈالئے انہیں تین حالتوں میں محصور نظر آئے گی، انسان پیدا ہوتا ہے شعور سنبھالتا ہے، مرجاتا ہے، کلی کھلتی ہے، پھول بنتی ہے، مرجھا جاتی ہے۔ چاند طلوع ہوتا ہے۔ مہ کامل بنتا ہے۔ غائب ہو جاتا ہے، دن نکلتا ہے۔ دوپہر ہوتی ہے۔ شام ہو جاتی ہے۔ غرض کائنات کی جس شئے کو دیکھئے نقطۂ عروج کے بعد اختتام کی خبر دیتی ہوئی ملے گی، یہاں تک کہ ایک دن یہ دنیا ہی اپنی بے شمار نیرنگیوں صد ہزار رعنائیوں کے ساتھ ختم ہو جائے گی......اور جب صورتحال یہ ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ نبوت جو ایک بار آ گئی۔ اب اس کا سلسلہ کسی ذات پر ختم نہیں ہوگا۔

☆☆☆

اختتام کے مفہوم کی بحث پر اہل فلسفہ ایک اعتراض وارد کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کوئی چیز ختم نہیں ہوتی بلکہ نئی شکل میں پھر ہمارے سامنے آجاتی ہے، مثلاً پھول جو مرجھا کر گر پڑتا ہے وہ فنا نہیں ہو جاتا بلکہ اسے دوبارہ ہستی کا ایک نیا پیکر عطا ہوتا ہے۔ چاند جو گھٹتے گھٹتے غائب ہو جاتا ہے وہ کہیں معدوم نہیں ہو جاتا، بلکہ رخ و ابرو کے ایک نئے چم خم کے ساتھ پھر کسی شام کو وہ طلوع ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اہل فلسفہ سچ کہتے ہیں لیکن ان کی نظر کو حسن معنیٰ

کے مطالعہ میں دھوکا ہوا ہے ان کے سامنے سلسلہ وجود کا وہ تکوینی تسلسل ہے جو قیامت تک باقی رہے گا۔ بلاشبہ اس مفہوم میں کوئی چیز ختم نہیں ہوتی۔ لیکن نقطہ ارتقاء پر پہنچ کر ہر چیز کا اپنا شخصی وجود یقیناً ختم ہو جاتا ہے۔ مثلاً آبادی اب بھی باقی ہے شہر آج بھی آباد ہیں مگر بابل ونینوا کہاں ہیں؟ عاد وثمود کے مساکن ومحلات کا سراغ لگانے کیلئے اگر ریگستانوں کو کھودا بھی جائے تو اسکے سوا اور کیا معلوم ہوگا کہ ایک قوم تھی جو ختم ہوگئی ایک شہر تھا جو مٹ گیا، یہاں تک کہ یہ دنیا بھی ایک دن ختم ہو جائے گی۔

پھر آخر اتنا تو سبھی مانتے ہیں کہ ابتداً اس کرۂ ارضی پر کچھ بھی نہ تھا، خواہ نہ ہونے کے اسباب کچھ بھی ہوں۔ تو جب ابتداً ایک چیز کسی وجہ سے نہیں تو اب اس وجہ کے دوبارہ پیدا ہو جانے کی صورت میں، آبادی کے معدوم ہو جانے کے خلاف کیا دلیل قائم کیا جاسکتی ہے لہذا یہ تسلیم کرنے میں عقلاً کوئی چیز مانع نہیں ہے، کہ جس طرح اول آبادی نہ تھی آخر بھی نہ ہو۔ اور ایسا ہونے کے قبل جو نبوت ہوگی وہ یقیناً آخری نبوت ہوگی، اور آخری نبوت کے معنی یہ ہیں کہ اس کے بعد کوئی نبوت ظہور پذیر نہیں ہو سکے گی۔

اس مفہوم کو سرکار ارض وسما خاتم الانبیاء ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ظاہر فرمایا ہے "اَنَا وَ السَّاعَةَ کَهَا تین"۔ یعنی میری ان دو انگلیوں کے درمیان جس طرح کوئی تیسری انگلی نہیں ہے اسی طرح میرے اور قیامت کے درمیان بھی کوئی امر فاصل نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میرے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ میری نبوت بالکل آخری نبوت ہے۔

☆☆☆

یہ بات جملہ معترضہ کے طور پر نکل آئی ورنہ سلسلہ کلام یہ چل رہا تھا کہ جس طرح ہر چیز اپنے نقطۂ ارتقاء پر پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے اسی طرح سلسلہ نبوت بھی اگر اپنے نقطۂ ارتقاء پر پہنچ کر ختم ہو جائے تو کون سی چیز مانع ہے۔

اب رہا سوال اس کے نقطۂ ارتقاء پر پہنچنے کا تو اس باب میں دو ہی صورتیں ممکن ہیں یا تو یہ کہ نبوت ارتقاء پر پہنچ گئی یا نہیں پہنچی، اگر پہنچ گئی ہے تو سمجھ لیجئے کہ اختتام واقعہ ہو گیا کیونکہ قانون فطرت کے مطابق ارتقاء کی آخری منزل اختتام ہی ہے دوسرے لفظوں میں ارتقاء اس حالت کا نام ہے جس میں کسی مزید کی گنجائش نہ ہو۔ اور اگر نہیں پہنچی تو انتظار کرنے والے انتظار کریں لیکن پہلے اتنا بتا دیں کہ کسی بھی متفقہ نبوت سے لیکر آج کی گھڑی تک جس پر مسلم عقیدے کے مطابق چودہ سو برس اور عیسائی و یہودی عقیدے کے مطابق دو ہزار سال یا اس سے سوا کی مدت گزر چکی ہے کوئی نیا نبی کیوں نہیں آیا......

متفقہ نبوت سے میری مراد ایسا نبی ہے جو اپنے ملک وقوم کے سوا بھی اپنی پیغمبرانہ عظمت ورفعت کی تصدیق دیگر اہل مذاہب کے افراد سے کرا چکا ہو، جیسے رسالتماب محمد عربی ﷺ کو مسلمانوں کے بھی فرقے آپ ﷺ کی رسالت کی شہادت تو دیتے ہی ہیں دوسری اقوام کے لوگ بھی رسالت محمدیہ کی عظمت ومجاز کے قائل ہیں، جیسا کہ اقوام وملل کی تاریخ جاننے والوں سے یہ امر مخفی نہیں ہے۔

☆☆☆

اس سلسلہ میں ایک اور سوال قابل بحث ہے اور وہ یہ کہ نبوت کس پر تمام ہوئی یا ہوگی اس کے جاننے کا ذریعہ ہمارے پاس کیا ہے؟ میں عرض کروں گا کہ جو نبوت کا مدعی ہے وہی بتائے گا کہ وہ آخری نبی ہے کہ یا کوئی اور نبی اس کے بعد آ رہا ہے۔ جیسا کہ انبیائے ماسبق کی تاریخ میں ملتا ہے کہ ہر نبی نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت اس امر کی نشاندہی فرمائی ہے کہ ایک نبی ہمارے بعد آ رہا ہے۔ کیونکہ نبوت کا معاملہ داخل ایمان ہے اسے تشنہ اظہار نہیں رکھا جا سکتا............ پس اگر کوئی نبی یہ کہتا ہوا مل جائے کہ وہ آخری نبی ہے تو سمجھ لیجئے کہ نبوت کا سلسلہ اسی پر تمام ہو گیا۔ اس کے اس اعلان میں کسی طرح کی تاویل یا عذر وحجت کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ کسی کے قول میں تاویل وتوجیہ کی ضرورت تو تب پڑتی ہے جب وہ اصول فطرت اور قوانین عقل کے خلاف ہو لیکن اگر وہ بات خود تقاضائے قانون فطرت ہے تو اس میں کسی تاویل کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اسی لئے وہ بات ٹھیک اسی طور پر سمجھی جائے گی جس طور پر وہ اپنے الفاظ وعبارت سے ظاہر ہے، اس بحث کا ایک دوسرا رخ اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں آج جس قدر کتابی اور آسمانی مذاہب ہیں ان میں مسلمانوں کو چھوڑ کر کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو ختم نبوت کا

عقیدہ رکھتا ہو۔ یہودیوں کا حال معلوم ہوا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد درجنوں نبی کے قائل ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین کے متعلق ساری دنیا جانتی ہے کہ مدت تک وہ ایک فارقلیط کے منتظر رہے اور حد یہ ہے کہ وہ آج تک اس لفظ کی صحیح مراد تک متعین نہیں کر سکے۔

لہذا اب سوال یہ ہے کہ ختم نبوت کا یہ عقیدہ آخر مسلمانوں میں رائج کیونکر ہوا............ عقلی طور پر اس کے تین ہی اسباب ہو سکتے ہیں۔

پہلا یہ کہ گزشتہ ملتوں کی تقلید میں مسلمانوں نے عقیدہ اپنی طرف سے اختراع کر لیا ہو تو یہ شق اول نظر میں باطل ہے کیونکہ تقلید کا سوال وہاں پیدا ہوتا ہے جہاں سباق میں کوئی چیز موجود ہو اور یہاں حال یہ ہے کہ ملتِ محمدی سے پہلے ختم نبوت کا عقیدہ کہیں بھی نہیں ملتا۔

دوسرا یہ کہ اس عقیدے کی بنیاد اپنے رسول کے ساتھ محض والہانہ جوش عقیدت پر ہو کہ انسان فطری طور پر اپنے محبوب کو منفرد دیکھنا چاہتا ہے تو چنداں تحل کے بعد یہ توجیہ بھی صحیح نہیں اترتی، کیونکہ عقیدۂ ختم نبوت کے ساتھ ساتھ مسلمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزول کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔ یہاں اس سے بحث نہیں کہ ان کا نزول کسی حیثیت میں ہوگا، پس اگر اپنے رسول ﷺ کے حق میں ختم نبوت کا عقیدہ ہر بنائے عقیدت و محبت ہوتا تو نزول مسیح کا عقیدہ ہرگز ساتھ ساتھ نہ آتا۔

تیسرا یہ کہ خود نبی کے بھیجنے والے نے یہ کہہ دیا ہو کہ اس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور نبی نے بھی اپنی امت کو تلقین کی ہو کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے میں بالکل آخری نبی ہوں تو حق یہی ہے کہ یہی حق ہے اور یہی ایک ہزار چار سو برس سے کروڑوں اربوں انسانوں کے دلوں پر چھایا ہوا ہے۔ مزید برآں اس عقیدے کا ایک حیرت انگیز کرشمہ یہ بھی ہے کہ مذہب کی بے شمار شاخوں میں طرح طرح کے اختلافات کے باوجود اس عقیدے پر سب متفق ہیں کہ سرور کونین ﷺ آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں ہے............

پھر چودہ سو برس ارب ہا ارب انسانوں کے سوچنے کا ایک ہی انداز حسن اتفاق کا نتیجہ ہرگز نہیں قرار دیا جا سکتا۔ خاص کر ایسی حالت میں جبکہ حضور انور ﷺ کا یہ ارشاد بھی پیش نظر رکھا جائے کہ "میری امت" گمراہی پر کبھی مجتمع نہ ہوگی" اس لئے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ ختم نبوت کا عقیدہ امت کا اختراع کیا ہوا نہیں ہے بلکہ خدا اور رسول ہی کے فرمان واجب الاذعان کا منشا ہے............

بات اپنے سارے گوشوں کے ساتھ اگرچہ تمام ہو گئی مگر طمانیت قلب کیلئے ذرا اس امر کا بھی جائزہ لیتے چلئے کہ آیا نبی اکرم ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت جاری رہنے کا کوئی قرینہ و امکان بھی ہے یا نہیں؟

تو اس کے متعلق ہم علم الیقین کے آخری زینے پر کھڑے ہو کر اعلان کرتے ہیں کہ مدت ہوئی امکان کا دروازہ مقفل ہو گیا اور قرینے کا فقدان تو ایسا ہے کہ دونوں جہان میں چراغ لے کر ڈھونڈئیے جب بھی نہیں ملے گا،

پھر امکان ہوتا تو وہ صادق و امین پیغمبر جس نے نزول مسیح کی خبر دی، وہ ہرگز یہ نہیں کہتا کہ مجھ پر سلسلہ نبوت ختم ہے۔ "ختم النبیون" میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ "انا خاتم النبین لا نبی بعدی" اور میری جرات رندانہ معاف کیجئے تو دو قدم آگے بڑھ کر عرض کروں گا کہ یہ فرمان اس نبی کے ہیں جس کی زبان پر تقدیر کے نوشتے ڈھلتے ہیں، اس لئے بالفرض امکان تھا تو اب نہیں ہے۔ کیونکہ دنیا میں ہر چیز ممکن ہو سکتی ہے پر رسول سے کذب کا صدور ممکن نہیں ہو سکتا، اور قرینے کے متعلق صرف اتنا کہنا ہے کہ اگر وہ ہوتا تو اس کے ملنے کی بہترین جگہ کتاب الٰہی تھی۔ حالانکہ تیس پارے کی ضخیم کتاب میں ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے جہاں یہ قرینہ موجود ہو کہ محمد عربی کے بعد کوئی اور نبی آنے والا ہے بلکہ اس کے برعکس قرینہ نہیں صراحت موجود ہے کہ محمد عربی خاتم پیغمبراں ہیں............ صلی اللہ علیہ وسلم

☆☆☆

یہاں تک تو نفس مسئلہ پر بحث تھی اب ہم ذیل میں منکرین ختم نبوت کے سربراہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی کا بھی ایک تنقیدی جائزہ لینا چاہتے ہیں۔ تاکہ بحث کا کوئی گوشہ نہ رہنے پائے،

خدا کا شکر ہے کہ مرزا جی کے دعاوی کی تفصیل ہی ان کا تکذیب و

تضحیک کیلئے کافی ہے، الگ سے ان کے دروغ بافی اور غلط بیانی کا ثبوت فراہم کرنے کی ہم کو کوئی ضرورت پیش نہیں آتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی عقیدہ ختم نبوت کا ایک کھلا ہوا اعجاز ہے کہ زبان کھلتے ہی مدعی نبوت کا جھوٹ فاش ہو گیا..................انکے دعواؤں کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔وہ نبی ہیں ۲۔خدا ہی نے ان کا نام نبی اور رسول رکھا ہے۔

۳۔ظلی نبی ہیں۔ ۴۔بروزی نبی ہیں۔ ۵۔مسیح موعود ہیں۔

۶۔مہدی ہیں۔ ۷۔مجدد ہیں، ۸۔محمد کی بعثت ثانیہ ہیں۔

۹۔مسیح کی بشارت اور اسمہ احمد کے مصداق ہیں۔(معاذ اللہ)

یہ ہیں وہ کل دعاوی جو مرزا جی نے اپنے متعلق کیے ہیں، یہ دعوے باہم اس طرح متضاد ہیں کہ انہیں ایک محل میں جمع کرنا ناممکن ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ ایک ہی منہ کے یہ دعوے ہیں۔اس لئے ان کے درمیان کوئی تفریق بھی نہیں کی جاسکتی، جب تک یہ سوال طے نہیں ہو جاتا کہ اپنے تئیں مرزا جی کیا ہیں؟ اس وقت تک ان دعوؤں کی حیثیت پر بحث کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا

☆☆☆

کسی بھی خالی الذہن آدمی کو ان کے دعوؤں پر نظر ڈالنے کے بعد جس حیرانی کا اولین سامان کرنا پڑتا وہ یہ ہے،

۱......اگر خدا کی طرف سے وہ انہی معنوں میں نبی و رسول ہیں جن معنوں میں پچھلے انبیاء و مرسلین تھے تو اس کے ساتھ یہ ظلی اور بروزی کا پیوند کیا ہے؟

۲......اور اگر ظلی اور بروزی نبی ان معنوں میں نبی نہیں ہے جن معنوں میں قرآن اس لفظ کو استعمال کرتا ہے تو پھر قرآنی نبی کی طرح اپنے اوپر ایمان لانے کا مطالبہ کیوں ہے؟

۳......پھر اگر وہ مسیح موعود ہیں تو ظلی اور بروزی نبی ہونے کا دعویٰ غلط ہے ۔کیونکہ مسیح موعود مستقل نبی ہیں ظلی اور بروزی نبی نہیں ہیں۔پھر مسیح موعود صرف مسیح ہی نہیں ہیں مسیح ابن مریم بھی ہیں۔لہٰذا یہ سوال مزید برآں ہے کہ غلام احمد ابن چاند بی بی مسیح ابن مریم کیسے ہو گئے۔؟

۴......اور اگر وہ مہدی ہیں تو مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔کیونکہ ان دونوں ناموں کا مسمیٰ ایک نہیں ہے الگ الگ ہے اور روایات حدیث کے مطابق ان کا ظہور بھی الگ ہی ہوگا۔

۵......اور اگر مرزا جی مجدد ہیں تو نبی ہونے کا دعویٰ غلط ہے کیونکہ حدیث کی صراحت کے مطابق مجدد نبی نہیں ہوتا، نہ ہی بروزی، نہ ظلی ا پس مجدد ہونے کا دعویٰ اگر صحیح تسلیم کیا جائے تو لازماً نبی اور رسول ہونے کے دعوے کی تکذیب کرنی ہوگی۔اور اگر نبی و رسول ہونے کے دعوے کی تصدیق کی جائے تو مجدد ہونے کے دعوے کی تکذیب ہو جائے گی۔کیونکہ دونوں ایک ساتھ جمع نہیں کیے جاسکتے۔

۶......اگر مرزا جی محمد کی بعثت ثانیہ ہے تو پھر معاذ اللہ وہ محمد ہی ہیں۔کیونکہ قیامت کے دن جو بعثت ثانیہ ہوگی وہاں ہر شخص اپنے اصلی وجود کے ساتھ آئے گا۔ظل کے ساتھ نہیں۔پس ایسی صورت میں یا تو ظلی اور بروزی نبی ہونے کا دعویٰ غلط ہے یا پھر محمد کی بعثت ثانیہ ہونے کی بات جھوٹی ہے۔دو جھوٹ میں سے ایک جھوٹ ضرور ان کے گلے کا ہار ہے۔

۷......اب رہ گیا یہ دعویٰ کہ مسیح کی بشارت اور اسمہ احمد کے کے مصداق ہیں تو پھر محمد کی بعثت ثانیہ اور احمد کے غلام کیسے؟ جب تو معاذ اللہ وہ خود محمد واحد ہیں۔اور اگر غلام احمد کو صحیح مانا جائے تو اسمہ احمد کے مصداق ہونے کا دعویٰ باطل ہے۔

☆☆☆

خلاصہ یہ کہ مرزا جی کے بعد ان دعوؤں کو اگر عقل و مذہب کے ترازو پر تولا جائے تو ہر دعویٰ دوسرے دعوے کی تکذیب کرتا ہوا نظر آتا ہے۔کوئی دعویٰ بھی ایسا نہیں ہے جسے صحیح تسلیم کر لینے کے بعد دوسرا دعویٰ دامن نہ تھامتا ہو کہ آؤ میرا انکار کرو۔

ان حالات میں یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے کہ مرزا جی کیا ہیں؟ نبی ہونے کی بات تو ایک خواب پریشان کا مرحلہ ہے ابھی تو یہ سوال معرض بحث ہے کہ وہ صحیح الدماغ آدمی بھی تھے یا نہیں؟ کیونکہ عقل و فکر کی سلامتی کے ساتھ کوئی آدمی بھی اس طرح کے متضاد دعوے ہرگز نہیں کر سکتا۔گفتگو کا یہ انداز یا تو چنیا بیگم سے جی بہلانے والوں کا ہے یا پاگل خانے کے زندانیوں کا ---یا پھر کسی ایسے سنسنی خیز شاطر کا جس کی آنکھ سے مخلوق کی شرم کا پانی اتر گیا ہو------

یہی وجہ ہے کہ مرزا کے ان دعوؤں پر خود ان کے ماننے والے باہم دست وگریباں ہیں ایک جماعت ان کے دعویٰ نبوت کو صحیح تسلیم کرتی ہے جبکہ دوسرا گروہ انہیں صرف مجدد مانتا ہے نبی تسلیم نہیں کرتا۔

امتوں کے حالات اور انبیاء کی تاریخ میں یہ تو ملتا ہے کہ لوگوں نے پیغمبر کو بڑھا کر خدا بنا دیا لیکن اس کی مثال نہیں ملتی کہ کوئی پیغمبر سے مجدد بنا دیا گیا ہو۔ تاریخ کا یہ پہلا حادثہ ہے جو مرزا جی کا اپنی بداندیش امت کی طرف سے پیش آیا جس کے بعد نہ تو یہ کہنے کی حاجت ہے نہ جاننے کی ضرورت کہ وہ نبی تھے یا نہیں؟ کھلی ہوئی بات ہے کہ جب ماننے والے ہی دعوے پر متفق نہیں تو دوسروں کے سننے سنانے اور ماننے نہ ماننے کا سوال ہی کہاں اٹھتا ہے مجھے ان کے اندرونی جھگڑوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ گھر کے راز کو گھر کے لوگ ہی بہتر جانتے ہیں۔

قارئین کرام اجازت دیں تو دونوں گروہوں سے الگ الگ چند سوالات کر کے اس بحث کو ختم کر دینا چاہتا ہوں۔ سوالات کا مقصد یہ نہیں کہ بحث ومناظرہ کا دروازہ کھولنا ہے کیونکہ بحث کا سوال وہاں اٹھتا ہے جہاں درمیان میں عقل واستدلال کا ہاتھ ہو، ہوا پر پل باندھنے والوں سے کون دیوانہ ہے جو بحث کرے گا۔ بلکہ مدعا صرف اتنا ہے کہ شاید ان سوالات کے سگنل پر پیچھے چلنے والوں کی آنکھیں کھل جائیں اور وہ ہلاکت خیز نتائج کے رزء سے اپنے آپ کو بچا سکیں۔

اب سوالات پڑھیے!

جو گروہ مرزا جی کو ظلی اور بروزی نبی تسلیم کرتا ہے اس سے دریافت طلب یہ امور ہیں۔

۱۔ ظلی اور بروزی نبی کی اصطلاح قرآنی ہے یا غیر قرآنی؟ قرآنی ہے تو قرآن سے اس کا ثبوت پیش کیجئے اور ان پیغمبروں کا نام اور پتہ بتائے جو ظلی اور بروزی نبی رکھتے تھے۔

۲۔ اور اگر یہ اصطلاح غیر قرآنی ہے تو اسے ایجاد کرنے کی شرعی وجہ مع دلیل پیش کیجئے۔

۳۔ قرآن جن پیغمبروں پر ایمان لانے کی ہدایت کرتا ہے وہ اصلی ہیں یا ظلی؟ اگر اصلی ہیں تو ظلی پر ایمان لانے کا مطالبہ کیوں؟

۴۔ رسول اکرم ﷺ کی اطاعت ومحبت کے فیضان سے امت محمدی کے کسی فرد کو نبوت ملی ہو تو اس کا مستند ثبوت پیش کیجئے۔

۵۔ احادیث کی روشنی میں مسیح موعود بطن مادر سے پیدا ہوں گے یا آسمان سے ان کا نزول ہوگا؟ اور نزول بھی ہوگا تو قادیان میں یا جامع دمشق کے مینارے پر؟

جو گروہ مرزا جی کو نبی ماننے سے انکار کرتا ہے اور انہیں صرف مجدد تسلیم کرتا ہے ان سے مندرجہ ذیل سوالات ہیں۔

۱۔ مرزا جی کو نبی نہ تسلیم کرنے کی معقول وجہ؟ جبکہ وہ کھلے بندوں مدعی نبوت تھے۔

۲۔ اگر اپنے دعوئے نبوت میں وہ جھوٹے تھے تو احادیث کی پیش گوئی کے مطابق وہ دجالون کذابون کے گروہ کے ایک فرد ہوئے ہیں یا نہیں؟

۳۔ بالفرض نہ بھی انہیں اصطلاحی دجال وکذاب قرار دیا جائے جب بھی یہ حکم شرعی ان پر لگانا ہی پڑے گا کہ انہوں نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر کے ایک کفر صریح کا ارتکاب کیا ہے۔

۴۔ پھر ایک ایسا شخص جو کفر صریح کا مرتکب ہو مجدد ہونا تو بڑی بات ہے کیا شرعاً وہ مسلمان کہلانے کا بھی مستحق ہے؟ پس کفر صریح کے مرتکب کو مجدد سمجھنا کیا اسلام سے کھلی ہوئی بغاوت نہیں ہے۔؟

جماعتی عصبیت کی سطح سے اوپر اٹھ کر ان سوالوں کا جواب صرف اپنے ضمیر سے حاصل کیجئے.........................

وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ وخاتم انبیائہ و سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الرحمین.....

☆☆☆☆☆☆

صلی اللہ علیہ وسلم

مظہر تکمیل نبوت و رسالت

جسٹس مفتی شجاعت علی قادری

حق سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو جسم وروح کا مجموعہ بنایا ہے، پھر اس نے کچھ تقاضے رکھے اور روح کے بھی کچھ مطالبات رواعیات پیدا کئے اور اپنے فضل وکرم سے دونوں ہی کے تقاضوں، ضروریات اور عرائج کا سامان مہیا فرمایا۔ یہ پورا خاکہ ان عالم بلکہ آفتاب وماہتاب، ثوابت وسیاگان افلاک وسموات، انسان کی خدمت میں مصروف ہیں قرآن کریم میں جابجا اس احسان عظیم کو دہرایا گیا اس سلسلہ کی سب سے جامع آیت یہ ہے "**و سخرلکم ما فی السمٰوات وما فی الارض جمیعا منه**۔ (اور اللہ ہی ہے) جس نے تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے مسخر کیا ہے شیخ سعدی نے اس مفہوم کو خوب ادا کیا ہے۔

ابر وباد ومہ وخورشید فلک در کارند

ناتو نانے بکف آری بغفلت نخوری

جب انسانی معاشرے کی ابتدا ہوئی تو بڑی سادگی سے، اس لئے جسمانی ضروریات بڑی محدود تھیں۔ معمولی سی غذا رہنے کو سادہ سی جھونپڑی یا غار، پہننے کو مختصر لباس وغیرہ اس اعتبار سے زندگی کے دوسرے معاملات تھے، روحانی ضروریات کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو پہلا انسان بنایا تھا۔ پہلا نبی بھی بنایا اور وحی ربانی روحانی ضروریات کی تکمیل کا پہلا ذریعہ قرار پایا اور آخری بھی، روح انسانی کی سیرابی، بالیدگی، شیفتگی وشائستگی سب کچھ اس ذریعے سے وابستہ کر دی گئی، یہاں بھی جسمانی اور مادی نظام کی طرح "تدریجی اور ارتقائی" عمل شروع ہوا۔

ارتقاء روحانی: یہ تو روحانی ارتقاء عبادات اور نظام میں ہوا۔ عقائد میں جو روحانی معاملات کی بنیاد ہیں نہ تو ایسا ممکن تھا اور نہ ہی ایسا واقع ہوا، اس کی مثال آپ یوں سمجھ لیجئے

کہ انسان کی طبعی زندگی کے لئے کھانا لباس اور مکان ضرورت کی چیزیں تو ہیں مگر ان میں اس قسم کی گنجائش موجود ہے کہ انسان بجائے پکے ہوئے کھانے کے کچا کھانا کھا سکتا ہے پھلوں پر اکتفا کر سکتا ہے لہٰذا ان تمام امور میں ارتقاء اور تدریج کا عمل جاری رہا مگر ہوا اور پانی ایسی ضروریات ہیں جن کے بغیر انسان کی طبعی بقا کا تصور بھی قائم نہیں ہو سکتا پھر ان میں بھی ہوا کی طرف بہ نسبت پانی کے زائد احتیاج ہے کہ پانی کے بغیر انسان ایک دو دن زندہ بھی رہ سکتا ہے مگر ہوا کے بغیر شاید چند سیکنڈ بھی نہ گزار سکے لہٰذا یہ دونوں ضروری اشیاء روز اول سے لے کر آج تک یکساں طریقہ پر چلی آ رہی ہیں، اس پر نظام روحانیت کو قیاس کرنا چاہیے کہ اس میں عقائد ہوا اور پانی کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے یہ تمام ادیان وشرائع الٰہیہ میں یکساں طور پر موجود رہے "**ان الذین عند اللہ الاسلام**" "یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اس آیت میں یہی مفہوم موجود ہے کہ عقائد واصول دین ہمیشہ سے وہی ہے جو اسلام میں ہیں۔ عقائد کے علاوہ شرائع میں تدریجی اور ارتقائی عمل جاری رہا۔ نماز، حج، روزہ، زکوٰۃ، نکاح، طلاق، عدۃ، جہاد مال غنیمت، نظام معاشرت معیشت سیاست وغیرہ میں تبدیلیاں اور یہ سلسلہ حضور اکرم نبی محترم، رسول محتشم ﷺ پر ختم ہوا۔ جب انسانیت ہر اعتبار سے بلوغ کو پہنچ گئی تو خلاق فطرت کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ وہ دین جس کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی تھی اس کو حضرت محمد ﷺ کے ذریعے سے کامل ومکمل کر دیا جائے۔ چنانچہ فرمایا گیا "**ھو الذی ارسل رسوله بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کله**" "اللہ ہی ہے جس نے آپ رسول کو ھدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا، تاکہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دیں۔ پھر آپ نے خود فرمایا **بعثت لا تمم مکارم**

الاخــــلاق " مجھے اس لئے مبعوث کیا گیا کہ میں اچھے اخلاق کی تکمیل کردوں

۔علامہ اقبال فرماتے ہیں

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد   بر رسول ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفل ایام را   او رسل را ختم وما اقوام را
خدمت ساقی گری باما گذاشت   داد مارا آخریں جامے کہ داشت

ایک اور جگہ فرماتے ہیں!

نوع انساں را پیام آخریں   حامل او رحمۃ العالمین

خلاصہ یہ کہ نبوت و رسالت درحقیقت " شریعت " ہے اور شریعت کا کمال۔کمال نبوت و رسالت ہے۔اس طرح حضور اکرم ﷺ تکمیل نبوت و رسالت کا مظہر قرار پاتے ہیں۔

جب یہ کہا جاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ تکمیل نبوت کا مظہر ہیں تو بعض اذہان اس شبہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں کہ یہ آپ کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام میں کوئی نقص تو نہیں تھا کیونکہ کمال کی ضد نقص ہی ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نبوت و رسالت جس نوعیت اور کیفیت سے عطا ہوئی وہی ان کے شایان شان تھی۔اور وہ ان کے اعتبار سے کامل تھی۔لیکن جب اس کو نبوت محمدی کے اعتبار سے دیکھا جائے تو دونوں میں وہی نسبت ہوگی جو افضل و فاضل میں ہوتی ہے۔چنانچہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔

"تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض" (یہ وہ رسول ہیں جن کو ہم نے ایک سے ایک کو افضل بنایا ہے۔نبوت تو بجائے خود ایک کمال ہے جو ہر نبی کے لئے ثابت ہے۔اب جو چیز ہمیں نے ذات حضور اکرم ﷺ میں دیکھنی ہے وہ اس کمال کا کمال ہے یا بالفاظ دیگر اس کمال کی اکملیت ہے، امید ہے کہ اس تشریح کو تمام مقالہ میں ملحوظ خاطر رکھا جائے گا

عموم نبوت: اب ایک اور حیثیت سے کاملیت نبوۃ محمدیہ پر نگاہ ڈالئے اور وہ ہے آپ کی نبوت کا عموم وشمول، تمام انبیاء و رسل صلوٰت اللہ و سلامہ علیہم اپنی مخصوص اقوام کے ہادی بن کر تشریف لاتے ہیں اور محدود زمانوں کے لئے ان کی شریعت جاری و ساری رہتی ہے فرمان الٰہی ہے " ولکل قوم هاد" (ہر قوم کے لئے کوئی نہ کوئی نبی ہوا ہے نیز ولكل امة رسول نیز وان من امة الا خلا فيها نذير اور کوئی قوم جس میں کوئی نہ کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔ضمناً یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ ان آیات سے یہ اعتراض بھی رفع ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام نبی اور رسول صرف عرب ہی میں کیوں بھیجے؟ درحقیقت نبی اور رسول تمام اقوام عالم کی طرف بھیجے گئے تھے۔اگرچہ ہمیں ان کے نام اور تاریخ کا علم نہیں، تاہم جس طرح دھوپ سے سورج کے وجود کا علم حاصل ہو جاتا ہے اسطرح دنیا بھر کے اقوام میں جو سچائی، اچھائی اور اخلاقی اقدار پائی جاتی ہیں یقیناً تعلیمات انبیاء ہی کے نورانی عکوس اور ظلال ہیں۔غرضیکہ یہ تمام انبیاء و رسل علیہم السلام مخصوص اقوام کی طرف بھیجے گئے تھے۔نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا" ان ارسلنا نوح قومه" (یقیناً ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا) اور ہود علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے" والیٰ عاد اخاهم هود" (اور قوم عاد کی طرف ان کے برادری والے ہود کو بھیجا)، نیز فرمایا والی مدین اخاهم شعیباً (اور قوم مدین کی طرف ان کے برادری کے شعیب علیہ السلام کو بھیجا) نیز فرمایا" والیٰ ثمود ا اخاهم صالحاً" (اور ثمود کی طرف ان کے برادر صالح کو مبعوث کیا) نیز فرمایا و اذ قال موسیٰ لقومه يقوم الكم ظلمتم انفسكم (اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم بے شک تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا) حضور ﷺ کی کاملیت کا ایک یہ بھی رخ ہے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے برعکس آپ کی نبوت کسی ایک قوم قبیلہ یا ایک عہد کے لوگوں کے لئے مخصوص نہیں تھی بلکہ زمان و مکان اور اقوام و ملل کی قید و بند سے آزاد تھی، چنانچہ قرآن مجید میں آپ کی نبوت و رسالت کا اس طرح اعلان ہوتا ہے۔

"وما ارسلنک الا کافة للناس بشيراً و نزيراً"

"اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔" نیز فرمان الٰہی ہے "قل يا ايها الناس انی رسول الله عليكم جميعاً" فرما دیجئے (اے محمد ﷺ) لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں" بلکہ حقیقت امر یہ ہے کہ آپ نہ صرف انسانوں کے بلکہ اللہ کی تمام مخلوق کے نبی اور رسول ہیں چنانچہ آپ نے جہاں اپنی خصوصیات بیان فرمائی ہیں وہیں یہ بھی ارشاد فرمایا" وارسلت الی الخلق کافة "اور میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں"۔حضور ﷺ کی اس حیثیت پر بعض لوگ متعجب ہوتے ہیں اور کہتے ہیں مخلوق میں تو شجر حجر، بحر و بر حیوانات وغیرہ سب چیزیں شامل ہیں تو کیا آپ ان کے بھی رسول ہیں؟ میں عرض کرتا ہوں کیا یہ درست نہیں کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔یقیناً درست ہے۔فرمان الٰہی ہے" وان من شئی الا يسبح بحمده "اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرتی ہے۔نیز فرمایا" اللة يسجد ما في السموٰت

وما فی الارض ''اور اللہ ہی کو سجدہ کرتی ہے ہر وہ چیز جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔'' اب جبکہ ہر مخلوق کے لئے عبادت کرنا ثابت ہے تو عبادت تو اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں سے ممکن ہے کیونکہ کسی مخلوق کو یہ حق نہیں کہ وہ عبادت کے طریقے خود وضع کرے اور یہ بھی ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کو جو اشرف المخلوقات ہے انبیاء کے واسطے سے طریق عبادت بتائے اور دوسری مخلوق کو بلا واسطے بتادے اس لئے عبادت کے یہ طریقے ہر مخلوق کو کسی نہ کسی نبی کے واسطے ہی سے ملے ہوں گے۔ مگر سوائے حضرت محمد ﷺ کے، نہ تو کسی نبی نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ تمام مخلوق کا نبی ہے اور نہ ہی آپ کے سوا اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا، پس کل مخلوق کی طرف آپ کا مبعوث ہونا آپ کی کاملیت کا ایک اور رخ ہے۔

رحمت عامہ:

ہر نبی اپنی امت کے لئے رحمت تھا، مگر حضور اکرم ﷺ کل کائنات تمام عالموں کے لئے رحمت تھے۔ فرمان الٰہی ہے

''وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین'' اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ حضور ﷺ کی رحمت سے زندہ درگور کی جانے والی بچیوں کو نئی زندگی ملی، غلاموں کے حقوق پہلی مرتبہ آپ نے متعین فرمائے۔ ورنہ غلاموں کو جانوروں سے بدتر سمجھا جاتا تھا، عورتوں کے حقوق بتائے۔ یہاں تک کہ جانوروں کے حقوق بھی بتائے ان کو مارنے سے منع کیا، نیز فرمایا جب جانوروں سے کام لو تو ان کو کھانے کو بھی دو، شیخ اسمٰعیل حقی نے روح البیان میں اس رحمت عامہ کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

''ایک بڑے عالم نے فرمایا ہے، ہم نے آپ کو رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے، ایسی رحمت جو مطلق، تمام کامل، عام، شامل، جامع، محیط رحمت کے تمام مقیدات کو یعنی رحمت غیبیہ، شہادت علمیہ، عینیہ، وجودیہ شہودیہ سابقہ اور لاحقہ وغیرہ تمام عالمین کے لئے'' حق تو یہ ہے کہ دنیا میں کافر تک آپ کی رحمت سے محروم نہ رہے فرمان الٰہی ہے'' وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم'' اور اللہ ان کو عذاب دینے کا نہیں جب تک آپ ان میں موجود ہیں''

انسانیت کاملہ:

جو کامل و اکمل نبی ہو کیسے ممکن ہے انسان کامل نہ ہو یہ مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے کہ ان کے نبی کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ان کی نظر کے سامنے ہے۔ دنیا کے تمام انسانوں پر جو احوال و کیفیات طاری ہوتی ہیں وہ سب حیات محمد ﷺ میں آپ کو نظر آئیں گی یا یوں کہہ لیجئے آپ دنیا بھر کے تمام انسانوں کی سیرت کا الگ الگ مطالعہ کریں یا صرف سیرت محمد ﷺ یہ پڑھ لیں ایک ہی بات ہے۔ آپ کا بچپن ہمارے سامنے ہے ایام رضاعت، جوانی اور اس کارنامے، اعلان نبوت، دعوت حق میں جدوجہد، قید و بند، ہجرت، معاہدے، صلح و جنگ، دوستوں کی محفل آرائی، دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک، رشتہ داروں سے صلہ رحمی تجارت، گلہ بانی، فقر و فاقہ، زہد و تقویٰ، خلوت گزینی و عزلت نشینی، قضایا و احکام، حکومت و امارت، عارضی شکست اور فتح، سب کچھ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں موجود ہے، آپ ﷺ سوتے بھی تھے جاگتے بھی تھے، ہنستے بھی تھے روتے بھی تھے، آپ ﷺ نے جانی دشمنوں کے ساتھ اگر عفو و درگزر سے کام لیا۔ تو دوسری طرف اعداء اللہ سے انتقام لینے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، یہ درست ہے کہ جو بھی آپ ﷺ پر ایمان لایا تھا وہ آپ ﷺ کے ساتھ انتہائی ادب سے پیش آتا تھا، مگر خود آپ ﷺ بھی دوسروں کا ادب کرتے تھے، آپ ﷺ اپنی رضاعی بہن کیلئے جو عمر میں آپ سے بڑی تھیں، اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی چادر ان کیلئے بچھا دی۔ ازدواجی زندگی کا پورا نقشہ آپ کے سامنے ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ جو اپنی بیوی بچوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور میں تم سب میں اپنے گھر والوں کیلئے بہت اچھا ہوں بچوں سے [illegible] و راحت کا یہ عالم تھا کہ عین حالت نماز میں امامہ بنت زینب کو گود میں اٹھا لیا، تاکہ بچی رونے نہ پائے، جب رکوع میں گئے تو بٹھا دیا اور جب قیام کی طرف لوٹے تو پھر گود میں اٹھا لیا، گھر کا کام کاج اپنے دست اقدس سے کرتے تھے اور اس میں کسی قسم کی شرم محسوس نہیں فرماتے تھے، پھٹے ہوئے کپڑوں کا سی لینا، بکری کا دودھ دوہنا وغیرہ آپ ﷺ کے معمولات عالیہ میں شامل تھا جوان مردوں کی طرح تیر اندازی شمشیر زنی اور شہسواری آپ ﷺ کے محبوب مشاغل تھے، آپ ﷺ کے دوست اور بہی خواہ بھی تھے اور دشمن بدخواہ بھی مگر آپ ﷺ کی دوستی اور دشمنی سب اللہ ہی کیلئے تھی، صحت اور مرض دونوں احوال آپ ﷺ پر آئے، دعا اور دوا دونوں سے آپ ﷺ نے کام لیا جن لوگوں نے آپ ﷺ کو پیوند لگے ہوئے لباس میں دیکھا تھا انہی لوگوں نے آپ ﷺ کو رومی اور یمنی عبا میں ملبوس بھی دیکھا، اگر آپ ﷺ نے خشک کھجوریں، جو کے ان چھنے آٹے کی روٹیاں تناول فرمائیں تو بکری کا بھنا ہوا دست بھی مزے مزے لے کر کھایا اور فرمایا کیا اور ہے؟ آپ ﷺ نے خاندانوں اور قوموں کے امراء سے بھی ملاقات کی اور بین الاقوامی تعلقات بھی قائم کئے، دنیا بھر کی متمدن حکومتوں کے سفراء آپ ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئے اور اس دربار، دربار کے بے مثال پر شکوہ ہونے کی سچی شہادتیں اپنی اپنی حکومتوں میں ادا کیں، مجھے یہ نہیں کہنا ہے آپ ﷺ انسان کامل

تھے۔ بلکہ یہ کہنا ہے کہ انسان کامل صرف اور صرف آپ ﷺ ہی تھے، اس لئے کہ یہ تمام متشابہ متماثل بلکہ متضاد احوال وکیفیات کبھی بھی کسی فرد واحد کی زندگی میں جمع نہ ہوئے۔ اگر مجھے خوف بے ادبی نہ ہوتا تو میں ایک ایک قوم کے مقتداء اور پیشوا کی زندگی بطور تقابل پیش کرتا مگر مجھے اپنے مفہوم کی ادائیگی کیلئے اس مصرعہ پر اکتفاء کر لینی چاہئے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یہ بات قابل توجہ ہے کہ حضور سید المرسلین ﷺ کی انسانیت کاملہ کا جو تصور ہم نے پیش کیا ہے، یا جو ہمیں مستند اور نا قابل تردید تاریخی حوالوں سے ملا ہے وہ اظہار عقیدت یا مداح سرائی نہیں، بلکہ ایک حقیقت ہے ایسی حقیقت جس کو نہ صرف آپ ﷺ کے معتقدین بلکہ سخت ترین دشمنوں تک نے تسلیم کیا ہے، ایسے مواقع پر اہل علم، مستشرقین اور دور جدید کے محققین کے حوالے پیش کرتے ہیں، لیکن میرے نزدیک اس سے کہیں بہتر یہ ہے کہ ہم ابوجہل، ابولہب، امیہ بن خلف ابوالبختری، ولید عقبہ وغیرہ کی رائے دیکھیں کہ یہ لوگ آپ ﷺ کے ہمعصر تھے اور ان کے اقوال ہماری انہی کتب میں موجود ہیں جن سے ہمارے عقائد اور ہماری عبادات ثابت ہیں۔ جب ان لوگوں کا رویہ معلوم کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ انہیں سوائے آپ کے وصف نبوت دعوائے رسالت آپ کا ہر فضل وکمال مسلم تھا اور یہ آپ کی کاملیت کی ایک اور دلیل ہے"ع والفضل ما شهدت به الاعداء" کیا یہ اعزاز دوسری اقوام کے پیشواؤں کو حاصل ہے۔

ختم نبوت:

حضور اکرم ﷺ صرف نبی اور رسول ہی نہیں بلکہ خاتم النبیین بھی ہیں فرمان الٰہی ہے۔

"ما کان محمد ابا احدمن رجا لکم و لکن رسو ل الله و خا تما لنبیین"

ترجمہ: محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں اور لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں"

اس آیت کی تشریح اور مقام ختم نبوت مسلمانوں میں بطور عقیدہ طے شدہ امر ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ پر نہ صرف یہ کہ نبوت ختم ہوئی بلکہ اس کائنات میں جو کمال بھی ہے وہ آپ پر ختم ہوا۔ اور یہ آیت مبارکہ آپ ﷺ کے کمال بلکہ اکملیت کی واضح دلیل ہے۔

وصلے اللہ علیٰ حبیبہ خیر خلقہ و قا سم رزقه سید نا محمد و آله و اصحابه اجمعین

دنیا میں آج سید ﷺ لولاک آ گئے

اٹھی گھٹا وہ کعبہ کے پردوں سے جھوم کر — وہ چھا گئی فلک پہ، فضائیں گئیں نکھر
ہے سرمدی سرور کی بارش جہان پر — لا ایک جام اور پلا، ایک اور بھر
زندوں کی آج عید ہے، مستوں کی عید ہے
ساقی حرم کے بادہ پرستوں کی عید ہے

تاریکیوں کا دور دلِ مضمحل گیا — چمکا نصیب گوہر مقصود مل گیا
ملت کے دل کا غنچہ افسردہ کھل گیا — ہستی کا چاک دامن امید سل گیا
وہ نور چشم آمنہ رضی اللہ عنہا پاک آ گئے
دنیا میں آج سید ﷺ لولاک آ گئے

ظلمت کدوں کو دہر کے ایک روشنی ملی — ہر مضمحل نگاہ کو تابندگی ملی
بیمار رندگی کو نئی زندگی ملی — غم خوردہ وشکستہ دلوں کو خوشی ملی
فیض جمال ماہِ عرب آج عام ہے
مسرور و شادکام زمانہ تمام ہے

دورِ سرور وکیف کی جلوہ گری ہوئی — کشت امید سوکھ چکی تھی، ہری ہوئی
زندہ ہے پھر ایک تمنا مری ہوئی — ہے آج ہر فقیر کی جھولی بھری ہوئی
جاگے نصیب، روز ملا عیدِ نور کا
صدقہ یہ ولادت پاک حضور کا

(اختر الحامدی)

اصحابِ صُفّہ کی ضروریات کی فکر

حافظ سعد اللہ

اصحاب صفہ ان فقراء و مساکین صحابہ کو کہا جاتا تھا۔ جن کا مدینہ منورہ میں کوئی گھر بار نہ تھا۔ نہ ہی انہیں گھر بار اور مال و متاع کی چنداں خواہش تھی۔ دنیا کے نہ ہونے پر انہیں کسی قسم کا غم نہ تھا۔ وہ اپنے فقر اور عقبیٰ کی ان عظیم نعمتوں پر راضی تھے، جن کی حضور ﷺ نے انہیں خبر دی تھی۔ ہمہ وقت بارگاہ نبوی میں رہ کر تعلیم حاصل کرنا ان کا سب سے بڑا مشن تھا۔ ان ''اضیاف الاسلام'' کے لئے حضور ﷺ نے مسجد نبوی کے ایک کونے میں ایک سایہ دار چبوترہ بنوا دیا تھا وہ اسی میں سوتے اور دن رات رہتے تھے۔ ان کے فقر و فاقہ اور افلاس کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات کھڑے ہونے کی سکت نہیں رکھتے تھے اور دوران نماز ہی گر پڑتے تھے۔ (الف) وفا الوفاء للسمہودی:۲:۴۵۳ طبع بیروت ۱۹۷۱ء) (ب) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی:۱:۳۳۹ طبع مصر ۱۳۵۱ مصر ۱۳۵۱/۱۹۳۲ء

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو خود بھی اصحاب صفہ میں داخل تھے، اصحاب صفہ کی تنگ دستی کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب صفہ میں سے ایسے ستر آدمیوں کا دیکھا ہے جن میں سے کسی ایک کے پاس بھی پوری چادر نہ تھی۔ ان کے پاس یا تو صرف تہہ بند ہوتا تھا یا کمبل جسے انہوں نے گردنوں کے ساتھ باندھ رکھا ہوتا تھا۔ وہ کمبل بعض حضرات کی نصف پنڈلیوں اور بعض کے ٹخنوں تک پہنچتا تھا۔ وہ کمبل کو اس خوف سے پکڑے رہتے تھے کہ کہیں ستر نہ کھل جائے۔ (الف) صحیح بخاری (کتاب الصلوٰۃ باب نوم الرجال فی المسجد) جلد اص ۶۳ دہلی (ب) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم:۱:۳۴۱ طبع مصر

جب تک فتوحات کا دروازہ نہیں کھلا تھا اور عام خوشحالی کا آغاز نہیں ہوا تھا حضور ﷺ نے ان کے معاش کا یہ انتظام کر رکھا تھا کہ رات کو بعض صاحب حیثیت اصحابہ کرام پر تقسیم فرما دیتے تھے۔ وہ ایک ایک دو دو چار چار اور بعض حضرات اس سے بھی زیادہ کو اپنے ساتھ لے جاتے اور انہیں کھانا کھلاتے۔

طبقات ابن اسد:۱:۲۵۵ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم:۱:۳۳۸، ۳۴۱

حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ پھر بھی دس کے لگ بھگ جو آدمی بچ جاتے حضور ان کو اپنے کھانے میں شامل فرما لیتے۔ المحلی لابن حزم:۳:۴۵۴ طبع مصر۔ کتانی: نظام الحکومۃ النبویہ:۱:۴۷۵ مصر

در نبوی پر پڑے ہوئے ان شیدائیان اسلام اور ان فدایان رسول ﷺ کے متعلق حضور کا اپنا عمومی رویہ یہ تھا کہ جب آپ کے پاس صدقہ کی قسم سے کوئی چیز آتی تو سب کی سب ان کی طرف بھیج دیتے، اور خود اسے ہاتھ تک نہ لگاتے۔ اور جب کوئی ہدیہ آ جاتا تو اس سے خود بھی تناول فرماتے اور اصحاب صفہ کو بھی شریک کرتے۔ (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم:۱:۳۴۱ طبع مصر)

علاوہ ازیں انصار حضرات اصحاب صفہ کے لئے کھجوروں کے خوشے بھی مسجد میں لٹکا دیتے جن سے وہ حسب خواہش کھا لیتے۔

کتانی۔ نظام الحکومۃ النبویہ:۱:۴۷۹ طبع مصر

اس کے علاوہ بھی عموماً یہی ہوتا کہ پہلے اصحاب صفہ کو کھلاتے بعد میں خود نوش فرماتے حضور ﷺ کو اصحاب صفہ کا کتنا خیال تھا اور انہیں کس طرح اپنی ذات پر اور اپنے اہل و عیال پر ترجیح دیتے تھے اس کا اندازہ ابن سعد کی اس روایت سے لگایئے جو حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ کا بیان ہے کہ ایک رات حضور ﷺ اپنے گھر سے نکل کر ہماری طرف تشریف لائے۔ مجھے فرمایا کہ سب اصحاب صفہ کو بلا لاؤ۔ (اصحاب صفہ کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ تیس سے لے کر چار سو اور ایک روایت کے مطابق نو سو تک رہی۔ (کتانی: نظام الحکومۃ النبویہ:۱:۴۸۰) اس وقت سب سو چکے تھے۔ بہر کف میں نے ایک ایک کر کے سب کو جگایا اور ہم سب حضور ﷺ کے دروازے پر آ گئے اجازت لے کر اندر گئے تو آپ ﷺ نے ہمارے سامنے ایک بڑا پیالہ رکھ دیا جس میں

جو سے تیار کردہ ایک کھانا تھا، فرمایا بسم اللہ پڑھو ہم نے اس میں سے حسب منشا کھایا پھر ہم نے ہاتھ کھینچ لئے ، پیالہ ہمارے سامنے رکھتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، آل محمد ﷺ کے گھر میں اس کھانا کے سوا جسے تم دیکھ رہے ہو، کوئی چیز نہیں۔ دست نبوی ﷺ لگنے سے کھانے میں اللہ نے اتنی برکت ڈال دی تھی کہ سب نے سیر ہو کر کھایا اور پیالہ ابھی یوں کا توں تھا۔

(طبقات ابن سعد:۱:۲۵٦ طبع بیروت)

حضور اکرم ﷺ کو اصحاب کا کتنا خیال تھا اس کا اندازہ درج ذیل ہے ایمان افروز واقعہ سے لگائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حلفاً بیان کرتے ہیں کہ میں بھوک کی وجہ سے اپنے جگر کو تھامے زمین پر گرا پڑا رہتا۔ مجھے شدت بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھنا پڑتا، چنانچہ ایک دن میں اس رستے میں بیٹھ گیا جہاں سے صحابہ گزرتے تھے (تاکہ کوئی دعوت دے دے اور کھانے کی "صلح" دے مگر کسی نے بھی میرا مقصد نہ سمجھا) بالآخر میرے پاس سے حضور ﷺ گزرے تو آپ ﷺ نے یوں بیٹھا دیکھ کر تبسم فرمایا اور جو کچھ میرے چہرے پر اور میرے دل میں تھا اسے پہچان لیا۔ فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میرے ساتھ آجاؤ۔ میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ہو لیا، آپ ﷺ اپنے دولت خانہ میں داخل ہوئے پھر مجھے اندر آنے کی اجازت دی میں داخل ہوا تو آپ ﷺ نے ایک پیالہ میں دودھ پایا۔ آپ ﷺ نے گھر والوں سے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ فلاں صاحب نے آپ کیلئے ہدیہ بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا ابو ہریرہ اصحاب صفہ کے پاس جاؤ اور سب کو میرے پاس بلا لاؤ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے۔ یہ لوگ اپنے اہل وعیال اور نہ ہی کسی قسم کا مال نہیں رکھتے تھے، نہ ہی کسی دوسرے آدمی کے پاس ٹھہرتے تھے، بلکہ مستقل مسجد میں رہتے تھے۔ حضور ﷺ کے پاس جب کوئی صدقہ آتا تو سیدھا ان کے پاس بھیج دیتے۔ ان میں سے خود کوئی چیز تناول نہ فرماتے اور جب کوئی ہدیہ آتا تو ان لوگوں کو بلاتے اس میں سے خود بھی کھاتے اور انہیں بھی شریک فرماتے، اصحاب صفہ کو بلا لانے والی بات مجھے اچھی نہ لگی۔ میں نے دل میں کہا یہ تھوڑا سا دودھ تمام اہل صفہ کو کیا کرے گا۔ اس کے پینے کا میں زیادہ حقدار تھا، جب وہ سب آجائیں گے تو امید نہیں ہے کہ میرے واسطے بھی کوئی چیز بچے۔ بہر کیف اللہ و رسول ﷺ کی اطا

عت کے سوا کوئی چارہ نہ تھا میں اصحاب صفہ کے پاس آیا اور سب کو بلا لایا۔ سب لوگ اجازت لے کر اندر داخل ہوئے اور اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے، آپ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ یہ پیالہ پکڑو اور سب کو پلاؤ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پیالہ پکڑا اور سب کو باری باری اور سب کو پلانے لگا، جب ایک آدمی سیر ہو جاتا تو میں پیالہ دوسرے کے ہاتھ میں تھما دیتا۔ میں پلاتے پلاتے آخر میں حضور ﷺ کے پاس پہنچا۔ دودھ میں اللہ نے اتنی برکت ڈالی کہ میرے اور آپ ﷺ کے سوا سب نے سیر ہو کر پی لیا اب آپ ﷺ نے پیالہ پکڑا اور اپنے ہاتھ پر رکھتے ہوئے میری طرف دیکھا اور تبسم فرمایا، پھر فرمایا ابو ہریرہؓ! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! فرمایا اب صرف میں تو باقی رہ گئے۔ میں عرض کیا۔ آپ ﷺ نے صحیح فرمایا تو پھر بیٹھ جاؤ اور پیو۔ میں بیٹھ گیا، اور ایک مرتبہ دودھ پیا، فرمایا ہے دوبارہ پیو! میں نے پھر پیا، آپ ﷺ برابر مجھے فرماتے رہے کہ پیو پیو حتیٰ کہ میں نے کہا: نہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اب کوئی گنجائش نہیں۔ فرمایا تو پھر مجھے دو میں نے پیالہ آپ ﷺ کے حوالے کیا، آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھی اور اور بچا دودھ نوش فرمایا۔

الف...... مستدرک حاکم :۳:۱۵:۱٦ طبع حیدر آباد دکن ب...... وفاالوفاء للسمہودی ۲:۴۵۳ بیروت ۱۹۷۱ء۔ ج...... ریاض الصالحین للنووی ص ۲۲۷۔ ۲۲۸ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ ۱۴۰۰/۱۹۸۱ء

د...... سیر اعلام النبلاء الذہبی: ۲۲۷

نبی اکرم ﷺ کو اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا سے جتنا تعلق خاطر تھا، جتنی ان کی دلداری فرماتے تھے۔ جتنی ان سے محبت رکھتے تھے اور تعلیم امت کیلئے جتنا ان کا احترام فرماتے تھے وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ صرف ایک روایت امام بخاری کی پڑھ لیجئے۔ امام فرماتے ہیں۔

سیدہ فاطمہ جب بھی حضور ﷺ کے ہاں تشریف لاتیں تو آپ ﷺ احتراما کھڑے ہو جاتے۔ بیٹی کو خوش آمدید کہتے، ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے۔ پھر انہیں اپنی نشست پر بٹھاتے اور جب بھی حضور ﷺ ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی پڑھ کر استقبال کریں مرحبا کہتیں ہاتھ پکڑ کر بوسا دیتیں اور اسکے بعد اپنی نشست پر بٹھاتیں۔ سید فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور کی مرض الوفات میں آئیں آپ نے انتہائی علالت اور کمزاوری کے باوجود انہیں مرحبا کہا اور بوسہ لیا۔ الف...... امام بخاری: الادب المفرد ص ۱۴۳ طبع بیروت، لبنان

ب...... جامع ترمذی (ابواب المناقب) ص ۵۵۰ کراچی

اس روایت سے آپ ﷺ نے اس گہرے اور محبت بھرے

تعلق کا کچھ اندازہ کرلیا ہوگا۔ جو حضور ﷺ کو اپنی اس نیک بخت بیٹی سے تھا، اس کے باوجود سیدہ کے گھر میں افلاس کا یہ عالم تھا کہ گھر کا سارا کام کاج خاتون جنت کو خود کرنا پڑتا تھا۔ چکی خود پیستیں۔ پانی خود بھرتیں، کھانا خود پکاتیں، کپڑے خود دھوتیں۔ چھوٹے بچوں کے نہلانے دھلانے کا کام اس کے علاوہ تھا۔ مالی اعتبار سے سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ہاں گنجائش نہیں تھی کہ سیدہ کو کم از کم ایک خادم ہی رکھ دیں، ایک مرتبہ مال غنیمت میں بہت سے غلام اور کنیزیں آئی تو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے سیدہؓ سے کہا کہ حضور ﷺ سب لوگوں کو غلام اور کنیزیں عنایت فرما رہے ہیں تم بھی ایک خادم کا مطالبہ کرو۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے درخواست پیش کی تو فرمایا

"لا اعطیک وادع اھل الصفة تطوی بطونھم من الجوع"

(بخاری:۱:۴۹۳، قسطلانی: المواہب اللدنیہ:۲:۳۷۳)

(ایسا نہیں ہوسکتا آپ کو دوں اور اہل صفہ کو اس حال میں چھوڑ دوں کہ بھوک سے ان کے پیٹ اکھٹے ہوئے جارہے ہیں)

زرقانی کی صراحت کے مطابق آپ ﷺ نے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ بیٹی! میرے پاس تو اہل صفہ پر خرچ کرنے کو کوئی چیز نہیں۔ میں ان غلاموں کو فروخت کرکے یہ پیسہ ان فقراء پر خرچ کروں گا۔

زرقانی شرح المواہب اللدنیہ:۳:۲۰۳ طبع مصر ۱۳۲۷ھ

بیٹی واپس چلی گئیں تو حضور ﷺ رات گئے دلجوئی کیلئے تشریف لائے اور فرمایا بیٹی ہر نماز کے ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمدللہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کی تسبیح کرلیا کرو یہ خادم سے کہیں بہتر ہے۔ (ایضاً)

اصحاب صفہ کی دلداری:

اصحاب صفہ جیسا کہ بیان ہوا دینوی اعتبار سے بے زرو مال اور فقیر و درویش لوگ تھے۔ مگر ان کے باطن نور معرفت اور انوار الٰہی سے معمور تھے۔ وہ اس طرح فنافی اللہ ہوچکے تھے کہ ذکر الٰہی اور تعلیم و تعلم قرآن کے علاوہ کسی چیز میں انہیں سکون نہیں ملتا تھا، حضور ﷺ کا ان کے ساتھ قلبی تعلق تھا، صرف یہی نہیں تھا کہ ان کے کھانے پینے کا کسی طرح انتظام کردیا اور بس۔ بلکہ آپ ﷺ ان کی دلداری اور دلجوئی کیلئے خود چل کر ان کے ہاں تشریف لے جاتے، انکے حلقے میں بیٹھتے اور فرماتے مجھے تمہارے ساتھ بیٹھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ "معکم المحیا والممات"

(میرا جینا اور مرنا تمہارے ساتھ)

ابوالاثر حفیظ جالندھری مرحوم نے شاہنامہ اسلام میں اصحاب صفہ کے مرتبہ اور ان کے ساتھ حضور ﷺ کے تعلق کو یوں قلم بند کیا ہے۔

بلند ان کی نگاہ فقر تھا ان کے شمائل میں
رسول اللہ اکثر بیٹھتے تھے ان کی محفل میں
روا رکھا نہ جاتا تھا کوئی بھی امتیاز ان سے
یہ بندے خاص تھے مسرور تھا بندہ نواز ان سے
جب ان کی صف میں شامل آپ ﷺ خود بھی کملی والا ہو
جہاں میں رتبہ اصحاب صفہ کیوں نہ بالا ہو

معروف صوفی حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت لکھی ہے کہ۔

ایک دن حضور ﷺ اصحاب صفہ کے پاس کھڑے ہوگئے، ان کے فقر اور مالی تنگی کا ملاحظہ فرمایا تو ان کی ان وقتی اور عارضی پریشانیوں کا غم ہلکا کرتے ہوئے فرمایا اے اصحاب صفہ! تمہیں خوشخبری ہو صرف تمہیں نہیں بلکہ میری امت کا جو آدمی بھی اس طرح زندگی گزارے گا۔ جس طرح تم گزار رہے ہو اور پھر اس پر راضی بھی ہوگا تو وہ جنت میں میرے رفیقوں (دوستوں) میں شامل ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ ایک دن حضور ﷺ ہم اہل صفہ کے پاس تشریف لائے اس وقت ہمراہ ایک ساتھی ہمارے سامنے تلاوت کررہا تھا اور دعا مانگ رہا تھا، ہم پھٹے پرانے اور جسموں پر ایک آدھ کپڑا ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے پیچھے چھپ رہے تھے کہ کہیں ستر نہ کھل جائے۔ حضور ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ حلقے کی شکل میں بیٹھ جاؤ۔ ہم بیٹھ گئے۔ تو پوچھا تم کیا کررہے تھے؟ ہم نے عرض کیا ہمارے یہ ساتھی ہمیں قرآن سنا رہے تھے اور دعا کررہے تھے۔ فرمایا تم حسب سابق تلاوت و دعا میں مشغول رہو اور خود بھی انہی کے ساتھ بیٹھ گئے۔ پھر بطور تحدیث نعمت فرمایا کہ اس اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے میری امت میں ایسے عظیم المرتبہ لوگ بھی پیدا فرمادیے ہیں، جن کے ساتھ مجھے بھی بیٹھنے کا حکم ہوا ہے۔ پھر فرمایا۔ فقراء مہاجرین کو قیامت کے دن اغنیاء سے پانچ سوسال قبل جنت میں داخلے کی بشارت ہو۔ یہ فقراء جنت کے مزے لے رہے ہوں گے اور اغنیاء ابھی تک حساب کتاب میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔

(حلیۃ الاولیاء:۱:۳۴۲)



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فن حرب و ضرب

ملک عطا رسول

اسلام پر خون انسانی کی حفاظت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور ظالموں کو ان کے مظالم سے نہ روکنا ایک فتنہ ہے اور والفتنہ اشد من القتل یعنی فتنہ قتل سے بھی زیادہ شدید ہوتا ہے۔

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے پرسش کرتے ہیں کہ کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر تم ان لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جو ظالم ہیں؟ اس آیت ربانی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جب کمزور کو ناجائز طور پر دبایا جاتا رہا ہو تو مظلوم کی حمایت لازم ہے۔

نبی کریم ﷺ نے جنگ کا مدعا سطح زمین کو فتنہ و فساد سے پاک کرنا فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کے عروج سے پیشتر روم اور ایران دنیا کے مہذب ترین ملک قرار دیئے جاتے تھے، لیکن ان کے سامنے بھی جنگ کا کوئی اخلاقی نصب العین نہ تھا، ان دونوں فریقین کی لڑائی کے بعد جسے فتح ہوتی وہ مفتوح کے مہذب ہی پر سب سے زیادہ ستم ڈھاتا۔ اسیران جنگ کو یا قتل کر دیا جاتا، انہیں غلام بنالیا جاتا تھا۔ لوٹ مار فاتح کا حق سمجھا جاتا تھا۔ عورتوں کی عصمت دری کوئی عیب نہ تھا۔ حتی کہ فاتح ملک کے باشندے مفتوحین پر درندوں کی طرح ٹوٹ پڑتے تھے، ان جنگوں میں بد عہدی اور دھوکہ بازی کو جائز سمجھا جاتا تھا عربوں کے دور جاہلیت میں بھی جنگ اور خون ریزی بہت مرغوب تھی، ملک کے پست اقتصادی حالات کو لوٹ مار اور غارت گری کے ذریعے بہتر بنانا ایک جائز ذریعہ تھا۔ یہ پیشہ بالعموم عزت اور بہادر لوگوں کے شایان شان سمجھا جاتا تھا۔ قصہ مختصر سرکار دو عالم رحمت کائنات ﷺ کی بعثت سے پہلے عربوں کا طریق جنگ بھی نہایت انسانیت سوز تھا۔

مگر رسول پاک ﷺ نے جنگ کی حقیقت میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس ضمن میں سب سے اولین قدم یہ اٹھایا کہ جنگ کے مقصد کو متعین کیا جائے، آپ ﷺ جنگ کو محض خون ریزی اور غارت گری کے دائرے سے نکال کر ایک اعلیٰ اخلاقی اور تمدنی نصب العین کی سطح تک لانا چاہتے تھے لہٰذا رسول اکرم ﷺ نے اسلامی جنگوں کو "جہاد" کی اصطلاح میں ڈھالا۔ جہاد کے لغوی معنی کسی کام یا مقصد کیلئے کوشش کرنے کے ہیں، اس پاکیزہ اصطلاح سے نبی کریم ﷺ نے نہ صرف اسلامی جنگ کے بے لوث مقصد کو متعین کیا بلکہ اسے عزت نفس کی بلندی بھی عطا کی، حضور نبی کریم رحمت موجودات ﷺ نے واضح فرمایا کہ جہاد قتل و غارت حصول اقتدار، عزت و تکریم یا اظہار شجاعت کیلئے نہیں کیا جاتا بلکہ اس کا اصل مقصد کلمہ حق کو بلند کرنا اور اللہ کے احکام کی تعمیل کروانا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے اس نیت سے لڑائی کی کہ خدا کا بول بالا ہو اور اس کی سچائی

قائم کی جائے تو صرف اسی کا قتال اللہ کی راہ میں ہے" (بخاری)

☆☆☆☆

جنگ کے بنیادی اصولوں کے علاوہ مختلف اجزائے ترکیبی بھی قابل مطالعہ رہتے ہیں، عسکری تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ ماہرین حرب جنگی اصولوں پر سختی سے پابند رہنے کے باوجود بھی ناکام ہوتے رہتے ہیں، مگر اجزائے ترکیبی اگر استوار نہ ہوں تو فوجوں کا لڑنا ناممکن ہو سکتا ہے۔ وہ اجزائے ترکیبی یہ ہیں۔

۱.....سپہ سالار شخصیت (لیڈر شپ) ۲.....سپاہیوں کی تربیت (ٹریننگ)

۳.....عزم وحوصلہ (مورال) ۴.....مادی وسائل (لاجسٹکس)

آیئے! ان اجزائے ترکیبی کی روشنی میں رسول عربی ﷺ کے فن حرب کا ایک طائرانہ جائزہ لیں، کیونکہ اسلامی جنگیں اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت اہمیت رکھتی ہیں۔

سپہ سالار شخصیت: رسول عربی ﷺ کی ذات با صفات میں ایک اعلیٰ ترین لیڈر کی خصوصیات جمع تھیں۔ قدرت نے آپ ﷺ کو ذہانت اور تدبر کے بے بہا خزانے عطا فرمائے تھے، لوگ آپ ﷺ کی ذہانت کے معترف تھے۔ حتیٰ کہ کفار مکہ بھی آپ ﷺ کی صداقت کے قائل تھے۔ ایک روز آپ ﷺ نے اہل مکہ کو آواز دے کر جمع کیا اور فرمایا "اگر میں (ﷺ) تم کو یہ کہوں کہ پہاڑی کی دوسری طرف دشمن کا ایک لشکر جرار مکہ پر حملہ کیلئے آرہا ہے تو تم اس کو سچ سمجھو گے یا جھوٹ؟ کفار مکہ نے جواب دیا: سچ "کیونکہ آپ ﷺ کبھی جھوٹی بات نہیں کہتے"..... حجر اسود نصب کرنے کی گتھی کو سلجھا کر آپ ﷺ نے کمال تدبر کا ثبوت دیا۔ گبن لکھتا ہے "کسی پہلے پیغمبر نے کبھی صداقت کا کوئی ایسا سخت امتحان پاس نہیں کیا جیسا کہ محمد (ﷺ) نے" سپہ سالار اسلام ﷺ نے جنگ کے اصل مقصد کو ہمیشہ پیش نظر رکھا۔ جنگ بدر میں دشمن کی اصل قوت کو تباہ کرنے کیلئے آپ ﷺ نے ممکنہ تدبیریں اختیار کیں اور جب ریت کے طوفان سے دشمن کے کیمپ میں ابتری پھیل گئی تو آپ ﷺ نے ٹھیک موقع پا کر حملہ بول دیا۔ اور دشمن کے قلب لشکر کو تباہ کر دیا، اسلامی لشکر کی بدر تک آمد اور اور پھر بدر تک آمد اور پھر بدر کے میدان میں اس کی نقل وحرکت تدبیرات جنگ کی بہترین مثال ہے، آپ ﷺ ایسے راستوں سے بدر تک پہنچے کہ دشمن کو اس کی اطلاع تک نہ ہو سکی اور وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ اسلامی لشکر تجارتی قافلے پر حملہ کرنا چاہتا ہے یا کفار مکہ سے مقابلہ کی خاطر نکلا ہے قصہ مختصر رسول اکرم ﷺ کی سپہ سالارانہ قوتوں کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ معرکہ بدر میں تین سو تیرہ (۳۱۳) مسلمانوں کو جن کے پاس اسلحہ اور دوسرے ساز وسامان جنگ کی بے حد کمی تھی، ایک ہزار مسلح لشکر کا مقابلہ کرنا ہے، لیکن سالار کارواں ﷺ کی پیشانی پر بل تک نہیں، اس کو دشمن کی کثرت اور طاقت کی فکر نہیں، موت کی کوئی ہیبت نہیں وہ صرف آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کہتا ہے: "یا اللہ! اگر آج یہ چھوٹی سے فوج صفحہ ہستی سے مٹ گئی تو کوئی تیرا پرستار اس دنیا میں باقی نہیں رہے گا۔

میدان احد میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ جاتے ہیں، مگر آپ ﷺ موت وحیات کے دوراہے پر چٹان کی طرح جم جاتے ہیں تلواروں اور نیزوں کے حملے، پتھروں کی بارش اور تیروں کے مینہ برس رہے ہیں، آہنی خود کی کڑیاں جسم مبارک میں دھنس گئیں دندان مبارک شہید ہوگئے چہرہ اقدس زخمی ہوگیا۔ مگر سالار اسلام ﷺ کی شخصیت کی جاذبیت باقی ہے، چہرے پر زندگی نمایاں ہے، غزوہ حنین میں دفعتاً دس ہزار تیروں کا مینہ برستا ہے، مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑتا ہے، مگر سچے خدا کا سچا رسول ﷺ وقار کے ساتھ کھڑا ہے اور شجاعت وصداقت کا بہترین نمونہ پیش کر رہا ہے۔

یہ تھی سپہ سالاری کی صلاحیت یہ تھی لیڈر شپ جن کی بنا پر حضرت محمد ﷺ کا سپاہی آگے بڑھ رہا تھا۔ چٹانوں سے ٹکرا رہا تھا بلندیوں کو مغلوب اور موت پر فتح حاصل کر جا رہا تھا۔ اور سرکار دو عالم ﷺ اپنے سپاہیوں کو یہ مژدہ سنا رہے تھے کہ: "جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں وہ

مرتے نہیں بلکہ زندہ رہتے ہیں۔ لیکن تم اس کا شعور نہیں رکھتے۔

فوج کی تربیت: فوج ملک کی آزادی کی محافظ اور قومی وقار کی امین ہوتی ہے، فوج کا ہر سپاہی جب تک ملت کی زندگی کو قربان اور قوم کے مفاد پر اپنی متاع حیات کو نثار کرنے کے قابل نہیں ہوتا، اس کی تربیت نامکمل رہتی ہے کیونکہ اسی سپہ سالار کے لائحہ عمل کو پایہ تکمیل تک پہنچاتا ہوتا ہے اور وہی تلوار کی نوک سے قوم کے مستقبل کی تصویر کھینچتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ایک قلیل عرصے میں مجاہدین اسلام کو ان ذہنی، اخلاقی اور عملی صلاحیتوں کا حامل بنا دیا جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی اسی تربیت کی بدولت ان کے دل سے موت کی ہیبت ختم ہوگئی اور ہر مشکل ان کے سامنے آسان ہوتی چلی گئی۔ مصطفےٰ ﷺ کے سپاہیوں کو آپ ﷺ سے والہانہ محبت تھی اور آپ ﷺ کے حکم پر جانثار کرنا اپنے لئے فخر کا باعث سمجھتے تھے۔ اسلامی سپاہیوں نے نہایت کڑی آزمائشوں میں بھی آگے بڑھنے سے انکار اپنے لئے حرام قرار دیا ان جوان مردوں کا یہ تاریخی اعلان جو صحیح بخاری میں ثابت ہے ان عسکری صلاحیتوں کی عظمت کا شاہد ہے،

''یارسول اللہ (ﷺ)! قسم ہے ہم آپ ﷺ کو وہ جواب نہ دیں گے، جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا کہ تم اپنے خدا کے ساتھ جاؤ اور لڑو، بلکہ ہم آپ ﷺ کے دائیں، بائیں، آگے پیچھے غرضیکہ ہر طرف جمع ہو کر قدم بقدم لڑیں گے اور اپنی جانوں کو آپ ﷺ پر نثار کر دیں گے''۔

عساکر محمدی ﷺ نے بدر کی فتح احد کی آزمائشوں میں دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ حریت کی روح تلوار کے چمکتے ہوئے جوہر سے پیدا نہیں ہوتی، اس کا آشیانہ شہسواروں کے خودوں میں نہیں ہوتی۔ اس کی پرورش و وسائل جنگ پر نہیں ہوتی بلکہ وہ سپاہ کے ہر فرد کے اندر پروان چڑھتی ہے۔ یہی جذبہ تھا جس نے بدر میں کفار کی افواج کی بدر جہا فراوانی کو نظر حقارت سے دیکھا تھا جس نے حنین میں تیروں کی بوچھاڑ کو بارش کے قطروں سے زیادہ اہمیت نہ دی۔

کہتے ہیں نپولین اپنی فوجوں کی سنگینیوں سے زیادہ ان کی ٹانگوں سے کام لیتا تھا۔ یعنی سپاہیوں کی نقل و حرکت بہت تیزی سے کراتا تھا اور مناسب مقام پر دشمن سے پہلے پہنچ جاتا تھا۔ نپولین اپنے جرنیلوں سے کہا کرتا تھا۔ ''مجھ سے لڑنے کیلئے ہر چیز مانگو'' مگر وقت کبھی نہ مانگو۔

جنگ میں وقت کو بہت اہمیت ہے آنحضرت ﷺ کی فوجوں نے جنگ احد میں نہایت تیزی سے سفر طے کر کے احد کی پہاڑی پر قبضہ کرلیا اور اچانک دشمن کے پہلو پر نمودار ہو کر دشمن کے منصوبوں کو ناکارا کر دیا اور پھر میدان جنگ میں بھی آپ ﷺ کے دستوں کی نقل و حرکت مثل برق تھی، وقت کو از حد فوقیت تھی۔

عزم وحوصلہ: غزوۂ احد میں دشمن کی پسپائی کے وقت اسلامی لشکر کے تیر اندازوں نے ایک اہم مقام چھوڑ دیا، لیکن جب دشمن کو غلبہ حاصل ہو گیا تو وہ عدول حکمی پر نادم ہوئے اور اس غلطی کا ازالہ اور نقصان کی تلافی کا جذبہ ان میں اس طرح پیدا ہوا کہ آن کی آن میں حضور ﷺ کے گرد جمع ہو گئے اور اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ لڑنے لگے۔ مسلمان عورتوں نے بھی اس جنگ میں اپنی شجاعت اور جاں نثاری کے جوہر دکھائے خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زخمیوں کو پانی پلاتی رہیں۔ اور دوسری عورتیں ان کی مرہم پٹی کرتی رہیں، ہزیمتوں میں بھی مسلمانوں کا عزم اور حوصلہ اس طرح استوار رہا کہ ان کا نصب العین اپنی اعلیٰ ترین بلندی پر قائم رہا۔ حضور ﷺ اپنی فوجوں کے عزم اور حوصلہ پر گہری توجہ رکھتے تھے۔ بنو قریظہ کی افواہیں جب پھیل گئیں تو آپ ﷺ نے حالات کا جائزہ لینے کیلئے جاسوس روانہ کئے اور انہیں ہدایت دی کہ واپس آ کر سازش کا کھل کھلا اعلان نہ کریں تا کہ فوج کا حوصلہ پست نہ ہو جائے، بلکہ خاص الفاظ میں آپ ﷺ کو مطلع کر دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے

اپنے سپاہیوں کا حوصلہ بلند سے بلند تر رکھنا جنگ کا اہم جز وتصور کرتے تھے۔

حضور اکرم ﷺ نے جنگی فرائض کی انجام دہی کیلئے سپاہی میں کردار کی بلندی اور سیرت کی پاکیزگی ضرورت کو بالاتر رکھا، سپاہی کے سامنے آپ ﷺ کی ہدایت کے مطابق نہایت بلند نصب العین ہونا چاہئے اور اس نصب العین سے اسے بے پناہ محبت ہونی چاہئے۔

مادی وسائل:

اللہ کو پامردی مومن پہ بھروسہ

ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا (اقبال)

اگر چہ مسلمان کے جنگی وسائل اس کی قوت ایمانی اور اور جوش جہاد ہے نہ کہ اسلحہ و گولہ بارود کی کثرت، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مومن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے اور سامان جنگ کا فکر تک نہ کرے، ارشاد ربانی ہے'' اگر ان سے لڑنے کیلئے جو سپاہیانہ قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے جمع ہو کر رکھو، سو بنا رکھو کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے دشمن پر اور ان کے سوا دوسروں پر جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ انہیں جانتا ہے۔ ہیبت پڑے) (یعنی ساز و سامان سے دشمن پر رعب پڑے'' (سورۂ انفال)

ثابت ہوا کہ جنگی ساز و سامان کی فراہمی کوشش ناگزیر ہے۔

آنحضرت ﷺ کا طریقہ تھا کہ غزوات پر روانگی سے پہلے اپنے اور دشمن کے جنگی ساز و سامان، فوجوں کی تعداد وغیرہ کا جائزہ لیتے اور روانگی کے موقع پر ذرائع کام میں لائے جاتے۔ جنگ بدر پر روانگی سے پیشتر کچھ معمولی قسم کے نیزے اور ترتیب کمان آپ ﷺ کے ہاتھ لگے تو حکم دیا کہ یہ بھی ساتھ جائیں گے۔ جہاں مردوں کی تعداد میں کمی پاتے عورتوں کو شرکت کا فخر بخشتے۔

گھوڑوں کی تعداد کی کمی کو اونٹوں سے پورا کرنے کا حکم فرماتے جنگ خندق میں آپ ﷺ نے کھدائی کے ہر چھوٹے بڑے اوزار جمع کر کے کھدائی کی رفتار کو تیز تر کیا، تمام ممکن انتظامات مکمل کرنے کے بعد آپ ﷺ اس ارشاد ربانی کی تعلیمات کی یاد دہانی فرماتے'' اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آجائیں گے اور تم سے سو ہوں ہو گے تو ہزاروں کافروں پر غالب آجائیں گے، اس لئے کہ وہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے''۔

سبق: رسول کریم ﷺ کی جنگوں سے سیکھے ہوئے اسباق کو اگر آج بھی کام میں لایا جائے تو انشاء اللہ اپنے سے کئی گنا زائد فوج کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی دقت در پیش نہ ہو گی، اولین ضرورت تو ایمان کی ہے اور اس کے ساتھ ہی تیاری اور سامان جنگ کی، ایمان کی ضرورت اس لئے سلمان کی فاسد ارادے سے برسر جنگ نہیں ہوتا۔ وہ جنگ کو جہاد فی سبیل اللہ سمجھتا ہیں جس کیلئے سپاہی میں ایمان کا ہونا بنیادی شرط ہے۔ سامان جنگ اور تیاری کی ضرورت اس لئے ہے کہ کہیں مادی وسائل باطل کا پلڑا بھاری نہ کریں دیں۔

اسی لئے سامنا جنگ تیار رکھنے کی قرآن مجید میں تاکید آئی ہے،

مومن کیلئے باطل کے خلاف جنگ ناگزیر ہے۔ اس لئے اسلامی عساکر کیلئے بطریق جنگ کا بھی مطالعہ لازمی ہے بقول اقبالؒ

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقین پیدا

تو کر لیتا ہے یہ بال و پر روح امینؑ پیدا

خون کے دھبے اشکوں سے نہیں خون ہی سے دھوئے جاسکتے ہیں۔ وحشت اور ظلم کا انسداد بے کسی اور کمزوری سے نہیں بلکہ طاقت اور قوت ہی سے کیا جاسکتا ہے۔ توپوں کی گرج کو درماندگی کی چیخوں سے نہیں شیران خدا کی گرج ہی سے خاموش کیا جاسکتا ہے اور جنگ کا خاتمہ آہوں سے نہیں، بلکہ جنگ ہی سے ممکن ہے،

آج جب ہم چاروں جانب سے دشمنوں کے ناپاک عزائم کی زد میں ہیں۔ میدان جنگ میں سپہ سالار اعظم سرکار دوعالم ﷺ کا اسوۂ ہمارے سارے مسائل کا حل ہے۔

> اللہ ذوالجلال نے دنیا بنائی ہے محبوب ذوالجمال نے دنیا بسائی ہے
> اللہ کی عطا کا تو انکار مت کرو سرکار کی یہ شان ہے بیشک عطائی ہے

عربی محمد ﷺ کا

نورانی تذکرہ

آسمانی صحائف میں

مولانا سید محمد قاسم صاحب قاسمی [illegible]

وہ آسمانی رابطہ جس کے ذریعہ ہم یقینی طور پر خدائے کائنات کی مرضی اوراس کے احکام وہدایات معلوم کرتے ہیں اسے شریعت کی اصطلاح میں رسالت ونبوت کہا جاتا ہے اوران مقربین کو جواس منصب پر فائز ہوتے ہیں ہم نبی ورسول کہتے ہیں اوران کے بیانات واحکام کو جوان کے واسطے سے ملتا ہے، کتاب وشریعت کہتے ہیں، ایسے مقربین کی تعداد کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار بتلائی جاتی ہے۔ آسمانی کتابیں اورصحیفے اب بھی پچاس ساٹھ کے قریب موجود ہیں۔ جن میں چار کتابیں قرآن عظیم انجیل شریف، زبور پاک وتوریت، مقدس کتب کہلاتی ہیں باقی صحیفے ان مقربین میں سب سے پہلے بھی اورسب سے پیچھے بھی تاجدار مدینہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، ہاں البتہ ظہور میں سب سے پہلے حضرت آدم اورسب سے پیچھے محمد ﷺ عربی ہیں صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

آسمانی بشارتیں: ان آسمانی کتابوں اورصحیفوں کی تلاوت سے ظاہر ہوتا ہے کہ سارے انبیاء تا سیدنا مسیح علیہ السلام لوکل پروفٹس (مقامی انبیاء) تھے، جن کا رتبہ نبوت ورسالت محدود، امت محدود، شریعت محدود، تبلیغ محدود، زمانہ محدود مگر صرف ایک نبی یعنی سب سے آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ سنٹرل ویونیورسل نبی ورسول ہیں یعنی حضور کی نبوت ورسالت پوری کائنات کو محیط ہے (للعلمین نذیرا) اس لئے سارے انبیائے ماقبل اپنی اپنی امت کو آپ کی تشریف آوری، آپ کے مدارج، مناقب، محامد، کمالات، مقامات وغیرہ سے مطلع کرتے رہے اورخود اپنی حیثیت، اپنے مقام، اپنے دین، اپنی شریعت وغیرہ سے بھی اطلاع دیتے اورمنادی کرتے آئے، چنانچہ سب سے پچھلے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو ہمارے نبی کریم حضرت خاتم الانبیا ﷺ سے پہلے تشریف لائے وہ سارے انبیاء کی نمائندگی فرماتے ہوئے بصیغہ جمع یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

انجیل شریف: ہم لوگوں کو علم ناقص ہے اورہم لوگوں کی نبوت ناتمام لیکن جب کامل آجائیگا تو ناقص جاتا رہے گا'' کرنتھین ۱۳۔ ۹

انجیل کی اس مقدس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام تک نہ کتاب مکمل ہوئی تھی نہ شریعت، نہ دین مکمل تھا، نہ نبوت، مگر خبر دی جارہی ہے کہ میرے (مسیح) بعد ایک نبی آئے گا جو کامل ہوگا اورجب وہ آجائے گا تو کتاب دین، شریعت، نبوت، رسالت پایہء تکمیل کو پہنچ جائیگی اورسارے ادیان سابقہ منسوخ اورساری آسمانی کتابیں مرفوع ہو جائیں گی چنانچہ جب وہ کامل واکمل تشریف لایا تو آسمانی ندا یوں آئی الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی الخ۔

آسمانی کتابیں دو عہد پر منقسم ہیں۔ ۱۔ کتب عہد عتیق، ۲۔ کتب عہد جدید، چنانچہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی تشریف آوری دونوں عہد کی کتابوں میں بکثرت موجود اجمال وتفصیل دونوں کے ساتھ، اور بعض موقع پر اشتباہ کے طور پر بھی حضور ﷺ کی بشارت دی گئی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:۔

توریت مقدس: اے بنی اسرائیل کے گھرانے دیکھ میں ایک قوم کو دور سے تجھ پر چڑھا لاؤں گا، خداوند فرماتا ہے وہ زبردست قوم ہے۔ وہ قدیم قوم ہے۔ وہ ایسی قوم ہے جس کی زبان تو نہیں جانتا اور ان کی بات کو تو نہیں سمجھتا، ان کے ترکش کھلی قبریں ہیں وہ بہت بہادر ہیں...... "الخ"

"برمیاہ :۵......۱۶،۵"

اس آیت میں عربوں کی طرف کھلا اشارہ ہے جن کی شجاعت و بہادری، جن کی قدامت ظاہر ہے، جن کی قوت وطاقت کا لوہا دنیا نے مان لیا ہے جن کی زبان سے یورپ اور امریکہ آج بھی ناواقف ہیں، اب چند اور بشارتیں کتب عہد عتیق سے ملاحظہ ہوں۔

آیت ذیل میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ سے وعدہ فرماتا۔

توریت مقدس: "میں ان کے (بنی اسرائیل) کے لئے ان ہی کے بھائیوں (بنو اسمٰعیل) میں سے تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرے نام سے کہے گا نہ سنے تو میں اس کا حساب لوں گا" استثنا: ۱۷، ۱۸، ۱۹۔

انجیل شریف: اسی آیت کو انجیل شریف نے بھی بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے دہرایا ہے وہ ہے۔

چنانچہ موسیٰ نے حق فرمایا کہ تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ پر ایک نبی پیدا کرے گا، جو کچھ وہ کہے اس کی سننا اور یہ ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ امت میں سے نیست ونابود کر دیا جائے گا۔ بلکہ سموئل سے لے کر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے باتیں کیں سبھوں نے اس کی خبریں دیں" (اعمال:۳......۲۲ تا ۲۴)

ان آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد ایک نبی آئے گا جو نبی کل و نبی عالمی ہوگا مگر وہ بنی اسرائیل سے نہ ہوگا بلکہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہوگا، اس پر ایمان لانا فرض ہوگا، جو اس پر ایمان نہ لائے گا وہ جہنم واصل ہوگا وہ نبی خود سے نہ بولے گا بلکہ وحی الٰہی اس کی زبان ہوگی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی زبان سے بولے گا۔ (ما ینطق عن الھویٰ ......الخ) اور سموئل سے لیکر آج تک جتنے نبی آئے ان سب نے اس نبی کی بشارت دی، چنانچہ چند بشارتیں ملاحظہ ہوں۔

۱......توریت: خداوند سنیا سے آیا، سعیر سے ان پر آشکار ہوا، وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا" (استثنا:۳۳......۲)

اس آیت شریف سے صاف ظاہر ہے کہ آفتاب رسالت محمد ﷺ جبل فاران سے طلوع فرما کر پوری کائنات کو اپنے جلوؤں سے منور کر دے گا۔

۲......یسعیاہ: اس نے سوار دیکھے جو دو دو آئے تھے، پہلے گھوڑوں، دوسرے گدھوں، تیسرے اونٹوں پر" (یسعیاہ:۲۱......۷)

اس آیت شریف سے بھی ظاہر ہے کہ نبی آخر الزماں ﷺ ملک عرب سے ظاہر ہوں گے اور اونٹ سواری میں ہوگا اس لئے کہ اونٹ عرب کی ملک ہے اور اونٹوں کو عرب سے ایک خاص نسبت ہے۔

۳......ذکریا: دیکھ خداوند کا دن آتا ہے جب تیرا مال لوٹ کر تیرے اندر بانٹا جائے گا" ذکریا:۱۴......۱

حضرت سیدنا ذکریا و یحییٰ ابن ذکریا و حضرت مسیح علیہم السلام یہ تینوں ایک ہی گھر کے اور ایک ہی وقت میں تھے۔ اس لئے آیت بالا صریحاً حضور خاتم الانبیاء ﷺ کے متعلق ہے، کہ آپ ان حضرات کے بعد تشریف اور میدان جہاد میں سامنے آ گیا۔

۴......حزقی ایل: میں اسے (بیت المقدس) الٹ دوں گا،

الٹ دوں گا، الٹ دوں گا، الٹ دوں گا، پر یوں بھی نہ رہے گا اور وہ آئے گا جس کا یہ حق ہے اور یہ میں اسے دیدوں گا'' (حزقی ایل:۲۱......۲۷)

۵......حبقوق: '' خدا تیما سے آیا اور قدوس کوہ فاران سے (سلاہ) اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہو گئی''

(حبقوق:۳......۳)

۶......حجی: رب الافواج فرماتا ہے کہ میں ساری قوموں کو ہلا دوں گا اور ساری قوموں کا محبوب آجائیگا اور امیں اس کے گھر کو جلال سے معمور کر دوں گا''۔ (حجی:۳......۷)

۷......ملاکی: دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے راہ درست کرے گا اور خداوند جس کے تم طالب ہو نا گیاں اپنی ہیکل میں آموجود ہوگا۔ ہاں عہد کا رسول جس کے تم منتظر ہو آئے گا'' (ملاکی:۳......۱)

اور اس آیت شریف میں عہد کا رسول حضرت خاتم الانبیاء ﷺ مراد ہیں جن کی اطاعت کا سارے انبیاء عہد و اقرار کر چکے ہیں اور حلف وفاداری اٹھا چکے ہیں، "واذ اخذ الله ميثاق النبيين" (الخ)

صفنیاہ: تم خداوند کے حضور خاموش رہو کیونکہ خداوند کا دن نزدیک ہے''

(صفنیاہ:۱:۷)

سیدنا مسیح علیہ السلام کی بشارت:

اس طرح اگر بشارتوں کی طرف اشارہ کرتا چلا جاؤں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے اب رہیں کتب عہد جدید کی بشارتیں، اس کی تو کوئی حد ہی نہیں ہے۔ انشاء اللہ انھیں موقع بہ موقع پیش کروں گا، سر دست اس جگہ کتب عہد جدید سے چند بشارتیں پیش کرتا ہوں خود حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام نے مختلف موقعوں پر ارشاد فرمایا ہے۔

۱......یسوع نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔

۲......ان بارہ حواریوں کو یسوع نے بلا بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی ملک میں داخل نہ ہونا، بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس اور چلتے چلتے منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی'' (متی:۱......۵تا۷)

۳......اس وقت یسوع نے منادی کر دی اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی'' (متی:۴تا۱۷)

۴......پھر یوحنا کے پکڑوائے جانے کے بعد یسوع نے گلیل میں آکر خدا کی خوشخبری کی منادی اور کہا کہ وقت پورا ہو گیا اور خدا کی بادشاہت نزدیک آگئی'' توبہ کرو اور خوشخبری کو مانو۔ (مرقس:۱......۱۵)

۵......ان دنوں میں یوحنا بپتسمہ دینے والا آیا اور یہودیہ کے بیابان میں منادی کرنے لگا کہ توبہ کرو آسمان کی بادشاہت بہت نزدیک آگئی ہے'' (متی:۳......۱)

خود حضرت مسیح کے پیر و مرشد حضرت یحییٰ علیہ السلام کا اعلان ملاحظہ ہو

خود حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں۔

۶......اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ اب جہاں کا سردار (شاہزادۂ عالم) آتا ہے، (یوحنا:۱۴تا۳۰)

مکہ معظمہ کی نشانیاں ہیں: یہ تمام آیتیں جو مذکور ہوئیں اس میں حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی تشریف آوری کی بار بار خبر دی گئی ہے کہ لو کل پروفٹ شپ ختم ہوتی ہے اور عالم گیر نبوت آرہی ہے۔ یعنی اب وہ نبی آتا ہے جو عالمین پر فرماں روائی فرمائے گا اور اور ان کی سلطنت حکومت، نبوت و رسالت سے عالمین میں نہ کوئی ذرہ نہ کوئی قطرہ باہر ہوگا اور اس کے ظہور کا مقام فاران ہے۔ یعنی مکہ معظمہ پس وہ نبی آخر الزماں سید المرسلین ﷺ کا دار السلطنت مکہ معظمہ ہوگا اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ کے جد امجد حضرت اسمٰعیل اسی مکہ معظمہ کے ریگستانوں میں اپنی اہلیہ کے ساتھ رہتے تھے جن کے بیٹے قیدار اور پر پوتے بہت تھے اور یہ اجداد حضور میں ہیں جیسا کہ خود توریت شریف میں ارشاد ہے

"خدا اس لڑکے (اسمٰعیل) کے ساتھ تھا اور وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا اور تیر انداز بنا اور فاران کے بیابان میں رہتا تھا اور اس کی ماں نے ملک مصر سے اس کیلئے بیوی لی"

واضح ہو کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ مصر کی رہنے والی اور بادشاہ مصر رقیوں کی بیٹی تھیں ان تمام آیتوں سے مقام کا پتہ صاف مل گیا کہ نبی آخر الزماں ﷺ کا ظہور فاران یعنی مکہ معظمہ سے ہوگا، آسمانی کتابوں میں حضور انور ﷺ کا نام نامی بھی موجود ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحیفے غزل الغزلات میں حضور کا نام نامی محمدیم ہے۔ عبرانی زبان میں یم اظہار تعظیم واحترام کیلئے لگائے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کو عبرانی زبان میں آلوہیم، اور حضور انور ﷺ کو محمدیم کہتے ہیں۔

عصبیت کا برا ہو، پادری صاحبان نے "محمدیم" کا ترجمہ کہیں "عشق انگیز" کہیں "تشفی بخش" لکھا ہے ان کے تعصب نے اسم معرفہ کا بھی ترجمہ کر دیا ہے۔

غزل الغزلات: میرا محبوب سرخ ہیت وہ دس ہزار میں ممتاز ہے، اس کا سر خالص سونا ہے خوبی میں رشک سرد ہے اسکا منہ از بس شیریں ہے، ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے یروشلیم کی بیٹیو"۔ (غزل الغزلات: ۵:۱۰ تا ۱۲)

حضور انور ﷺ کا اسم شریف انجیل میں احمد مگر اس کا بھی ترجمہ ہو گیا۔

جائے ولادت کا تعین:

جائے ولادت کا تعین بھی آسمانی کتابوں میں موجود ہے چونکہ حضرت آدم تا مسیح علیہم السلام کوئی نبی مکہ معظمہ میں پیدا ہی نہ ہوا اس لئے مکہ معظمہ کو آسمانی کتابوں بانجھ کہہ کے مخاطب کیا ہے مگر چونکہ حضور انور ﷺ کی جد ماجدہ حضور ہاجرہ رضی اللہ عنہا وہیں لا کر چھوڑی گئیں تھیں اور آپ ہی کی نسل میں حضرت نبی آخر الزماں ﷺ مکہ معظمہ میں ہی پیدا ہوئے اسلئے آسمانی کتابیں مکہ معظمہ کو مبارک بادیوں پیش کر رہی ہیں۔

یسعیاہ: اے بانجھ تو بے اولاد تھی نغمہ سرائی کو تو جس نے ولادت کا درد برداشت نہیں کیا خوشی سے گا، اور زور سے چلا کیونکہ خداوند فرماتا ہے کہ بیکس چھوڑی ہوئی کی اور اولاد شوہر والی کی اولاد سے زیادہ ہے، اپنی خیمہ گاہ کو وسیع کر دے، ہاں اپنے مسکینوں کے پردے پھیلا، دریغ نہ کر اپنی ڈوریاں لمبی اور اپنی میخیں مضبوط کر، اس لئے کہ تو داہنے اور بائیں بڑھے گی اور تیری نسل قوموں کی وارث ہوگی..........الخ: (یسعیاہ: ۵۴.....۱ تا ۳)

اس مبارک باد کو تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کے ساتھ ملا کر پڑھئے تو معنی اور بھی زیادہ واضح ہو جائینگے۔ ناظرین یقینی آگاہ ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے وقت دعا فرمائی تھی جو قرآن عظیم میں بھی مذکور ہے اور توریت میں بھی، اس دعا کی قبولیت کی بشارت توریت میں یوں دی گئی ہے۔

توریت: میں نے تیری دعا اسمٰعیل کے حق میں قبول کی دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے بہرہ مند کروں گا۔ اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ شہزادے پیدا ہوں گے، اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا، الخ" (پیدائش: ۱۷ تا ۲۰)

آیات بالا کی مبارک باد میں بیکس چھوڑی ہوئی سے حضرت ہاجرہ مراد ہیں اور شوہر والی سے حضرت سارہ، خیمہ گاہ وسیع کر، مسکنوں کے پردے پھیلا، ڈوریاں لمبی، میخیں مضبوط کر، داہنے اور بائیں بڑھے گی، ان تمام باتوں کا مفہوم یہی ہے کہ لوکل پروفٹ شپ یعنی مقامی نبوت ختم ہوگی اور آسمانی بادشاہت کا فرماں رواں آ رہا ہے جو پوری کائنات پر حکمراں ہوگا۔ (للعلمین نذیرا) اب ذرا دوسری مبارک باد ملاحظہ ہو۔

یسعیاہ: "بیابان اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد گاؤں اپنی آواز بلند کریں، سلع کے بسنے والے گیت گائیں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں، وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں ......الخ" (یسعیاہ: ۴۲......۱۱)

قیدار حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے صاحبزادے کا نام ہے جو اپنے والد ماجد کے ساتھ فاران یعنی مکہ معظمہ میں رہتے تھے، یہ بھی بشارت

دی ہے کہ قیدار اور قیدار کے پوتے بنت کی اولاد میں حضرت نبی آخر الزماں ﷺ کا خیر مقدم کریں گی اور ایمان لائیں گی، آیت ملاحظہ ہو۔

توریت: قیدار کی سب بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی، بنابوت (بنت) کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے"

(یسعیاہ: ۲۰......۷)

ان تمام آیتوں سے جو اوپر بیان ہوئی ظاہر ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ مکہ معظمہ میں بڑی جاہ وجلال کے ساتھ رونق افروز ہوں گے، حضور ﷺ کے سال ولادت کی خبر صحیفہ حضرت دانیال علیہ السلام میں موجود ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک بار حضرت دانیال علیہ السلام عالم واقعہ میں بطور مکاشفہ بیت المقدس کی تباہی و بربادی، قتل وقتال دیکھ رہے تھے جو بادشاہ طر طوس اور اس کے باپ کے ہاتھ سے ۸۰ء میں ظاہر ہوا، چنانچہ حضرت دانیال علیہ السلام کو اس مقدس شہر کے حال پر نہایت قلق وصدمہ ہوا، مختصر صحیفہ دانیال میں اس طرح ہے۔

دانیال: ہاں میں (دانیال) دعا میں یہ کہہ ہی رہا تھا کہ وہی شخص جبرائیل نے مجھے چھوا اور کہا............ تیرے لوگوں اور تیرے مقدس شہر کیلئے ستر ہفتے مقرر کیے گئے کہ خطا کاری اور گناہ کا خاتمہ ہو جائے، بدکرداری کا اور گناہ کفارہ دیا جائے، ابدی راست بازی قائم ہو، رویا اور نبوت پر مہر ہو۔

(دانیال: ۹......۲۱ تا ۲۴)

ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ دانیال علیہ السلام اپنے شہر کی تباہی و ہلاکت مکاشفے میں دیکھ کر رو دیئے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کی معرفت انھیں خبر دی کہ آج سے ستر ہفتے کے بعد فاتح بیت المقدس پیدا ہوگا جو یہاں کی بداعمالیوں اور خرابیوں کو دور کریگا، راست بازی قائم کرے گا اور اسی پر وحی الٰہی اور نبوت کا سلسلہ بھی ختم ہو جائے گا، واضح ہو کہ توریت وانجیل کے ہفتے سات سال کے ہوتے ہیں، اس لئے ستر ہفتے کے معنیٰ ۴۹۰ سال ہوئے اور ۸۰ء کا واقعہ ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ۸۰+۴۹۰ یعنی ۵۷۰ء ہوئے اور یہی حضور کی ولادت شریف کا سال ہے، اور حضور ہی پر وحی الٰہی کا سلسلہ بھی تمام ہو گیا اور نبوت بھی ختم ہو گئی۔

حضور کی سیادت کا اعتراف: چونکہ سارے انبیاء علیہم السلام نے حضور انور ﷺ کی تشریف آوری کی خبریں دی تھیں اور چونکہ خود مسیح علیہ السلام کے بعد کفر وشرک عام ہو گیا تھا حتی کہ بیت المقدس میں تین بت اور بیت اللہ شریف میں تین سو ساٹھ بت رکھے گئے، چاند سورج، پانی پتھر، آگ درخت، جانور وغیرہ پوجے جانے لگے۔ اس لئے لوگ بہت بے چینی سے حضور انور ﷺ کا انتظار کر رہے تھے اور اس وقت کے انبیاء بڑے شد ومد سے حضور کی خبریں لینے لگے چنانچہ حضرت یحیٰ فرماتے ہیں۔

انجیل شریف: میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جو مجھ سے زور آور ہے، اس لائق نہیں کہ جھک کر اسکی جوتیوں کا تسمہ کھولوں: مرقس: ۱......۷

انجیل شریف: جب لوگ منتظر تھے اور سب اپنے دل میں یوحنا (یحیٰ) کی بات سوچتے تھے کہ آیا وہ مسیح ہے یا نہیں تو یوحنا نے ان سے جواب میں کہا...... جو مجھ سے زور آور ہے وہ آنے والا ہے میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں" لوقا: ۳۔۱۵......۱۶

خود حضرت یحیٰ علیہ السلام کے مرید و مرشد حضرت مسیح علیہ السلام جنھوں نے یحیٰ علیہ السلام سے بپتسمہ لیا تھا یوں اس نبی کی خبر دیتے ہیں۔

انجیل شریف: اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دینا کا سردار (شہزادۂ عالم) آتا ہے۔ اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں"

(یوحنا ۱۴......۳۰)

ایک انگریزی محاورے کا لفظی ترجمہ ہے، جس کا با محاورہ ترجمہ یہ ہے۔ "میں اس کے پاسنگ کے قابل نہیں"۔ آسمانی کتابوں نے بھی حضور کو سید الانبیاء" لکھا ہے۔ آیت ملاحظہ ہو۔

انجیل شریف "اور جب سردار گلہ بان ظاہر ہوگا تو تم کو جلال کا یک سہرا ملے گا جو مرجھائے نہیں" (۱......پطرس۔۴)

توریت اور انجیل میں بھیڑی سے مراد امت ہے اور گلہ بان سے

انبیاء سردار گلہ بان یعنی سید الانبیاء

نور کا ذکر: قرآن عظیم واحادیث نبوی میں حضور انور ﷺ ''نور'' مذکور ہیں۔ اگلی آسمانی کتابوں میں بھی حضور نور ہی نور ہیں آیت ملاحظہ ہو

انجیل شریف: ''ایک آدمی یوحنا (حضرت یحییٰ) نام آموجود ہوا، جو خداوند کی طرف سے بھیجا گیا تھا، یہ گواہی کیلئے آیا تھا، کہ نور کی گواہی دے تا کہ اس کے وسیلے سے ایمان لادے وہ (یحییٰ) خود تو نور نہ تھا مگر نور کی گواہی دینے کو آیا تھا۔ (یوحنا:۱......۶ تا ۹)

یوحنا یعنی حضرت یحییٰ نبی ہیں مگر انجیل کہتی ہے کہ وہ نور نہیں ہیں بلکہ آنے والے نور کی جو حقیقی نور ہے گواہی دینے کو آئے تھے (انا من نور اللہ)

زبور مقدس ''اپنے نور اور اپنی سچائی کو بھیج وہی میری رہبری کریں'' زبور ۴۳،۳

زبور مقدس: ''کیونکہ زندگی کا سرچشمہ تیرے پاس ہے تیرے نور کی بدولت ہم روشنی دیکھیں گے'' (زبور:۳۶......۹)

توریت شریف: ''وہ کوہ فاراں سے جلوہ گر ہوا''۔ (استثنا:۳۳......۱)

انگریزی انجیل میں ''شائنڈ'' ہے یعنی چمکا اور یہ صرف نور ہی کیلئے کہہ سکتے ہیں

آسمانی کتابوں میں بھی حضور سارے عالم کے لئے نبی مذکور ہیں

آیت ملاحظہ ہو۔

انجیل شریف: ''اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا'' (یوحنا:۱۴......۳۰)

انجیل شریف: ''جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا اور یہ ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا امت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا'' (اعمال:۳......۲۳،۲۴)

توریت مقدس: ''میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لیکر کہے گا نہ سنے تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا'' (استثنا:۱۸......۱۸)

زبور شریف: ''وہ آرہا ہے۔ وہ زمین کی عدالت کرنے کو آرہا ہے، وہ صداقت سے جہاں کی اور اپنی سچائی سے قوموں کی عدالت کرے گا''

(زبور:۹۶ تا ۱۳)

زبور شریف: ''اس کی بجلیوں نے جہان کو روشن کر دیا، زمین نے دیکھا اور کانپ گئی''۔ (زبور:۹۷ تا ۴)

علم غیب کا ذکر: آسمانی کتابوں سے حضور کا علم غیب بھی ظاہر ہے

حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں،

انجیل شریف: ''جب وہ سچائی کی روح آئے گا۔ تو وہ تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا'' (یوحنا:۲ تا ۴)

قرآن عظیم بھی فرماتا ہے ''وما ھو علی الغیب''

مثل قرآن عظیم کے انجیل مقدس کا بھی یہی ارشاد ہے کہ میرے حضور عرشی ہیں فرشی نہیں (قد جاءکم من اللہ نور...... الخ)۔

انجیل شریف: ''یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا، ساری چیزیں اس کے وسیلے سے پیدا ہوئیں اور جو کچھ پیدا ہوئیں ہیں، اس میں سے کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی، اس میں زندگی تھی۔

اور وہ زندگی آدمیوں کا نور تھا'' (یوحنا:۲......۴)

حیات النبی کا ذکر: آسمانی کتابوں میں حیات النبی ﷺ بھی بڑے شاندار الفاظ میں مذکور ہے آیت ملاحظہ ہو۔

انجیل مقدس: ''اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست کروں گا، تو وہ دوسرا مددگار (نبی) بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے''۔ (یوحنا:۱۴،۱۵،۱۶)

آسمانی کتابوں میں معراج شریف کا بھی ذکر موجود ہے۔

انجیل مقدس: ''وہ بیٹا نبی یعنی وہ لڑکا جو لوہے کے عصا سے سب قوموں پر حکومت کرے گا۔ اور اس کا بچہ یکایک خدا اور اس کے تخت کے سامنے پہنچا دیا گیا'' مکاشفہ:۱۲ (سبحان اللہ الذی اسریٰ بعبدہٖ)

ہجرت کا ذکر: حضور انور ﷺ کی ہجرت کا ذکر بھی آسمانی کتابوں

میں درج ہے، آیتیں ملاحظہ ہو۔

زبور مقدس: ''صادق خوشی منائیں، وہ خدا کے نزدیک شادماں ہوں، و کیھ وہ خوشی سے پھولے نہ سمائیں'' صحرا کے سوار کیلئے شاہراہ تیار کرو، بسن، پہاڑ خدا کا پہاڑ بسن کا پہاڑ اونچا پہاڑ ہے۔ اے اونچے پہاڑو تم اس پہاڑ کو کیوں تاکتے ہو۔ جسے خدا نے اپنی سکونت کیلئے پسند کیا ہے۔ بلکہ خداوند اس میں ابد تک رہے گا۔'' (زبور: ۶۸..... ۳ تا ۱۶)

بسن مدینہ طیبہ کا ایک پہاڑ ہے جسے باشان بھی کہتے ہیں۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ کوئی صادق ہجرت میں حضور کا رفیق ہوگا۔ شب ہجرت دشمنوں کا حملہ کرنا، دشمنوں کی پسپائی و ناکامی اور حضور کا دشمنوں سے نکل جانا بھی مذکور ہے، ملاحظہ ہو۔

زبور مقدس: ''اے خدا لوگوں نے تیری آمد دیکھی مقدس میرے خدا، میرے بادشاہ کی آمد، گانے والے آگے آگے اور بجانے والے پیچھے پیچھے، دف بجانے والی جوان عورتیں اور لڑکیاں جو نغمہ گا رہیں تھیں ملاحظہ ہو۔

طلع البدر علينا من ثنيات الوداع

وجب الشكر علينا ما دعا لله داع

اللہ تعالٰی کا وعدہ کہ حضور کو ہجرت کے بعد فاتح ہونے کی حیثیت سے دوبارہ مکہ معظمہ میں لاؤں گا اور وہ لوگ جو جنگ کے خوف سے مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے ہونگے انہیں پھر لا کر مکہ میں بسایا جائے گا، آسمانی کتابوں میں مذکور ہے۔

زبور مقدس: ''خداوند نے فرمایا کہ میں ان کو بسن (جبل مدینہ) پر لاؤں گا لوگوں کو سمندر کی تہہ سے نکال لاؤں گا'' (زبور: ۶۸..... ۲۲)

چنانچہ حضور انور ﷺ دس ہزار صحابہ کرام کے ساتھ ۸ھ میں فاتحانہ داخل مکہ ہوئے جس کا تین آسمانی کتابوں میں اشارہ وہو ہذا۔

۱۔ غزل الغزلات: میرا محبوب سرخ وسفید ہے۔ وہ دس ہزار میں ممتاز ہے (تا ''''غزل الغزلات ۵..... ۱۰، ۱۱)

۲۔ توریت: ''وہ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اس کے داہنے ہاتھ پر ان کیلئے آتشی شریعت ہے'' (استثنا: ۳۳..... ۲)

۳..... نامہ یہوداہ: ''ان کے بارے میں حنوک نے بھی جو آدم سے ساتویں پشت میں تھا یہ پیش گوئی کی تھی کہ دیکھو خداوند اپنے دس ہزار مقدسوں کے ساتھ آیا'' (یہوداہ کا پہلا خط: ۱..... ۱۴)

ان تینوں کتابوں میں دس ہزار قدوسیوں کی خبر دی گئی ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ فتح مکہ میں حضور کے ساتھ گنے گئے ہوئے دس ہزار صحابہ کرام تھے نہ ایک کم نہ ایک زیادہ پورے دس ہزار۔

آسمانی کتابوں میں یہ بھی خبر ہے کہ فتح مکہ کے بعد سے پھر بیت مقدس میں بھی نہ بت پرستی ہوگی نہ بتوں کا نام ونشان باقی رہے گا،

انجیل مقدس: ''یسوع نے اس سے کہا کہ اے عورت میری بات کا یقین کر کہ وہ وقت آتا ہے کہ تم نہ تو اس پہاڑ پر باپ کی پرستش کروگی نہ بیت المقدس میں'' (یوحنا: ۴..... ۲۱)

انجیل مقدس: ''ہمارے خداوند یسوع مسیح کے بتانے کے موافق مجھے معلوم ہے کہ میرے خیمے گرائے جانے کا وقت جلد آنے والا ہے۔'' پطرس کا دوسرا خط: ۱..... ۱۴

اعلان طہارت مریم:

جب یہود حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف متوجہ ہونے لگے تو یہودیوں نے عیسائیوں پر سختی کرنی شروع کی اور آپ کی والدہ ماجدہ پر بطور طعنہ اتہام باندھنے لگے چنانچہ ان لوگوں نے یہ بات حضرت مسیح کی خدمت اقدس میں پیش کی حضرت مسیح نے جوابا فرمایا۔

انجیل شریف: ''جب وہ سچائی کی روح آئے گا..... تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا، اور مجھے پاک وصاف باعظمت کردے گا'' (یوحنا: ۱۵..... ۲۶)

اس پر یہودیوں نے بھی سختی شروع کی کہ ایسا شخص تو بنی ہو ہی نہیں سکتا، اس وقت حضرت مسیح نے فرمایا۔ انجیل شریف: '' جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کیطرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کی روح جو باپ کی طرف سے نکلتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا'' (یوحنا ۱۵..... ۲۶)

ان دونوں آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ حضور انور تاجدار مدینہ ﷺ کی ذات گرامی صفات وہ ہے جس سے حضرت مریم علیہا السلام کے

بہتان والزام کا ازالہ ہو جائے گا۔ اور حضور ہی کو گواہی پر رسالت مسیحی موقوف ومنحصر ہوگی، اور حقیقۃً ایسا ہی ہوا بھی کہ قرآن عظیم نے اس پوزیشن کو صاف کر دیا اور اور سکت جواب دیا۔

قرآن کریم: آسمانی کتابوں میں ہمارے قرآن عظیم کا ذکر بڑی شان سے آیا ہے،

۱......توریت مقدس: ''وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اس کے داہنے ہاتھ پر اس کیلئے آتشی شریعت تھی'' (استثناء:۳۳۔۲)

۲......زبور پاک: ''خداوند کی شریعت کامل ہے.........خداوند کے قوانین راحت ہیں.........خاوند کا حکم بے عیب ہے الخ'' زبور:۱۹......۷تا۹)

۳......انجیل شریف: ''اور جو تخت پر بیٹھا تھا میں نے اس کے داہنے ہاتھ میں ایک کتاب دیکھی جو اندر سے اور باہر سے لکھی ہوئی تھی اور اسے سات مہریں لگا کر بند کیا گیا تھا''۔ (مکاشفہ:۱۵......۱)

۴......توریت مقدس: ''میں ان بنی اسرائیل کیلئے انہیں کے بھائیوں (بنی اسرائیل) میں سے تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو میں ان سے کہوں گا۔ وہی وہ ان سے کہے گا''۔ (استثنا:۱۸......۱۸)

۵......زبور شریف: ''خداوند کا کلام پاک ہے اس چاندی کے مانند جو بھٹی پر تپائی گئی، اور سات بار گئی ہو تو ہی اے خداوند ان کی حفاظت کریگا۔ تو ہی ان کو اس پشت سے ہمیشہ بچائے رکھے گا؛......الخ''

۶......زبور شریف: خداوند کی حمد کرو، خداوند کے حضور نیا گیت گاؤ اور مقدسوں کے مجمع میں اس کی مدح سرائی کرو' (زبور:۱۴۹......۱)

۷......یسعیاہ: اے سمندر پر گزرنے والو اور اس میں بسنے والو، اے جزیرو اور اس کے باشندو خداوند کے لئے نیا گیت گاؤ زمین پر سرتاسر اس کی ستائش کرو الخ'' (یسعیاہ:۴۲......۱۰)

ان آیتوں کا خلاصہ یہ ہوا کہ نبی خاتم الزماں ﷺ کی شریعت آتشیں ہوگی، آپ کی کتاب اللہ تعالیٰ کی زبان میں ہوگی۔ اس میں ایک لفظ بھی حضور پرنور کا نہ ہوگا، جو آیت ہوگی چاندی کی طرح خالص تپائی ہوئی ہوگی۔ اس پر سات مہریں یعنی سات آیتوں والی سورہ فاتحہ ہوگی، ہمیشہ مقدسوں کے مجمع یعنی نماز کی رکعت میں قرآن عظیم کی تلاوت اس میں شروع کی جائے وہ کتاب مکمل اس کا دین کامل اس کے نبی کی نبوت عالمین پر محیط ہے اور ان وہ اک نیا گیت ہے، اور حمد سے شروع ہے یعنی وحی الٰہی کیلئے ایک نئی زبان ہوگی۔

نسخ شرائع سابقہ: اس کے علاوہ اگلی کل کتابیں نامکمل، اگلی کل نبوتیں ناتمام جو ظہور حضور و نزول قرآن کے بعد منسوخ و فرموع ہیں جیسا کہ خود انجیل کا ارشاد ہے۔

انجیل شریف: ''ہم لوگوں کا علم ناقص ہے اور ہم لوگوں کی نبوت ناتمام لیکن جب کامل آئے گا تو ناقص جاتا رہے گا۔'' کرنتھین ۱۳۔۹۔۱۰)

انجیل مقدس کی اس خبر سے صاف ظاہر ہے کہ حضور انور ﷺ کی تشریف آوری تک نبوتیں ناتمام و شریعتیں ناقص نامکمل تھیں۔ پس جب برحق محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان کرتا ہو '' ''الیوم اکملت لکم دینکم'' تو دین شریعت قانون، کتاب نبوت، رسالت مکمل ہو کر تمام کو پہنچ گئیں اور اس وقت سارے ادیان منسوخ اور ساری کتابیں مرفوع ہوگئیں اور اب میرے رسول کی ڈیوڑھی کے سوا کہیں ٹھکانہ نہیں

به مصطفیٰ برساں خوایش را که دیں همه اوست
اگر به او نه رسیدی تمام بولهبی ست

اس لئے آج ساری دنیا والے اپنے اپنے مذہب کی کمی میرے قرآن عظیم سے قوانین لے کر پورا کر رہی ہے۔ مثلاً

۱......مسئلہ طلاق ۲......کثرت ازدواج ۳......مسئلہ انتقام ۴......ترکہ دختری ۵......عقد بیوگان وغیرہ وغیرہ میرے قرآن شریف سے لے کر اپنے مذہب میں داخل کر رہی ہے اسلئے کہ اس کی کتابوں میں ان قوانین کا الٹا ہے۔ اور ان قوانین سے ان کی مذہبی کتابوں کا سخت تصادم اختلاف ہے مگر چونکہ بغیر قرآن کے اب جی نہیں سکتی میرا قرآن عظیم ہی دنیا کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔

شانِ رسول اکرم
بزبان مجدد اعظم

غلام مصطفےٰ مجددی ایم اے

حضور امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ امت محمدیہ کے وہ فرد جلیل ہیں جن کی مساعی جلیلہ کے اثرات صدیوں بعد بھی تروتازہ دکھائی دے رہے ہیں۔ ان کی تعلیمات کا ایک دلآویز گوشہ الحقیقہ کے میلاد شریف نمبر کی زینت ہے، پڑھیے اور ایمان تازہ کیجیے۔

شان لولاک: حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

☆...... ''حقیقت محمدی جو حقیقت الحقائق ہے مراتب ظلال طے کرنے کے بعد آخر کار اس فقیر پر ظاہر ہوئی ہے۔ محبت کا تعین اور ظہور ہے، تمام مظاہر کا مبدا اور مخلوقات کی پیدائش کا منشا ہے۔ جیسے حدیث قدسی ہے۔

'' کنت کنزاً مخفیا فا جبت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف

اول اول جو چیز اس پوشیدہ خزانہ سے ظاہر ہوئی محبت ہے کہ جو مخلوقات کی پیدائش کا سبب ہوئی، اگر یہ محبت نہ ہوتی تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا اور (سب) عالم عدم میں راسخ اور مستمر رہتے۔ حدیث قدسی ہے۔

'' لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاک ''

جو حضرت خاتم الرسل کی شان میں آئی ہے کا بھید بھی اسی میں ڈھونڈنا چاہیے اور ''لَوْ لَاکَ لَمَا اَظْہَرْتُ الرَّبُوْبِیَّۃ'' کی حقیت کو اسی مقام پر طلب کرنا چاہیے'' (مکتوب ۱۲۲ دفتر سوم)

☆...... '' حقیقت محمدی جو ظہور اول میں سب سے بڑی حقیقت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے تمام حقائق کیا انبیاء کرام علیہم السلام اور کیا ملائکہ عظام کے حقائق کا اصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' اول ما خلق اللہ نوری '' بس یہی حقیقت تمام حقائق اور حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہے اور آنحضرت کے واسطہ کے بعد کوئی مطلوب تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ تمام انبیاء و مرسلین کے بھی نبی ہیں اور آپ کا تشریف لانا جہان کیلئے رحمت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء اولوالعزم باوجود اصالت کے آپ کی اتباع طلب کرتے رہے اور آپ کی امت میں داخل ہونے کی آرزو کرتے رہے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے'' (ایضاً)

☆...... ''اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عالم دنیا میں ظہور نہ فرمانا ہوتا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا ہی نہ فرماتا، اور آپ ﷺ نبی تھے۔ دراں حالیکہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کی حالت میں تھے'' (مکتوب از دفتر دوم)

نور مصطفےٰ ﷺ:

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

☆...... جاننا چاہیے کہ حضور ﷺ کی پیدائش دیگر انسانوں کی طرح نہیں کہ آپ باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا '' خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ '' کسی دوسرے کو یہ سعادت میسر

نہیں ہوئی''

☆......''مشہور ہے کہ علم جملی جو صفات اضافیہ میں سے ہیں آنحضرت ایک نور ہیں جو عالم اجسام میں پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے رہے اور پھر آخر کار مختلف رحموں سے منتقل ہوتے ہوئے اور مصلحتوں کے پیش نظر بصورت انسان جو بہترین صورت ہے دنیا میں جلوہ گر ہوئے، اور محمد و احمد کے مبارک ناموں سے موسوم ہوئے'' (مکتوب ۱۰۰ دفتر سوم)

ضروری گزارش:

حضرت امام ربانی قدس سرہ کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے آباو اجداد اور امہات و جدات، پاک و صاف تھیں، خصوصاً آپ کے والدین کریمین حضرت سیدنا عبداللہ اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے دور کی جملہ آلائشوں سے محفوظ رہے، کفروشرک کی گھٹائیں ان سے کوسوں دور رہیں، اس لئے ان کے سلب و رحم میں ''نور خدا'' اپنی تمام تر تجلیوں سمیت پرورش پارہا تھا۔

مسئلہ نفی ظل:

صدر اول سے لے کر آج تک مشاہیر امت کی غالب جماعت کا یہی عقیدہ رہا ہے کہ حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کے جسد اطہر کا سایہ نہیں تھا، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں:

☆......''چونکہ آنحضرت ﷺ اس عالم ممکنات میں سے نہیں بلکہ اس سے بلند وارفع امکان سے پیدا ہوئے اسلئے آپ کے جسم شریف کا سایہ نہیں تھا اور لطیف اتر اس عالم شہادت میں شے کا سایہ شے سے لطیف تر ہوتا ہے اور جب حضور علیہ السلام سے زیادہ لطیف چیز جہاں میں ہے ہی نہیں تو آپ کے جسم مبارک کا سایہ کس طرح متصور ہوسکتا'' (مکتوب ۱۰۰ دفتر سوم)

اسی طرح آپ واجب تعالیٰ کے عدم ظل پہ حضور ﷺ کے عدم ظل کو بطور دلیل پیش کرتے فرماتے ہیں۔

☆......''اللہ تبارک و تعالیٰ کا ظل کیوں ہو کہ ظل سے مثل کے پیدا ہونے کا گمان گزرتا ہے اور اصل میں کمال لطافت کے نہ ہونے کا شک پیدا ہوتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے جسد مبارک کا کمال لطافت کے باعث سایہ نہیں تھا تو خدائے محمد کا سایہ کس طرح ہوتا'' (مکتوب ۱۲۲ دفتر سوم)

اپنے جیسا بشر کہنا:

جملہ اہل ایمان نے حضور پرنور ﷺ کیلئے بشریت محضہ کا انکار کیا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ حضور افضل البشر، اکمل الانسان ہیں۔ آپ کو بشر نہیں محض اور اور عام انسان سمجھنا کفار مکہ ومنافقین مدینہ کا شیوہ تو ہوسکتا ہے۔ اصحاب کبار اور آل اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نہیں، حضرت امام ربانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ ''او دریتیم است کہ مانند ندارد''

یعنی حضور ﷺ نبوت کے گوہر یکتا ہیں، ان کیمثال نہیں (شرح رباعیات باقی رسائل مجددیہ ص ۲۲۹، مطبوعہ لاہور) مزید فرماتے ہیں

☆......''امت میں سے کوئی شخص کمالات میں کتنا ہی بلند درجہ حاصل کرلے اپنے پیغمبر کے ساتھ برابری نہیں کرسکتا کیونکہ اس کو یہ سب کمالات اس پیغمبر کی شریعت کی متابعت کے باعث حاصل ہوئے ہیں۔ پس اس پیغمبر کو یہ سب کمالات بھی اور دوسرے تابعداروں کے کمالات بھی اور اپنے مخصوص کمالات بھی ثابت و حاصل ہوں گے۔ اس طرح وہ شخص کامل اپنے پیغمبر کے سوا کسی دوسرے پیغمبر کے مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا، اگر چہ کسی نے اس پیغمبر کی متابعت نہ کی ہو، اور اس کی دعوت کو قبول نہ کیا ہو، کیونکہ ہر ایک پیغمبر اصلی استقلالی طور پر صاحب دعوت اور شریعت کی تبلیغ پر مامور ہے'' (مکتوب ۸۷ دفتر سوم)

☆......''جن مجوبوں نے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح تصور کیا بالآخر منکر ہو گئے اور جن سعادت مندوں نے ان کو رسالت و رحمت عالمیان کے طور پر دیکھا اور دیگر لوگوں سے ممتاز اور سرفراز سمجھا وہ ایمان کی سعادت سے مشرف ہوگئے اور نجات پانے والوں میں شامل ہوگئے۔ (مکتوب ۶۴ دفتر سوم)

☆......''بسا اوقات جاہل لوگ جہالت سے نفس مطمئنہ کو امارہ تصور کرتے ہیں

و ارادہ کے احکام مطلعہ پر جاری کرتے ہیں۔ جس طرح کفار نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دوسرے لوگوں کی طرح جانا اور کمالات نبوت کے منکر ہو گئے" اعاذنا اللہ سبحانہ عن انکار ھولاء الاکابر"

(مکتوب ۱۰۱، دفتر اول)

☆..... "کاملین و عارفین کے اسرار و معارف اور کمالات و تصرفات کے اظہار میں من جملہ اور حکمتوں کے ایک حکمت یہ ہوتی ہے کہ کم نظر لوگ ان کی دنیوی و ظاہری آرزوؤں اور ضرورتوں کو دیکھ کر ان کو ناقص نہ سمجھ لیں اور اس طرح کی برکات سے محروم رہے، اس کی یہی وجہ تھی کہ ان کی نظر انبیاء کرام کی ظاہری ضرورتوں اور حاجتوں پر پڑی" فقالوا ابشر یھدوننا فکفروا" تو کہا کہ بشر ہمیں ہدایت دیں گے تو کافر ہو گئے"

(مکتوب ۱۰۱ دفتر اول)

☆..... "انبیاء کرام کے ساتھ شرکت و مساوات کا عقیدہ رکھنا کفر ہے"

(مکتوب ۹۹ دفتر دوم)

ضروری گزارش:

اہل کفر و نفاق کا حضور تاجدار رسالت ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہنا اور اس کی تشہیر کرنا صرف اس لئے تھا اور ہے کہ اہل ایمان کے دل سے ان کی محبت نکل جائے، ان کا احترام ختم ہو جائے، ظاہر ہے کوئی انسان اپنے جیسے انسان کو محبت و احترام کی نگاہ سے نہیں دیکھتا نیز اپنے جیسے انسان کی اطاعت کو ضروری نہیں سمجھتا، یہ ایسا ایمان سوز فتنہ ہے، جس کی خوفناکی کا اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

جب یہ فتنہ برصغیر میں سر اٹھا رہا تھا۔ پہلے اکبر اعظم اور بعد میں انگریز اس کی پشت پناہی کر رہے تھے، تو حضرت مجدد اور اعلیٰحضرت نے مسلمانوں کو خبردار کیا۔ اس کی خوفناکی کا احساس دلایا اور حضور ﷺ کے بے مثال کمالات و محاسن بیان کر کے ان ایمانوں کو تازہ کیا، یقینوں کو سہارا دیا، جس طرح انہوں نے اپنے آقا کی لاجواب شان و عظمت بیان کی اس کی ایک جھلک دیکھ کر دل کو نور وفا سے منور کیجئے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔

☆..... "مقام تسلیم و رضا سے پرے حضرت خاتم الرسل ﷺ کے سوا کسی کا قدم نہیں پہنچا" لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل" میں اس مقام کی خبر دی ہے"(مکتوب ۷ دفتر دوم)

☆..... "قیامت کے دن وہ تمام نبیوں کے امام اور خطیب ہوں گے اور ان کے شفاعت کرنے والے ہوں گے۔ انہوں نے اپنے حق میں فرمایا" نحن الاخرون و نحن السابقون" (مکتوب ۷ دفتر دوم)

☆..... "حضرت آدم اور دیگر انبیاء کرام ان کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے"

(مکتوب ۷ دفتر دوم)

☆..... "آج ان کی شان کون پہچان سکے۔ البتہ میدان حشر میں ان کی بزرگی و عظمت معلوم ہوگی" (ایضاً)

ایسے بے شمار فضائل و محامد آپ نے بیان کئے کہ حضور ﷺ کی شان یکتائی تمام مسلمانوں کے جان و دل پر نقش ہو جائے اور وہ اپنے رسول اکرم نبی معظم سے اپنی جان اسے زیادہ محبت کریں، تہ دل سے احترام کریں نیز ان کی اطاعت میں ہمہ تن مشغول ہو جائیں۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ:

تمام امت مرحومہ کا اس عقیدے پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیگر برگزیدہ نبی اور نبی ختم ﷺ اپنی اپنی قبور منورہ میں زندہ و جاوید ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے اپنے غلاموں کو نوازتے ہیں۔ ہمارے حضور سراپا نور اس وصف میں بھی شان خصوصی کے حامل ہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔

☆..... "آپ نے سنا ہوگا کہ الانبیاء یصلون فی القبور" نبی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اور ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج کی رات جب حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی قبر پر سے گزرے تو دیکھا کہ وہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور جب اسی وقت آسمان پر پہنچے تو ان کو وہاں پایا۔ اس مقام کے

معاملات نہایت عجیب وغریب ہیں‘‘ (دفتر دوم مکتوب ۱۲)

حضور ﷺ غیب جانتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو اول وآخر کا علم عطا فرمایا، اس پر صحاح وسنن کی احادیث مبارکہ گواہ ہیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔

☆..... ’’علم غیب مخصوص بہ اوست خلص رسل را اطلاع می بخشد‘‘ یعنی علم غیب جو اس کے ساتھ مخصوص ہے (سکی) اپنے خاص رسولوں کو اطلاع بخشتا ہے‘‘ (مکتوب ۳۱۰ دفتر اول)

☆.....حروف مقطعات قرآنی سب نے سب حالات کی حقیقتوں اور اسرار کی باریکیوں کے متعلق رموز اور اشارے ہیں جو محب اور محبوب کے درمیان وارد ہیں، اور کون ہے جو ان کو پا سکے‘‘ (مکتوب ۱۰۰ دفتر سوم)

☆..... ’’حدیث نفیس ہے " انا سید ولد ادم...... فعلمت علم الاولین والآخرین " میں بنی آدم کا سردار ہوں.......... پس میں نے پہلوں اور پچھلوں کا علم جان لیا۔ (مکتوب ۱۲۲ دفتر سوم)

☆..... ’’نبوت سے مراد وہ درجہ ہے جس میں ایسی نظر حاصل ہوتی ہے کہ اس کی روشنی میں غیب اور دیگر امور ظاہر ہوتے ہیں، جن کا ادراک عقل نہیں کر سکتی‘‘ (اثبات النبوۃ، ص ۲۷، مطبوعہ کراچی)

☆..... ’’عارف جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے حصول ظلیت کی قید سے نکل جاتا ہے تو موجودات کے ذرات میں سے ہر ایک ذرہ یعنی عرض وجوہر اور آفاق و انفس اس کیلئے گویا غیب الغیب کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ (مکتوب ۱۱۰ دفتر سوم)

حضور ﷺ فریاد رس ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو تمام مخلوق کا فریاد رس، چارہ ساز اور حاجت روا بنا کر بھیجا۔ کوئی حضور ﷺ کو پکار کر دیکھے، حضور ﷺ فوراً اس کے درد کا مداوا بن جاتے ہیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ‘ فرماتے ہیں۔

☆..... ’’ایک دن یہ خوف غالب ہوا کہ مبادا ان کشفوں پر مواخذہ کریں اور وہمی باتوں کی نسبت پوچھیں۔ اس خوف کے غلبہ نے بہت بے قرار کیا اور بارگاہ الٰہی میں بڑی التجا اور زاری کی، یہ حالت بہت مدت تک رہی۔ اتفاقاً اس حالت میں ایک بزرگ کے مزار پر گزر ہوا اور اس معاملہ میں اس عزیز کو مددگار بنایا، اسی اثناء میں خداوند تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور معاملہ کی حقیقت کھل گئی اور حضرت رسالت خاتمیت ﷺ جو رحمت عالمیان ہیں کی روح مبارک نے حضور فرمایا، اور دل غمناک کو تسلی دی اور معلوم ہوا کہ قرب الٰہی ہی فضل کلی کا موجب ہے‘‘ (مکتوب ۲۲۰ دفتر اول)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کسی صاحب مزار کو اپنا مددگار بنانا جائز ہے اور حضور ﷺ اپنے غلاموں کو اپنی رحمت ورافت سے نوازتے ہیں، ان کے غم وملال کو دور کرتے ہیں اور انکو منزل مقصود تک پہنچاتے ہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ ’’نبی کا باطن حق کے ساتھ اور ظاہر خلق کے ساتھ ہوتا ہے‘‘ (مکتوب ۹۵ دفتر اول)

گویا نبی خدا سے غافل ہوتا ہے، نہ مخلوق سے۔ وہ خالق ومخلوق کے درمیان برزخ کبریٰ ہوتا ہے۔ خالق سے فیض لے کر مخلوق کی حاجت براری مشکل کشائی اور غمگساری فرماتا ہے، ایک جگہ اور فرماتے ہیں۔

☆..... ’’اس صاحب استدلال پر نہایت ہی افسوس ہے جو ایمان کو صرف استدلال سے حاصل کرے اور انبیاء کرام کی تقلید اس کی دستگیری اور امداد نہ کرے‘‘ (مکتوب ۲۷۲ دفتر اول)

معلوم ہوا کہ امام ربانی کے نزدیک ایمان کی صحیح صورت اسے ہی نصیب ہوتی ہے، جسے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ سہارا دیتے ہیں۔

حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں:

قرآن حکیم میں حضور ﷺ کو شہید و شاہد کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، اور شہید و شاہد کا معنی حاضر و ناظر ہے۔ (مفردات امام راغب اصفہانی)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ حدیث تنام عینی و لا ینام قلبی" (بخاری و موطا شریف) کی شرح میں حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کی تائید فرماتے ہیں:

☆...... "نبی در رنگ شبان استد محافظت امت، غفلت شایان منصب نبوت او استدر نہ باشد کہ نبی امت کا نگہبان ہوتا ہے اور غفلت اس کے منصب نبوت کے لائق نہیں" (مکتوب ۹۹ دفتر اول)

آپ اپنا ایک کشف صریح بیان فرماتے ہیں جس سے بھی اس عقیدے کی تصدیق ہوتی ہے، پیر بزرگوار کو لکھتے ہیں کہ:

☆...... "یہ رسالہ بعض یاروں کی التماس سے لکھا گیا ہے، واقعی رسالہ بے نظیر اور بڑی برکتوں والا ہے، اس رسالہ کے لکھنے کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ اپنی امت کے بہت سے مشائخ کے ساتھ حاضر ہیں اور اسی رسالہ کو اپنے مبارک ہاتھ میں لئے ہوئے اپنے کمال کرم سے اس کو چومتے ہیں اور مشائخ کو دکھاتے ہیں اور فرماتے ہیں اس قسم کا اعتقاد حاصل کرنا چاہیے...... اور اسی مجلس میں آنحضرت ﷺ نے اس خاکسار کو اس واقعہ کے شائع کرنے کا حکم فرمایا" (کتوب ۱۲ دفتر اول)

بر کریماں کارہا دشوار نیست

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا یہ وصف عظیم حیات ظاہری تک محدود نہیں حیات برزخی میں بھی آپ اپنی امت کے احوال و افعال کو مشاہدہ فرماتے ہیں۔ نیز جہاں چاہیں جلوہ طراز ہو کر اہل نظر کو شاد کام کرتے ہیں، ہاں حضور ﷺ کا تو مقام بہت بلند ہے۔ حضور ﷺ کے غلام اس شان کے حامل ہیں جیسا کہ امام ربانی نے تصریح فرمائی:

☆...... "جب جنات کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت عطا فرمائی کہ وہ مختلف شکلوں کے ساتھ متشکل ہو کر عجیب و غریب کام کر لیتے ہیں، اگر کاملین کی ارواح کو یہ قدرت عطا فرمادیں تو اس میں کیا تعجب اور دوسرے بدن کی کیا حاجت، اسی سلسلے کی کڑی وہ واقعات ہیں جو بعض اولیاء کرام سے منقول ہیں کہ وہ ایک ہی آن میں متعدد مقامات میں حاضر ہوتے ہیں اور مختلف کام انجام دیتے ہیں، چنانچہ ہزار افراد ایک ہی رات و اب میں نبی اکرم ﷺ کی مختلف صورتوں میں زیارت کرتے اور بہت فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ سب آپ کی صفات و لطائف ہوتے ہیں جو مثالی صورتوں میں متشکل ہوتے ہیں"

(مکتوب ۵۸ دفتر دوم)

حضور ﷺ وسیلہ ہیں:

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ جلالت میں سب وسیلہ ہیں، کیا انبیاء کا غیر انبیاء سب حضور ﷺ کے توسط سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

☆...... چونکہ ظل کے مطلوب تک پہنچنے میں اصل، واسطہ و وسیلہ ہے۔ اس لئے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے حضرت حبیب اللہ ﷺ کا واسطہ و وسیلہ طلب کیا اور ان کی امت میں داخل ہونے کی آرزو فرمائی، جیسا کہ وارد ہے"

(مکتوب ۱۱۲ دفتر سوم)

☆...... "مرادوں کے سردار اور محبوبوں کے رئیس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، کیونکہ اس دعوت سے مقصود ذاتی اور مدعو اولیٰ آنحضرت ﷺ ہی ہیں اور دوسروں کو خواہ مراد ہوں یا مرید حضور ﷺ ہی کی طفیل بلایا ہے،" لو لاء لما خلق اللہ الخلق و لما اظہر الربوبیہ" چونکہ دوسرے سب ان کے طفیل ہیں اور وہ اس دعوت کے اصلی مقصود ہیں اس لئے سب ان کے محتاج ہیں اور انہی کے ذریعے سے فیوض و برکات اخذ کرتے ہیں اس لحاظ سے اگر سب کو ان کی آل کہیں تو بجا اور درست ہے، کیونکہ سب ان کے پیچھے پیچھے چلنے والے ہیں اور ان کے وجود کے وسیلے کے کمال حاصل نہیں کر سکتے۔ جب ان سب کا وجود بغیر متصور نہیں ہو سکتا تو دوسرے کمالات جو وجود کے تابع ہیں ان کے وسیلہ کے بغیر کس طرح متصور ہو سکتے ہیں، ہاں محبوب رب العالمین ایسا ہی ہونا چاہیے............

فان فضل رسول اللہ لیس لہ
حد فیعرب عنہ ناطق بغم

☆☆☆☆

تیری حیات پاک

کا ہر لمحہ پیغمبر لگے

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

دنیا کے تمام وارفتگان ہوش وخرد اور جملہ شیفتگان عقل و جحت اپنی مرضی کی میزان اور اپنی پسند کا پیمانہ لے کر آئیں اور حضور اکرم ﷺ کی شخصیت کو بڑی حزم و احتیاط کے ساتھ تولیں اور کڑے معیار کے ساتھ ناپیں، تحریض وترغیب کے جملہ لوازم اور تخویف وترہیب کے سبھی اسباب سے بے نیاز ہو کر کامل تنہائی میں حساب لگائیں اور نتیجہ مرتب کریں تو ان کا داعیہ فطرت اور مقتضی دل پکار اٹھے گا۔

تیری حیات پاک کا ہر لحہ پیغمبر لگے

ہماری طرف سے کوئی قید نہیں کہ وہ صرف عہد نبوت کا جائزہ لیں ،یا اجتماعی زندگی کو پرکھیں، یہ بھی کوئی قید نہیں کہ وہ آپ کی عائلی زندگی پر گفتگو نہ کریں، اور نہ ہی یہ حد بندی ہے کہ وہ قبل از نبوت کے دور کو نہ چھیڑیں، ہم یہ بھی فرمائش نہیں کرتے کہ وہ آپ کی مذہبی زندگی کو ہی موضوع تحقیق بنائیں ،اور یہ بھی نہیں کہ سیاسی فتوحات کا تجزیہ کریں

ہمارا دعویٰ اور دعوت یہ ہے کہ حلیمہ سعدیہ کی بکریاں چراتے سے لیکر میدان عرفات میں انسانی حقوق کا چارٹر عطا کرنے اور تکمیل دین کی خوشخبری سنانے تک کے جملہ احوال وکوائف کو اپنی نگاہ کے احاطے میں لے آئیں، صحن حرم کے اس منظر کو بھی یاد رکھیں جب نماز پڑھنے کی پاداش میں آپ کو اذیت کا نشانہ بنایا گیا اور گردش لیل ونہار کے اس رنگ کو بھی اپنے کینوس میں جگہ دیں جب دس ہزار قدسیوں کے جلو میں آپ وارد مکہ ہوئے اور صحن حرم کو بتوں سے پاک کر دیا، تاریخ کا وہ ورق بھی پلٹیں جب مکہ سے طائف تک کا پورا علاقہ آپ کے لئے عقوبت گاہ بن چکا تھا اور وقت کا وہ سبق بھی یاد رکھیں، کہ کل کے قاتل آج زندگی کی بھیک مانگنے کے لئے جمع تھے، **لا تثریب علیکم الیوم** کا نغمۂ حیات اپنے کانوں سے سن رہے تھے، مسجد کے دالان میں جھکی ہوئی پیشانی بھی ملاحظہ کریں اور جنگ کے میدان میں شوق شہادت کی فراوانی بھی دیکھیں۔

تریسٹھ برس کی زندگی کا ایک ایک لحہ صدیوں کی رہنمائی کا سامان فراہم کرتا نظر آتا ہے، ایک فرد نہیں پوری قوم صدی بھر میں اپنے اخلاق کو جس نقطۂ کمال پر لے جاتی ہے، پیغمبر کی زندگی کا ایک لحہ اس معیار اخلاق کا نقطۂ آغاز ہوتا ہے۔

فلسفی جس گتھی کو اپنی حیات کے آخری لمحے تک نہیں سلجھا پاتے وہ نبی کے ایک اشارۂ ابرو سے سلجھ جاتی ہے۔

شاعر برسوں کی محنت وکاوش کے بعد یہ کہنے کے قابل ہوتے ہیں

غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے

جبکہ پیغمبر کا ہر لفظ ملکوتی لہجے کا امین ہوتا ہے، متکلم جس مضمون کو ہزار تکلف کے ساتھ سو رنگ میں باندھتے ہیں وہ رسول کا فطری آہنگ ہوتا ہے۔

ہر محقق کی حتمی اور آخری تحقیق میں بھی شک وشبہ شامل ہوتا ہے لیکن مبعوث برحق کا حرف اول بھی لوح محفوظ سے نازل ہوتا ہے۔

ہر دانشور کا خلاصہ فکر امکان و گمان ہوتا ہے جبکہ پیغمبر کا ہر فرمودہ عرفان وایقان ہوتا ہے، کسی نابغہ اور عبقری کے خیال میں وہ بالیدگی نہیں ہوتی جتنی فرستادۂ خدا کے احوال واعمال میں پاکیزگی ہوتی ہے۔

ارباب خبر کی کتاب زندگی کے کئی اوراق عمل کے اعتبار سے خالی نظر آئیں گے مگر حیات پیغمبر کا ہر لحہ پیغمبرانہ شان لئے ہوتا ہے۔

جب ہم اس تمہید کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ اور معمولات حسنہ کا جائزہ لیتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی کی کوئی خفی وجلی گوشہ ایسا نہیں جو تجلئ نبوت سے روشن نہ ہو، کیا مکی عہد اور کیا مدنی دور، دونوں میں ایک ہی شان نظر آئیگی، آپ کی سیرت مطہرہ کے ناپیدا کنار سمندر کی تہہ سے اچھلے ہوئے چند موتیوں کی آب وتاب ملاحظہ ہو۔

عزم واستقلال

یہ عہد نبوت کے ابتدائی مراحل کی بات ہے، آنحضرت ﷺ کی انقلابی تحریک ابھی چند قدم چلی تھی اور بے سروساماں تھی اس پر چہار طرفہ مخالفت مستزاد، مخالفین کی طرف سے تمسخر، استہزاء۔ افتراء، اور دشنام روزمرہ کا معمول تھا اس سے بھی ایک قدم آگے جسمانی اذیت اور رفقاء کے ساتھ متشددانہ بلکہ بہیمانہ سلوک جاری تھا اور ہر وہ ستم جو ایجاد ہو چکا تھا آپ پر توڑا جا رہا تھا ان جاں گسل اور حوصلہ شکن حالات میں کفار مکہ نے آپ کے مادی اعتبار سے واحد محافظ اور معاون جناب ابو طالب سے ملاقات کی اور اپنی تشویش کا اظہار کیا اور ساتھ ہی ایسے لہجے میں گفتگو کی کہ ابو طالب بھی سوچنے پر مجبور ہو گئے، آخر وہ کب تک شہر بھر کے دباؤ اور برادری کی ناراضگی کا مقابلہ کرتے، جناب ابو طالب بوجھل قدموں کے ساتھ چل کر حضور ﷺ کے پاس آئے اور اپنی مجبوری اور صنادید مکہ کی دھمکیوں کا سارا احوال سنایا اور دلگیر ہو کر کہا

’’بھتیجے! میرے ناتواں کندوں پر اتنا بوجھ ڈالو جتنا وہ سہار سکیں‘‘

اس نازک لمحے میں جہاں ایک تنکے کی مدد بھی پیغمبر ﷺ کے لئے کوہ گراں کے برابر تھی جناب ابو طالب کا یوں پسپائی اختیار کرنا آپ کے لئے زلزلے سے کم نہیں تھا، مگر آپ نے کمال توکل اور شان تیقن کے ساتھ فرمایا ’’میں آپ کے مخلصانہ تعاون اور بزرگانہ شفقت کا ہر طرح شکرگزار ہوں لیکن جہاں تک دباؤ اور دھمکیوں کے باعث کار نبوت سے دست برداری کا سوال ہے میں تمام تر جذبات سپاس وتشکر کے ساتھ آپ کا یہ مطالبہ نہیں مان سکتا، میرا معاملہ یہ ہے کہ

’’اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں پھر بھی میں اپنے کام سے باز نہیں آؤں گا یا تو اللہ تعالیٰ مجھے اس میں کامیابی سے نوازے گا یا میں اس راہ میں کام آجاؤں گا‘‘

چہرۂ نبوت:

یہودیوں کے بہت بڑے عالم عمرو بن حصین اپنے رہبان واحبار اور کتابوں کے انبار کے ساتھ حضور ﷺ سے بحث ومناظرہ کی غرض سے آپ کے پاس آیا، اور یہ سوچ کر آیا کہ ایک ’’امی‘‘ ایک ’عالم‘ کا کیا مقابلہ کرے گا؟

ملاقات میں رسمی باتوں کے ساتھ ابھی باقاعدہ بحث کا آغاز ہی ہوا کہ عمرو بن حصین کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں، انکے رفقاء کو ظاہر ہے سخت کوفت اور ندامت کا سامنا کرنا پڑا اور وہ اپنے ’’مناظر اعظم‘‘ پر برس پڑے ان کی گویا ناک کٹ گئی تھی، مگر عمرو بن حصین نے یہ کہہ کر حقیقت پر سے پردہ اٹھا دیا میں نے جب ایک بھرپور نگاہ محمد ﷺ کے چہرے پر ڈالی تو سچی بات ہے میرا دل گواہی دے اٹھا ’’یہ کسی جھوٹے کا چہرہ ہو ہی نہیں سکتا‘‘ اور میں بے اختیار مسلمان ہو گیا (یہی صاحب حضرت عبداللہ بن سلام کے نام سے مشہور ہوئے)

’’توکل علی اللہ‘‘

جس دور میں حضور اکرم ﷺ کو شہید کرنے کے منصوبے بن رہے تھے، اور کفار نے آپ کے سر کی قیمت لگا رکھی تھی، دعثور بن حارث انعام کے لالچ میں آپ کی جان اطہر کے در پے تھا، حضور ﷺ مکہ سے باہر کسی جگہ زمین پر محو استراحت تھے اور اپنی تلوار درخت سے لٹکا رکھی تھی ایسے میں

دشمن جان موقع پر پہنچ گیا اور اسے اس ناگہانی کامیابی پر بے حد خوشی ہوئی ،اس پر اسے اطمینان تو ہوا کہ کوئی محافظ بھی نہیں اور آپ گہری نیند میں ہیں اور وہ بآسانی اپنا کام کرسکتا ہے، مگر تھا وہ بہر حال عرب، سوتے میں شہید کرنا اس نے شیوہء مردانگی کے خلاف سمجھا، اس نے بڑی درشتی اور رعونت کے ساتھ آپ کو جگایا اور بڑے حقارت آمیز لہجے میں آپ سے پوچھا۔

''اب میری تلوار سے تمہیں کون بچا سکتا ہے''؟

اس ماحول میں کسی کے ہوش و ہواس کا خطا ہو جانا معمولی بات ہے مگر آپ نے بڑے تحمل اور اعتماد سے فرمایا ''میرا اللہ'' یہ جملہ کچھ ا یشان اور انداز سے ادا ہوا کہ دعثور پر لرزہ طاری ہو گیا اور تلوار کے دستے پر اس کی مٹھی کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی، اور کانپتے ہاتھوں سے تلوار زمین پر گر پڑی، آپ نے اس کی تلوار اپنے قبضے میں لے کر فرمایا

''تم بتاؤ میرے وار سے تمہیں کون بچائے گا''؟

جواب میں گھمبیر خاموشی اور آنکھوں میں التجا کے ڈورے تھے ،آپ نے کمال شفقت سے فرمایا ''جا میں نے تجھے اللہ کے لئے معاف کیا'' یہ فرمانا تھا کہ دعثور کے منہ سے بے اختیار کلمہ توحید نکلا اور دیکھتی آنکھوں، سنتے کانوں جان لینے کا ارادہ کر کے آنے والا اپنا دل و دماغ دے بیٹھا۔

عفوودرگذر:

سختی جو جبر واستبداد کی بنا پر ہو وہ مستحسن عمل نہیں اور نرمی جو کمزوری کی وجہ سے ہو وہ قابل فخر نہیں، عفو درگزر کا یہی مفہوم ہے کہ بدلہ اور انتقام کی پوری قدرت حاصل ہونے کے باوجود لوگوں سے حسن سلوک کا مظاہرہ ہو ،آپ کی پاکیزہ زندگی کا جائزہ لیتے وقت جابجا ہمیں ایسے واقعات نظر آتے ہیں کہ بارہا آپ نے اپنے جانی دشمنوں کو معاف کیا، پتھر مارنے والوں کو دعاؤں سے نوازا، بدخواہوں کو نیک تمناؤں کا پیغام بھیجا، درپے آزار لوگوں سے محبت کا اظہار فرمایا حتیٰ کہ وہ لوگ بھی آپ کے دامن کرم میں پناہ لینے کے قابل ہو گئے کہ جن کے جرائم بڑی اور کڑی سزا کے لائق تھے، فتح مکہ کے تاریخ ساز موقع پر آپ کا دریائے کرم پورے جوش پر تھا اور کناروں سے باہر نکل رہا تھا، اور یہی وہ دن تھا جب کفر اور کفار مکمل طور پر سرنگوں ہو چکے تھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے سربلندی اور سرفرازی کی معراج پر پہنچا دیا تھا، اس عالم میں وہ لوگ معافی پا گئے جن کی شقاوت قلبی کی یہ کیفیت تھی کہ اس کا عکس بھی زمین پر پڑھ جاتا تو زمین روئیدگی کا جوہر کھو بیٹھتی اور ان کے کردار کی سیاہی کا ایک چھینٹا چاند پر پڑھ جاتا تو چاند کی روشنی مدھم پڑھ جاتی، ایسے لوگوں میں ایک ہبار بن الاسود تھا جس نے عمر بھر آپ کو ایذا دی، اور ایک بار دوران سفر آپ کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر برچھی کا ایسا اوچھا وار کیا کہ آپ کا حمل ضائع ہو گیا بایں ہمہ فتح مکہ کے دن مجرموں کی قطار میں یہ بھی موجود تھا یہ خود تو کڑی سزا کا منتظر تھا، مگر اسے پروانہ معافی مل گیا۔

کعب بن زبیر، عرب کا مشہور شاعر اور نامور ادیب تھا، اس کے شاعری اور فصاحت و بلاغت کا غالب حصہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی ہجو اور قدح میں صرف ہوا، اس کا زور بیان ایک محاذ کی طرح حضور ﷺ کے خلاف کھلا رہا بھی فتح مکہ کے موقع پر گرفتار کر کے لایا گیا، بعض لوگوں کی تجویز تھی کہ اس کے سامنے والے دانت اکھڑوا دیئے جائیں تا کہ صاف لہجے میں بات کرنے کے قابل نہ رہے مگر آپ ﷺ نے فرمایا میرا خدا مجھے کسی انسان کا چہرہ بگاڑنے کی اجازت نہیں دیتا، آپ نے اسے بھی اپنے دامن کرم میں جگہ دی اور معاف کر دیا۔

آپ ﷺ کے عزیز ترین چچا اور ذاتی محافظ حضرت حمزہؓ کا قاتل وحشی بھی مجرموں کی صف میں کھڑا تھا آپ نے اس سے بھی کوئی تعرض نہیں فرمایا اور وہ بھی معافی پانے میں شامل ہو گیا، اسلام اور پیغمبر اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابوجہل کا بیٹا بھی اس موقع پر اپنی سزا کا منتظر تھا اور مکافات عمل کا گہرا سایہ اس کے چہرے پر چھایا ہوا تھا حضور ﷺ نے اسے بھی معاف فرما دیا۔

غرض اس موقع پر جہاں بڑے بڑے صابر اور حلیم الطبع اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتے، اور آتش انتقام بھڑک بھڑک اٹھتی ہے حضور ﷺ نے عفو و درگزر کا وہ مظاہرہ فرمایا کہ جس کی توقع کوئی دشمن تو کیا کوئی دوست بھی نہ کر رہا تھا۔

عالی ظرفی:

انسان بعض نہیں بلکہ بسا اوقات انتہائی عسرت اور عشرت کے دور میں اپنے حواس اور اعصاب پر قابو نہیں رکھ سکتا عسرت میں مایوسی اور عشرت میں غفلت یہ عام لوگوں کا شعار ہے، لیکن عالی ظرف وہ ہوتا ہے جو شکستہ سامانی اور شادمانی دونوں مرحلوں میں اپنے آپ میں رہے، دکھ سکھ زندگی کا لازمہ ہے، اور ان کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے، ایک متوازن شخصیت ہر دو مواقع پر تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کرتی ہے۔

حضور ﷺ کی مشنری زندگی میں جو انتہائی دردانگیز، تکلیف دہ اور کٹھن مراحل آئے ان میں ایک سفر طائف کا مرحلہ ہے، آپ نے مکہ سے طائف کا سفر بڑی خوش کن توقعات سے شروع کیا جونہی آپ نے طائف میں قدم رکھا تو کاٹ کھانے والی تنہائی نے آپ کو گھیر لیا، بھری بستی میں اس طرح کی اجنبیت اور تنہائی انسان کو عجیب دل شکستگی سے دوچار کر دیتی ہے، حضور ﷺ نے جونہی لوگوں کو خدائے واحد کی بندگی کی دعوت دی تو اہل طائف نے اپنے مہمان کی تواضع ہلڑ بازی، آوازے کسنے اور پتھروں کی بارش سے کی، لہولہان پنڈلیوں سے خون نچڑ نچڑ کر جوتیوں میں جمع ہو جاتا ہے، زخموں کے باعث قدم اٹھانا دشوار ہو رہا ہے، بیٹھنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر لفنگے اور چھوکرے پتھر مار مار کر اٹھنے پر مجبور کر دیتے ہیں، کسی شریف آدمی نے پانی کا پیالہ پیش کیا تو وہ بھی کسی طرف سے پتھر لگنے کے باعث گر کر ٹوٹ جاتا ہے، جب ستم حد سے بڑھ گیا تو پہاڑ کا فرشتہ حاضر ہو کر کہتا ہے، اہل طائف کا یہ ظریفانہ اور سنگدلانہ سلوک اللہ کو سخت ناپسند ہے، آپ اجازت دیں تو جبل طائف اور جبل بوقبیس کو آپس میں اس طرح ملا دوں کہ پوری بستی پس کر سرمہ بن جائے، یا ان کے بارے میں کوئی بددعا کیجئے کہ لمحہ قبولیت ہے، اس عالم میں کائنات کے سب سے بڑے عالی ظرف انسان نے فرمایا۔

"میں بددعا کرنے والا نہیں میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں، خدایا اس قوم کے شعور کی آنکھیں کھول دے یہ نادان میری بات سمجھتے نہیں ہیں"

اللہ اکبر! غم واندوہ اور اذیت وتکلیف کے اس مرحلے میں اس طرح کی عالی ظرفی کا شائد کسی نے نظارہ کیا ہو۔

تواضع وانکساری:

شیخ سعدی نے کس سادگی مگر زبردست بلاغت کے ساتھ تواضع کا مفہوم بیان کیا ہے۔

تواضع زگردن فرازاں نکوست
گداگر تواضع کند خوئے اوست

تواضع کا اظہار ہمیشہ عالی جاہ اور ذی منصب لوگوں سے اچھا لگتا ہے، کوئی بھکاری انکسار کا مظاہرہ کرے بھی تو کیا؟ یہ تو اس کی عادت ہوتی ہے حضور ﷺ کے مقام ومنصب کا یہ عالم ہے کہ آپ کی بارگاہ قدس میں جنید وبایزید کو اونچی سانس لینے کی اجازت اور جرات نہیں، ان کی اطاعت غیر مشروط اور اتباع واجب ہے، سید الانبیاء، حامل لواء الحمد، شافع محشر، صاحب قاب قوسین، تاجدار ختم نبوت، ایسے القابات آپ کی ذات اقدس کے لئے مختص ہیں۔

انہیں کوئی نگاہ عشق ومستی سے دیکھے تو وہی اول وآخر دکھائی دیتے ہیں، جن کے قدموں نے غبار راہ کو فروغ وادی سینا عطا کر دیا، جن کی نسبت نے گدائے راہ کو شکوہ قیصری بخشا، جن کے دم سے گلزار ہستی میں آج تک رونق ہے، جن کا نام عظمت نوع بشر کی ضمانت ہے۔

اس سب کے باوجود تواضع آپ کی طبیعت ثانیہ تھی، جس وقت آپ کی حکومت شمال میں اردن، جنوب میں یمن، مشرق میں خلیج فارس اور مغرب میں بحیرہ احمر تک پھیل چکی تھی اس وقت بھی تواضع اور انکسار آپ کی شخصیت کا خاصہ رہا۔

ایک بدو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ عرض کرنے لگا، مجلس کی ہیبت اور جلال نبوت کی تاب نہ لاتے ہوئے بدو کے ہونٹ لرزنے لگے، زبان لڑکھڑانے لگی، اور الفاظ ٹوٹ کر منہ سے نکلنے لگے تو آپ نے دلاویز مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا

"تم کھل کر بات کرو میں اس ماں کا بیٹا ہوں جو کئی دن سوکھی کھجور کھا کر اور پانی

پی کر گزارا کرتی تھی"

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نابینا والد ابو قحافہ کو آپ کی خدمت میں لائے تو آپ نے فرمایا "انہیں کیوں زحمت دی، مجھے کہا ہوتا میں خود ان کے پاس حاضر ہو جاتا"

ایک نیم پاگل عورت آپ کا ہاتھ پکڑ کر گلی کی نکر پر لے جاتی ہے اور دھوپ میں کھڑا کر کے بے مقصد باتیں شروع کر دیتی ہے، صحابہ کو یہ منظر بہت ناگوار گزرا، کافی دیر بعد جب حضور ﷺ واپس تشریف لائے تو رفقاء نے اپنی تشویش سے آگاہ کیا اور عرض کیا حضور ﷺ وہ تو ایک پاگل عورت ہے آپ کا اس قدر التفات چہ معنی؟ آپ نے فرمایا "اس عورت کی بات کوئی بھی نہیں سنتا، اگر میں بھی اس کی بات نہ سنوں تو اس کی آس ٹوٹ جاتی"

ایک مرتبہ ایک شخص نے ازراہ عقیدت آپ کو "اے ہمارے آقا" "اے ہمارے آقا کے فرزند"، "اے ہم میں سب سے بہتر" کے محترم و مکرم القابات سے مخاطب کیا، تو آپ اس طرز تخاطب پر چونکے اور فرمایا "اے لوگو! پرہیز گاری اختیار کرو، شیطان تمہیں گرا نہ دے، میں عبد اللہ کا بیٹا محمد (ﷺ) ہوں خدا کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں، مجھ کو خدا نے جو مرتبہ بخشا، مجھے یہ بات پسند نہیں کہ تم مجھے اس سے بڑھاؤ"

جذبات عقیدت کے استحصال سے گریز

دنیا میں بڑے لیڈر گزرے ہیں اور بلا استثناء ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے ارد گرد کارناموں، کمالات، کرشموں اور حیرت انگیز واقعات کا ہالہ قائم ہو، وہ خوبیاں جو اس میں ہیں اور وہ جو نہیں، سب اس کی طرف منسوب ہوں تاکہ لوگوں کو اس کی شخصیت کا طلسم ہوشربا معلوم ہو، مگر لوگ فی الواقع جو صاحب کمال ہوتے ہیں وہ اس طرح کی مصنوعی اور افسانوی شخصیت گری کو کوئی وقعت نہیں دیتے وہ اپنا قد ایڑیاں اونچی اٹھا کر بڑا نہیں بناتے اور قامت کو کمخوابی خلعت پہنا کر زیبا نہیں کرتے، بلکہ وہ جائز تعریف و تحسین کو بھی مبالغہ سمجھتے ہیں۔

ایسی کوئی بات آپ سے منسوب کی تو آپ نے ٹوک دیا، اگر کوئی امر واقعہ بیان کیا تو آپ نے حکیمانہ انداز میں روک دیا، جس روز آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو اتفاق سے اس دن سورج گرہن تھا بعض اصحاب نے آپس میں چہ مگوئیاں کیں کہ دیکھو پیغمبر کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ آپ کے صاحبزادے کے انتقال پر سورج بھی شریک غم ہو گیا ہے اور وہ سوگ منا رہا ہے۔ آپ تک جب یہ تبصرے پہنچے تو آپ نے مسجد میں لوگوں کو جمع فرمایا اور اپنے خطاب میں گردش لیل ونہار اور سورج اور چاند کے طلوع اور غروب میں قدرت کی کارفرمائیوں کا ذکر فرمایا اور ارشاد ہوا کہ "سورج کا چمکنا اور اس کا گرہن ہونا یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے۔ کسی کے پیدا ہونے اور مرنے سے اس کا کوئی تعلق نہیں خواہ وہ نبی کا بیٹا اور عزیز کیوں نہ ہو"

حالانکہ یہی وہ موقع ہوتا ہے جب لوگوں کی ارادت اور عقیدت کا لیڈر بآسانی لوگوں کی عقیدت کا استحصال کرتا ہے، کیونکہ لوہا از خود گرم ہوتا ہے بس چوٹ لگانی پڑتی ہے، مگر صاحب خلق عظیم ان باتوں سے ہمیشہ بلند اور گریزاں رہے۔

ایثار: اپنے جائز حق کا مطالبہ اور تحفظ انصاف ہے اور اپنے حق پر دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دینا ایثار ہے، آج کے دور میں انصاف اور ایثار تو کجا استحصال کو فیشن کا درجہ حاصل ہے۔ بہت اچھا ہے وہ انسان جو ہر معاملہ میں ہوس کی بجائے انصاف کا خواہاں ہو، مگر یہ حوصلہ بہت کم لوگوں میں ہوتا ہے کہ وہ انصاف سے بھی آگے ایثار کا معاملہ کرے، یعنی اپنے حق سے دستبردار ہو کر دوسرے کو رعائت اور سہولت دینے پر آمادہ و تیار ہو یہ وصف کسی تکلف اور تصنع کی بنیاد پر آدمی میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ سچے جذبے کی تحریک پر پیدا ہوتا ہے، یہاں بھی ہمیں نبی اکرم ﷺ کی حیات قدسیہ کا ایک ایک لمحہ ایثار پر شاہد عادل نظر آتا ہے۔

آپ ایک جنگ سے فتح یاب ہو کر لوٹے، اموال وغنائم کا ڈھیر آپ کے سامنے پڑا ہے، مال غنیمت میں سے ضرورت مندوں کو حسب ضرورت دیا جا رہا ہے، کچھ لونڈیاں بھی اس جنگ میں ہاتھ آئیں، آپ کی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسی ذریعے سے آپ تک یہ

درخواست پہنچاتی ہیں کہ کام کاج کے باعث ہاتھوں میں چھالے پڑھ گئے ہیں، کرم ہو گا اگر ایک لونڈی مجھے بھی عطا کر دی جائے تا کہ کام کا بوجھ ہلکا ہو جائے، آپ کو سیدہ کی نازک طبعی کا پورا اندازہ تھا اور محنت مشقت کا بھی بھرپور احساس، برتن مانجھنا، کپڑے دھونا، چکی پیسنا، بچوں کی تربیت، خاوند کی خدمت، آٹا گوندھنا، جھاڑو پھیرنا اور پھر رات کا ایک حصہ عبادت الٰہی میں بسر کرنا، یہ سب حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہ، کے معمولات تھے۔ مگر آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

''جان پدر! بدر کے یتیم تم سے پہلے درخواست کر چکے ہیں اور وہ واقعی ضرورت مند ہیں''

سیدہ بھی چونکہ آغوش نبوت کی پروردہ تھیں، اس فیصلے کو خوشدلی سے سنا اور خاموشی سے اس کی تعمیل کی اور یتیموں کی ضرورت کے احساس نے اپنے احساس مشقت کو مٹا ڈالا۔

خوئے دلنوازی:

بڑا بننے کے لئے آج کل ضروری ہے کہ دوسروں کو چھوٹا سمجھا اور باور کرایا جائے اور انہیں مسلسل اور مستقل احساس کمتری کا مریض بنایا جائے، ان میں کوئی خوبی ہو تو ظاہر نہ کی جائے۔ وہ شفقت کے دو بول سننے کے محتاج اور مستحق بھی ہوں تو جھڑکیوں سے کام لیا جائے، تا کہ دبدبہ قائم اور پندار برتری برقرار رہے۔

حضور ﷺ کا معمول اس میدان میں بھی ''لیڈرانہ'' نہیں بلکہ پیغمبرانہ رہا، آپ سفر معراج سے واپس آئے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملنے حاضر ہوئے، آپ انہیں دیکھ کر مسکرا دیئے۔ حضرت بلال کو شک گزرا کہ کہیں میرا حلیہ یا کپڑے دیکھ کر تو حضور ﷺ نہیں مسکرا دیئے، انہوں نے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا ''بلال تم وہ کون سا اچھا عمل کرتے ہو کہ جب میں رات جنت میں داخل ہو رہا تھا تو ڈیوڑھی میں تمہارے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی''

کیا خیال ہے اس محبت آفریں جملے نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دور غلامی کی ساری کوفت اور کلفت دور نہیں کر دی ہوگی؟ اور ان کا دماغ عرش پر نہیں پہنچ گیا ہوگا۔

ایک بار حضور ﷺ نے اپنے غلام زادے اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی گود میں بٹھا رکھا تھا اور ساتھ ہی آپ کے نواسے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، آپ دونوں کا منہ چومتے اور فرماتے ''یا اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرے تو اس سے بھی محبت فرما'' ایک مرتبہ وفور محبت میں آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا ''اسامہ میری بیٹی ہوتا تو میں اپنے ہاتھوں سے اسے کنگن پہناتا''

کئی دفعہ حضور ﷺ نے اپنی آستین سے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہتی ناک صاف فرمائی یہ اور اس طرح کی بے شمار مثالیں تاریخ اور سیرت کے اوراق میں محفوظ ہیں جو ایک ریکارڈ ہے۔ نبوت کے اعلان سے پہلے ''الصادق'' اور ''الامین'' جیسے باوقار لقب سے یاد کیا جانا اور ہر قبائلی جھگڑے میں ثالث بنایا جانا یہ آپ کے پیغمبرانہ کردار کا اعتراف ہے۔

یہ اور دوسرے بے شمار واقعات مثلاً عین میدان جنگ میں انسانی حقوق اور حرمتوں کا تحفظ، حسن معاملہ، فتح مکہ کے موقع پر شاہانہ ورود کی بجائے درویشانہ انداز، اصحاب واحباب کے بالکل نجی اور معمولی معاملات میں برادرانہ دلچسپی، سربراہ مملکت ہونے کے باوجود رہن سہن کا غریبانہ معیار، قیامت تک کے لئے اپنی اولاد پر زکوٰۃ اور صدقات واجبہ لینے کی پابندی وغیرہ ایسی دلیلیں ہیں جنہیں کوئی بھی مورخ بادشاہوں، فرمارواؤں، کجکلاہوں، سریرآراؤں، اورنگ نشینوں، تاج پوشوں، اور منصبداروں کی تاریخ میں نہیں ڈھونڈ سکے گا۔

یہ جواہر پارے صرف اس کتاب میں ملیں گے جس کا سرنامہ پیغمبر اعظم ﷺ کا نام نامی اسم گرامی ہے، جن کے طرز عمل کو اللہ تعالیٰ نے ''اسوۂ حسنہ'' کا درجہ عطا کیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سب سے اولیٰ واعلیٰ ہمارا نبی
دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی

حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دینی اہمیت

(علامہ محمود احمد رضوی)

یہ حقیقت کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے کہ دنیا کے دیگر مذاہب میں وہ کاملیت، ابدیت اور جامعیت نہیں ہے جو دین اسلام میں ہے۔ دنیا کے مذاہب کسی ایک شعبہ حیات پر زور دیتے ہیں اور دوسرے شعبوں کو تشنۂ تکمیل چھوڑ دیتے ہیں۔ مگر اسلام ایک کامل و مکمل اور جامع ضابطہ حیات ہے اور اس کی ہمہ گیری کا یہ عالم ہے کہ یہ حیات انسانی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے اور زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کرتا ہے۔ یہ بھی امر واقعہ ہے کہ آج دنیا میں جس قدر نظام رائج ہیں لوگ ان سے مطمئن نہیں ہیں۔ اطمینان قلب کے فقدان نے ہر جگہ فتنہ و فساد اور ظلم و عدوان کا محشر بپا کر رکھا ہے، ہر آنکھ غمناک ہے اور ہر قلب بے چین ہے، بلاشبہ نظام مصطفیٰ کا قیام ہی معاشرہ میں اعتدال و توازن کا ضامن ہو سکتا ہے۔ یہی وہ نظام ہے جو دکھی انسانیت کو سکون و اطمینان کی دولت سے مالا مال کر سکتا ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کا دینی و ملی فریضہ ہے کہ وہ اقامت دین کے لئے ہر ممکن سعی کرے۔ لیکن اس سلسلہ میں قوم مسلم کے لئے اس حقیقت کو صمیم قلب کے ساتھ تسلیم کرنا بھی ضروری ہے کہ نظام مصطفےٰ کی روح اور ایمان و ایقان کی جان حضور سید المرسلین ﷺ کی ذات گرامی سے محبت و عقیدت اور آپ کا احترام و اکرام ہے۔

سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اگر تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کا مال اور تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ مکان۔

احب الیکم من اللہ و رسولہ و جھاد فی سبیلہ فتر بصواحتی یا تی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفٰسقین۔

ترجمہ: یہ سب چیزیں تمہیں اللہ ورسول اور اسکی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں۔ تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم یعنی عذاب لائے اور اللہ نافرمانوں کو راہ نہیں دکھاتا۔

"احب الیکم من اللہ و رسولہ" کے الفاظ، محبت و عقیدت رسول کو عذاب الٰہی سے محفوظ رہنے کا ضامن اور ایمان کی روح قرار دے رہے ہیں۔ عبادت الٰہی کی اہمیت محتاج بیان نہیں ہے۔ جن و انسان کی پیدائش کا مقصد ہی عبادت کو قرار دیا گیا ہے لیکن قرآن نے یہ تصریح کی ہے کہ تعظیم و توقیر رسول کا درجہ عبادت سے پہلے ہے۔ سورہ فتح میں فرمایا۔

و تعزروہ و توقروہ و تسبحوہ بکرۃ و اصیلا

ترجمہ:۔ اے مسلمانوں تم اللہ کے رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور اللہ کی پاکی بیان کرو صبح و شام۔

اس آیت میں سب سے پہلے اللہ اور رسول پر ایمان لانے کا حکم ہے اس کے بعد حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر کا حکم ہے اس کے بعد تیسرے درجہ پر عبادت خداوندی کا ذکر ہے۔ ایمان و عبادت کے درمیان رسول کریم علیہ السلام کی تعظیم کا ذکر کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ ایمان کے بغیر تعظیم رسول کی کوئی حیثیت نہیں اور تعظیم رسول کے بغیر عبادت کارآمد نہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ سے محبت و عقیدت آپ کا احترام و اکرام مدار ایمان، مدار نجات اور مدار قبولیت اعمال خیر ہے۔ تعظیم رسول کے بغیر نہ عبادت مقبول ہے اور نہ نیک عمل باعث اجر و ثواب ہے اسی آیۂ مبارکہ کی تشریح و توضیح میں خود حضور سرور

کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لا یومن احد کم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین (بخاری ومسلم)

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کی نظر میں اس کے باپ اولاد اور سب آدمیوں سے پیارا نہ ہو جاؤں۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں "من نفسہ" کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ مومن وہی ہے جو اپنی جان سے بھی زیادہ حضور ﷺ کو محبوب رکھے۔ امیر المومنین فاروق اعظمؓ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔ حضور! آپ ﷺ مجھے ہر چیز سے بھی زیادہ پیارے ہیں، سوائے میری جان کے۔ حضور ﷺ نے جواب دیا جب تک میں کسی کی جان سے بھی زیادہ اس کا محبوب نہ ہو جاؤں وہ ہرگز مومن کامل نہیں ہو سکتا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے عرض کیا۔

مجھے اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ ﷺ پر قرآن کریم نازل فرمایا آپ ﷺ میری جان سے بھی زیادہ مجھے محبوب ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا عمر اب تمہارہ ایمان کامل ہوا۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے عرض کی۔

یارسول اللہ!

ترجمہ: میں نے قیامت کیلئے نہ تو کوئی زیادہ نمازیں پڑھی ہیں اور نہ ہی صدقہ وخیرات زیادہ کیا ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تو قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت رکھتا ہے۔

حضور سید عالم ﷺ سے محبت کا معیار حضور ﷺ کی اتباع اور آپ ﷺ کی پیروی ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا: اے رسول ان سے کہہ دیجئے۔

قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله۔

ترجمہ: اگر اللہ کو مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ محبت رسول کی شرط اتباع واطاعت ہے۔ جو گروہ سنت رسول کا متبع ہوگا وہی صحیح معنوں میں اللہ کا محبوب ہے۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ صرف شریعت کی پابندی اور مطلقاً حضور ﷺ کا اتباع معیار محبت ہے کہ اس میں کوئی قید اور بھی ہے۔ اگر مطلقاً اتباع رسول ﷺ کو معیار قرار دیا جائے تو پھر وہ منافق بھی جو حضور ﷺ کا بظاہر اتباع کرتے تھے۔ اللہ کے محبوب قرار پائیں گے کیونکہ قرآن سے حقیقت واضح ہے کہ منافق بھی کلمہ پڑھتے تھے، نمازیں ادا کرتے تھے، زکوۃ دیتے تھے اور جہاد کرتے تھے حتیٰ کہ بخاری کی حدیث میں یہاں تک تصریح ہے کہ آخر زمانہ میں ایک گمراہ و بے دین قوم پیدا ہوگی، وہ قرآن پڑھے گی مگر قرآن پڑھے گی اور قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا سچے اور مخلص مسلمان ان کی نمازوں کے مقابلہ میں اپنی نمازوں کو حقیر جانیں گے۔ تو اگر محض شریعت کی پابندی کو معیار حب خدا اور رسول مانا جائے تو منافقین باوجود بے دین ہونے کے اللہ کے محبوب قرار پائیں گے اور یہ ظاہر ہے کہ منافق ہرگز اللہ کا محبوب نہیں ہو سکتا۔

اس اشکال کی توضیح یہ ہے کہ بے شک اللہ کا محبوب بننے کیلئے اتباع واطاعت رسول ہی معیار ہے مگر صرف ظاہری طور پر اطاعت واتباع اس کے لئے کافی نہیں ہے۔ وہ اتباع واطاعت جو متبوع ومطلع کی عظمت و محبت سے خالی ہو وہ اتباع نہیں صرف نقالی ہے۔ منافقین کی یہی کیفیت تھی۔ وہ بظاہر حضور کا اتباع کرتے تھے۔ مگر ان کے دل عظمت ومحبت رسول سے خالی تھے۔ اس لئے وہ لاکھ اطاعت واتباع کریں اللہ کے محبوب نہیں ہو سکتے اور "فاتبعونی" میں جو اتباع مطلوب ہے اسکی کیفیت یہ ہے کہ حضور ﷺ کی عظمت اور آپ کی محبت کے نشے میں مخمور وسرشار ہو کر آپ کا اتباع کیا جائے اور تقاضائے محبت وعقیدت آپ کی اطاعت کی جائے اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو اپنایا جائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عشق اور محبت رسول اور تعظیم وتوقیر رسول کریم ﷺ کی اطاعت ہی اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کا معیار ہے اور ایمان ونفاق کے درمیان حد فاصل بھی حضور سرور کائنات ﷺ کی تعظیم وتوقیر ہے۔ اسی حقیقت کو قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے۔

فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لا

یجدوافی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ (سورۃ الانساء ۶۵)

ترجمہ:۔اے رسول محترم تمہارے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام معاملات میں تمہارا حکم نہ مانیں پھر جو کچھ آپ فیصلہ کردیں اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے مان لیں۔

سورۃ الاحزاب میں ارشاد ہوتا ہے کہ

ترجمہ:۔کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کردیں تو پھر ان کو اپنے معاملہ میں خود کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار باقی رہے۔

الغرض مومن کامل ہونے اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے اور اسلامی نظام کی برکات وحسنات سے مستفید ہونے کی بنیادی شرط حضور ﷺ سے محبت وعقیدت اور آپ کی محبت میں سرشار ومخمور ہوکر آپکی اطاعت واتباع ہے۔

یہ اصولی بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ حضور ﷺ کی حیثیت صرف ایک قاصد کی ہرگز نہیں ہے۔ نبی اور غیر نبی میں وحی کے امر فارق ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ نبی القاء ربانی سے متصف ہونے کے علاوہ بقیہ تمام اوصاف وکمالات میں عام انسانوں کی طرح ہوتا ہے بلکہ وحی کے امر فارق ہونے کا مطلب ومفہوم یہ ہے کہ رسول اخلاقی، روحانی، دماغی، قلبی علمی عملی اور حیثیت سے عام انسانوں سے بہت بلند اور ممتاز ہوتا ہے اور اس کا قول وعمل اور سیرت وکردار دین اور شریعت قرار پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کیلئے قرآن نازل فرمایا جو دستور اسلامی کا مرکز ہے اور اصول وکلیات کی کتاب ہے جزئیات کی تفصیل اس میں بہت کم ہے۔ مگر نزول قرآن سے پہلے حضور سرور کائنات ﷺ کو مبعوث فرمایا اور حضور ہی کا سینہ اقدس قرآن کا مخزن بنا اور حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات کو قرآن کے معلم، شارع اور مفسر کے منصب پر فائز فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

و انزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم۔

ترجمہ:۔ہم نے یہ ذکر قرآن آپ پر نازل کیا تاکہ آپ خود کھول کر بیان کر دیں اس کو جو ان کی طرف نازل ہوا ہے۔

اس لئے قرآن کی تشریح وتفسیر وہی معتبر اور منشا ربانی کے مطابق ہے جو حضور ﷺ نے اپنے قول وعمل سے فرمائی اور یہ اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے نطق کو اپنی وحی قرار دیا ہے۔

ماینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحی النجم ما ضل صاحبکم وما غوی۔

ترجمہ:۔یہ رسول کوئی بات اپنی خواہش نفس سے نہیں کہتے مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔ تمہارے صاحب بہکے نہ بے راہ چلے۔

اس آیت میں صاحب سے حضور ﷺ کی ذات مراد ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ آپ ہمیشہ حق وہدایت کے اعلیٰ مقام پر رہے۔ صراط مستقیم سے کبھی انحراف نہ کیا آپ کے دامن عصمت پر کبھی اور کسی حال میں بھی کسی امر مکروہ کی گرد نہ آئی۔ ہمیشہ حق فرمایا اور حق پر ہی رہے۔ اسلئے آپ کا بہکنا اور بے راہ چلنا ممکن ہی نہیں۔

اسی لئے سورۃ الاحزاب میں فرمایا۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ۔

ترجمہ:۔تمہارے لئے اللہ کے نبی کی سیرت بہترین لائحہ عمل ہے۔

حضور ﷺ کا منصب صرف قرآن ہی نہیں بلکہ تعلیم قرآن اور تعلیم حکمت بھی ہے اور اپنے فیض سے لوگوں کو پاک وصاف اور مصفانہ بنایا ہے۔ سورۃ الجمعہ میں حضور ﷺ کے اسی خاص منصب کا ذکر یوں فرمایا گیا ہے کہ یہ وہ ہستی مقدس ہیں۔

یتلوا علیھم ایتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتب و الحکمۃ۔

ترجمہ:۔جو ان کو آیات الٰہی سناتے ہیں اور انکا تزکیہ کرتے ہیں اور انکو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے وجود اقدس کے فیض واثر سے ناقصوں کو کامل اور گنہگاروں کو نیک صالح، اندھوں کو بینا اور تاریک دلوں کو نور ایمان سے روشن ومنور فرمایا اور جب آپ ﷺ نے اپنی حیات کا زمانہ ختم کیا تو کم از کم ایک لاکھ انسان آپکی تعلیم وتربیت سے عملاً بہرہ مند ہو چکے تھے

اور وہ عرب جو اخلاق کے نہایت پست ترین نقطہ پر تھے۔ تیس سال کے بعد وہ اخلاق کے اوج کمال پر پہنچ گئے حضور ﷺ نے اپنے قول وفعل سے دین کے تمام گوشوں کی تکمیل فرمادی اور یہ اس لئے بھی کہ تمام انبیا کرام میں خاتم نبوت، آخری رسول، آخری نبی ہونے کا منصب صرف آپ کو ہی حاصل ہے۔ اگر دینی اخلاقی اور دینوی ضرورتوں کا کوئی گوشہ آپ ﷺ کے فیض سے محروم رہ کر تکمیل کا محتاج رہ جاتا تو پھر آپ ﷺ کے بعد کسی آنے والے ہادی کی ضرورت باقی رہ جاتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات اقدس پر اپنی تمام نعمتوں کو پورا کردیا۔

سورہ مائدہ میں فرمایا۔

اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتي و رضيت لكم الاسلام دينا۔

ترجمہ:۔ آج کے دن ہم نے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

اب نہ کسی اور دین کی ضرورت ہے نہ شریعت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ مجھے اس ہستی مقدس کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی دنیا میں ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کو کوئی چارہ نہ ہوتا۔

حضور ﷺ کا آخری نبی ہونا قطعی اجماعی مسئلہ ہے۔ پہلے انبیا کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ آدم ونوح آئے، داؤد وسلمان کی آمد ہوئی، موسیٰ وعیسیٰ کی جلوہ گری ہوئی، ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آتا رہا، مگر چونکہ یہ سب کے سب عبوری دور سے تعلق رکھتے تھے، آخری نبی کی ضرورت باقی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا۔ قرآن نے اعلان کیا۔

ولكن رسول الله و خاتم النبين۔

ترجمہ:۔ محمد ﷺ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے خاتم ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

ماہ ربیع الاول آیا سب کو عید مبارک

عید میلاد النبی ﷺ

آشوب تیرگی کا تسلط جہاں رہا
صد شکر، واں پہ نور خدا مہربان ہوا
باغ حیات، گلشن نا آفریدہ تھا
آمد سے ان کی ہر گل تر مسکرا اٹھا
میلاد پاک ان کا نہ کیونکر منائیں ہم
مداح بھی ہے جن کا تو ممدوح بھی خدا
کھلتا ہے مارمیت کے اسلوب خاص سے
محبوب خدا سے خدائے جہاں کا معاملہ
منزل ملی مسافر شب ہائے تار کو
یعنی جمال صبح ازل کا نزول تھا
آیا کوئی بنام، خداوند ذوالجلال
رسم و رواج دہر کی زنجیر توڑتا
زندانِ حرص و آواز محبوس تھی حیات
آقا حضورؐ آئے تو اس کو کیا رہا
یلغار معصیت کی کڑی دھوپ کی جو تھی
روز اس کا ابر رحمت سرکار ﷺ سے تھما
دوری کی شاخ پر بھی اخوت کے پھول ہیں
ان کے طفیل اجنبی بھی آشنا لگا
خوں کے سمندروں میں جو اترے ہوئے تھے لوگ
سرکار کے طفیل ہوئے مہر آشنا
مظلوم سر اٹھا کے چلا آپ کے طفیل
عفریت ظلم و جور تھا، سرنگوں ہوا
کالے ورق دلوں کے جو تھے، صاف ہو گئے
اور ان پہ حسن خلق مجسم رقم ہوا
دم بھر میں ظلمتیں سبھی کافور ہو گئیں
فاران کے افق سے جو سورج نکل پڑا
میلاد پاک سرور کون ومکاں سے
شیرازۂ حیات مجلد کیا گیا
ہر زشت، خوب ہوگیا رحمت سے آپ کی
القصہ زندگی کا ہر عنواں بدل گیا
دنیا سے کفر و شرک کی سب کلفتیں مٹیں
محمود جب ورودِ رسول ﷺ خدا ہوا

— راجہ رشید محمود۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت

حضرت علامہ محمد شفیع اوکاڑوی

ایمان کا دارومدار حضور ﷺ کی محبت پر ہے اور محبت کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ محب اپنے محبوب کا کثرت سے ذکر کرتا ہے چنانچہ حضور ﷺ فرماتے ہیں

''مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ'' کہ جس کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے وہ اسی کا ذکر اکثر کرتا ہے۔(زرقانی علی المواہب......)

پس جس کو حضور ﷺ سے جتنی زیادہ محبت ہوگی وہ اتنا ہی کثرت سے آپ کا ذکر کرے گا۔ معلوم ہوا آپ کا کثرت سے ذکر کرنا تقاضائے محبت و ایمان ہے۔

علامہ محاسبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''محبوں کی علامت یہ ہے کہ وہ محبوب کا ذکر کثرت سے دائمی طور پر اس طرح کرتے ہیں کہ نہ تو کبھی ذکر سے جدا ہوتے ہیں اور نہ کبھی چھوڑتے اور نہ کبھی کوتاہی کرتے ہیں اور حکماء کا اس پر اجماع ہے کہ محب محبوب کا ذکر کثرت سے کرتا ہے اور محبوب کا ذکر محبوں کے دلوں پر ایسا غالب ہوتا ہے کہ نہ تو وہ اس کا بدل چاہتے ہیں اور نہ ہی اس سے پھرنا۔ اور اگر ان کے محبوب کا ذکر ان سے جدا ہو جائے تو ان کی زندگی تباہ ہو جائے اور وہ کسی چیز میں لذت وحلاوت نہیں پاتے جو ذکر محبوب میں پاتے ہیں۔'' (زرقانی علی المواہب....................)

حضور ﷺ کی محبت کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے ذکر شریف کے وقت آپ کی تعظیم کی جائے اور خصوصاً آپ کے نام مبارک سنتے کے وقت خشوع وخضوع اور عاجزی وانکساری کا اظہار کیا جائے۔(زرقانی علی المواہب-----)

امام قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں ''اور آپ ﷺ کی محبت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی زیارت اقدس کا بہت زیادہ شوق ہو کیونکہ ہر محب اپنے محبوب کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔'' (زرقانی علی المواہب--)

''اور آپ ﷺ کی محبت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کا محب آپ کے ذکر شریف سے روحانی لذت وسرور پائے اور آپ کے نام مبارک کے سننے کے وقت خوش ہو۔'' (زرقانی علی المواہب-----)

اب ان لوگوں کی حالت کا اندازہ کیجئے جو آپ کے ذکر پاک، فضائل و کمالات، صورت وسیرت کے بیان سے مسرور وشاداں نہیں، بلکہ دل تنگ ہوتے ہیں، کیا انکا آپ کے ذکر پاک سے دل تنگ ہونا ایمان ومحبت سے محروم ہونے کی کھلی دلیل نہیں

آپ کا ذکر، ذکرِ خدا ہے:

حدیثِ قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''میں نے ایمان کا مکمل ہونا اس بات پر موقوف کر دیا ہے (اے محبوب) میرے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہو اور میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر ٹھہرا دیا، پس جس نے تمہارا ذکر کیا، اس نے میرا ذکر کیا۔''

(شفا شریف۔ ص ۱۲ ج ۱)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''میرے پاس جبریل آئے اور کہا بے شک آپکا رب فرماتا ہے کہ (اے حبیب) تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہارا ذکر کیسا بلند کیا ہے۔ میں نے کہا اللہ خوب جانتا

ہے۔فرمایا کہ جب میرا ذکر ہوگا تو میرے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہوگا۔"
(زرقانی علی المواہب۔درمنثور ص۳۶۴ ج ۶)

چنانچہ قرآن پاک میں اللہ جل شانہٗ کے ذکر کے ساتھ ذکر رسول ﷺ کے طریے دیکھیے۔

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (فتح ۹) اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (حجرات_۱۵) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (نور_۶۲) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (نور_۶۲)

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (انفال _ ۲۰) اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (مائدہ-۹۲) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (نساء-۱۳) وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (توبہ-۷۱) وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (حجرات-۱٤) اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ (انفال-۲٤) وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (نساء-۱٤) اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (احزاب-۵۷) بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (توبہ-۱) وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (توبہ-۳) مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ (توبہ-۱۲) اِنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (توبہ-۲۳) اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (مجادلہ-۵) اَلَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (مائدہ-۳۳) وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (توبہ-۲۹) قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (انفال-۱) فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (النساء) وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (انفال-۱۳) ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (حشر-٤) مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (توبہ-۵۹) سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ (توبہ-۵۹) اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (توبہ-۵٤)

اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (توبہ-۷٤) فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ (انفال-٤۱) اَلَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (توبہ-۹۰) وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ (توبہ-۹٤) وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (نور-٤۸) اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ (نور-۵۰) وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (احزاب-۳۱) اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (احزاب-۲۹) وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (احزاب-۳۱) اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (احزاب-۳۶) لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (حجرات-۱۲) وَيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (حشر-۸) وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَرَسُوْلِهٖ (منافقون-۸) مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (احزاب-۲۲) وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (احزاب-۳۶) اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا (احزاب-۶۶)

حضرت کعب احبارؓ فرماتے ہیں کہ" آدم علیہ السلام اپنے بیٹے شیث علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے میرے بیٹے تم میرے بعد میرے خلیفہ ہو۔پس خلافت کو تقوی کے تاج اور محکم یقین کے ساتھ پکڑے رہو اور جب تم اللہ کا ذکر کرو تو اس کے متصل نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرو کیونکہ میں نے ان کا نام عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا دیکھا ہے جب کہ میں روح و مٹی کے درمیان تھا۔پھر میں نے تمام آسمانوں پر نظر کی تو مجھے کوئی جگہ ایسی نظر نہ آئی جہاں نام محمد ﷺ لکھا ہوا نہ ہو۔اور میرے رب نے مجھے جنت میں رکھا تو میں نے جنت کے ہر محل اور ہر بالا خانے اور برآمدے پر اور تمام حوروں کے سینوں پر اور جنت کے تمام درختوں کے پتوں پر اور شجر طوبٰی اور سدرۃ المنتہٰی کے پتوں پر اور پردوں کے کناروں پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان نام محمد ﷺ لکھا ہوا دیکھا ہے،لہذا تو کثرت سے ان کا ذکر کیا کر کیونکہ فرشتے ہر وقت ان کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔"

(زرقانی علی المواہب)

آپ کی تعظیم فرضِ عین ہے: حضور ﷺ کی تعظیم

وتوقیر فرضِ عین ہے بلکہ تمام فرائض کی اصل ہے اور آپ کی ادنی توہین یا تکذیب کفر ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

''(اے نبی) بیشک ہم نے تمھیں بھیجا شاہد و مبشر و نذیر بنا کر تا کہ (اے لوگو) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔ اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔''

اس آیہء کریمہ میں تین باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔ اول اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا۔ دوم حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر کرنا۔ سوم تسبیح یعنی اللہ کی عبادت کرنا۔ ایمان کو پہلے اس لیے رکھا کہ بغیر ایمان، تعظیم کچھ مفید نہیں اور تعظیمِ حبیب کو عبادت پر مقدم اس لیے فرمایا کہ بغیر تعظیم کے عمر بھر کی عبادت بے کار و مردود ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا ''پس جو اس رسول ﷺ پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی اتباع کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی فلاح پانے والے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں بھی وہی ترتیب جمیل ہے۔ اول ان پر ایمان، دوم ان کی تعظیم اور سوم ان کے دین کی نصرت اور قرآن کریم کی اتباع، ثابت ہوا کہ ایک مومن پر ایمان لاتے ہی حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر فرض ہو جاتی ہے۔ اور اگر اس تعظیم میں فرق آجائے تو سارے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ فرمایا!

''اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز سے اونچی نہ کرو اور ان کی حضوری میں بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمھارے عمل برباد نہ ہو جائیں اور تمھیں خبر بھی نہ ہو۔ بے شک وہ جو اپنی آوازیں رسول ﷺ کے حضور پست کرتے ہیں وہ ہیں جن کا دل اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لئے رکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر وثواب ہے۔''

اس آیہء کریمہ میں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کا ادب واحترام اور اجلال واکرام تعلیم فرمایا گیا ہے کہ ادب واحترام کا پورا پورا لحاظ رکھیں ورنہ نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے اور پھر جب صحابہء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس پر پورا پورا عمل کیا اور خدمت اقدس میں بہت ہی پست آواز سے عرض معروض کرتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی اور ان کو عظیم الشان مژدے سنائے اور جنہوں نے ترکِ ادب کیا ان کو بے عقل بتایا چنانچہ فرمایا!

''بیشک وہ جو (اے حبیب) تمھیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم خود ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

یہ آیت وفد بنی تمیم کے حق میں نازل ہوئی جب کہ وہ دوپہر کے وقت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ اس وقت آرام فرما رہے تھے، انہوں نے آپ کا نام لیکر پکارنا شروع کر دیا، آپ ﷺ باہر تشریف لائے۔ اس پر فرمایا گیا کہ اس طرح آپ کو پکارنا ادب کے خلاف اور جہالت و بے عقلی ہے بلکہ بہتر یہ تھا کہ یہ لوگ اتنا صبر کرتے کہ آپ ان کے پاس خود تشریف لاتے۔ فرمایا

''اے ایمان والو (ہمارے حبیب کو) راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور سن لو! کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

حضور ﷺ جب صحابہ کو کچھ تعلیم فرماتے تو وہ کبھی کبھی درمیان میں عرض کرتے رَاعِنَا یَارَسُولَ اللّٰہ یعنی حضور ہمارے حال کی رعایت فرمایئے اور کلام اقدس کو اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع دیجئے۔ یہی لفظ ''رَاعِنَا'' یہود کی زبان میں گستاخی و بے ادبی کا لفظ تھا۔ انہوں نے یہی لفظ گستاخی و بے ادبی کی نیت سے بولنا شروع کر دیا اس پر آیتِ کریمہ نازل ہوئی کہ اے ایمان والو ایسا کلمہ ہمارے حبیب ﷺ کے متعلق مت کہو جس کے کسی دشمن کو گستاخی و بدگوئی کا موقع مل جائے۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور ان کی جناب میں کلمات ادب عرض کرنا فرض ہے اور جس کلمہ میں ترکِ ادب کا شائبہ بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنید و با یزید ایں جا

عزت بخاری

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو ان کے ذاتی نام سے خطاب کیا مثلاً یا ادم اسکن انت وزوجک الجنۃ ___ ینوح اھبط ___ یابراھیم اعرض عن ھذا ___ یموسی انی اصطفیتک ___ یعیسی بن مریم اذکر نعمتی علیک ___ یداود انا جعلنک خلیفۃ فی الارض ___ یزکریا انا نبشرک ___ یزکریا انا نبشرک ___ یحیی خذ الکتب مگر اپنے حبیب ﷺ کو کہیں ذاتی نام سے خطاب نہیں کیا بلکہ نہایت پیارے انداز میں فرمایا۔ یاایھا النبی، یاایھا الرسول اور کہیں یاایھا المزمل. یاایھا المدثر اور کہیں طٰہٰ کہیں یٰس کہہ کر خطاب فرمایا۔ اسی طرح پہلی امتیں بھی اپنے نبیوں کو ان کے ذاتی نام سے خطاب کیا کرتی تھیں مثلاً یموسی اجعل لنا الٰہا کما لھم الھۃ. اذ قال الحواریون یعیسی ابن مریم. مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی امت کو حکم دیا لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا کہ رسول ﷺ کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ یعنی جب آپ کو پکارا جائے تو عام لوگوں کی طرح ذاتی نام سے یا محمد یا احمد کہہ کر نہ پکارا جائے بلکہ ادب وتکریم اور توقیر وتعظیم کے ساتھ یا نبی اللہ، یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیک وسلم کہہ کر پکارا جائے

از خدا خواہیم توفیق ادب

بے ادب محروم ماند از لطفِ رب

صلح حدیبیہ کے بعد جب عروہ بن مسعود ثقفی اپنی قوم میں واپس آئے تو آ کر کہا اے قوم!

''خدا کی قسم! مجھے بادشاہوں کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا اور میں نے قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار بھی دیکھے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے ہرگز کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم اصحاب محمد، محمد ﷺ کی کرتے ہیں۔ واللہ! وہ رنیٹ یا تھوک یا بلغم نہیں پھینکتے مگر وہ ان میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ پر ہوتی ہے اور وہ اس کو اپنے منہ اور بدن پر مل لیتا ہے اور جب وہ کوئی حکم کرتے ہیں تو وہ تعمیل کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی پر وہ اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپس میں لڑ مریں گے اور جب وہ بات کرتے ہیں تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں اور ان کی تعظیم وتوقیر کی وجہ سے کوئی ان کی طرف تیز نگاہی سے نہیں دیکھ سکتا۔ انہوں نے تم پر رشد وہدایت کا کام پیش کیا ہے تو تم اس کو قبول کر لو۔''

اس ایک روایت سے ہی اندازہ ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کی کس قدر تعظیم وتوقیر کرتے تھے۔

امام اجل حضرت امام قاضی عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

''جان لو! بے شک نبی کریم ﷺ کی عزت وحرمت اور آپ کی تعظیم وتوقیر آپ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح ضروری ولازم ہے جس طرح کہ آپ کی ظاہری حیات میں ضروری ولازم تھی، اس کا اظہار خصوصاً آپ کے ذکر مبارک اور آپ کی حدیث شریف کی تلاوت اور آپ کی سنت اور آپ کے نام مبارک اور آپ کی سیرت طیبہ کے سننے کے وقت ہونا چاہیے۔''

ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر عین ایمان بلکہ روح ایمان ہے اور اس پرفتن دور میں جب کہ لوگوں کے دلوں سے حضور ﷺ کی محبت وعظمت نکلتی جا رہی ہے نہایت ضروری ولازم ہے کہ مسلمانوں کے قلوب میں آپ ﷺ کی سچی محبت وعقیدت اور عزت وعظمت اجاگر کی جائے

آپ کا ذکر عبادت ہے!

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ

''ذکر انبیاء عبادت ہے، اور ذکر صالحین کفارہ (سیئات) ہے۔''

جب انبیاء واولیاء کا ذکر عبادت اور گناہوں کا کفارہ ہے تو حضور سیّد الانبیاء والمرسلین حبیب رب العالمین حضرت محمد ﷺ کا ذکر کس درجہ کی عبادت اور کس قدر باعث رحمت وبرکت اور کفارہ سیئات ہوگا۔ بلاشبہ آپ کا ذکر مبارک سرمایہ ایمان اور تسکینِ دل وجان ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حیاتِ انسانی پر درود وسلام کے اثرات

تحریر: پروفیسر ضیاء المصطفیٰ

انسان اپنے ماحول پر نگاہ ڈالتا ہے تو اس کے سامنے مختلف الانواع اشیاء کا ایک سلسلہ دراز ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ ماحول کی حدود پھلانگ کر وسعت افلاک اور زمین کی پہنائیوں پر نظر ڈالتا ہے تو معلومات کے ساتھ ساتھ اس کے ادراک وفہم میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے، کائنات کی ہر چیز کی ہیبت وحقیقت اور صنعت وندرت اسے دعوت غور وفکر دیتی ہے۔ جب انسان ان تمام اشیاء کے بارے میں اپنے فکر کی جولانیاں دکھاتا ہے تو اس کے آگے اسرار ورموز عیاں ہوتے جاتے ہیں، حقیقتوں کے چہروں سے نقاب الٹ جاتے ہیں۔ ذرے سے لیکر آفتاب تک، سطح زمیں سے لیکر تحت الثریٰ تک، آسمان کی رفعتوں سے عرش علا کی بلندیوں تک، فضائے بسیط کے پوشیدہ خزانوں اور جہان رنگ وبو کی نیرنگیوں اور رعنائیوں میں فکر کے زاویئے کو حرکت دینے کے لئے خضر کی عمر اور پہاڑوں جیسے حوصلے اور ہمتیں درکار ہیں۔

سائنس کی برق رفتار ترقی اور دیگر ذرائع سے جن معلومات کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ وہ اس سے بہت کم ہیں جو ابھی تک نہاں ہیں۔ ان کا اندازہ کرنا اور کھوج لگانا کسی کے بس کا روگ نہیں۔

قرآن پاک کی رو سے کائنات کی ہر چیز رب ذوالجلال کی تسبیح وثنا میں رطب اللسان ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

ترجمہ: (ہر چیز اس کی حمد وثنا کے نغمے الاپ رہی ہے لیکن تم اس کی نغمہ ریزی کو نہیں سمجھ پاتے)

اور پھر جہاں رب کائنات کا ذکر ہوتا ہے، وہاں محبوب خدا جناب رسول اللہ ﷺ کا بھی ذکر ہوتا ہے اینما ذکرت ذکرت معی

جب ہر چیز ذوالجلال کی تحمید وتقدیس میں نغمہ سرا ہے تو کیا وہ محبوب خدا جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء کے ترانے نہ گاتی ہوگی؟ ضرور گاتی ہوگی۔ کیونکہ ہر چیز کا وجود تو سرور کون ومکاں کی ذات گرامی سے قائم ہے۔ جہاں بھر کی رعنائیاں اور زیبائیاں تو اس کے حسن تبسم کی ادنیٰ سی جھلک ہے۔ کائنات کی رونق ودلآویزی تو ان کے عکس جمیل کا ایک چھوٹا سا استعارہ ہے۔ یہ بہار، یہ نکھار انہی کے دم قدم سے ہے۔ اصل جان کائنات تو آپ ہی ہیں اور آپ ہی جہاں کی زیست کا مدار ہیں۔

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

اس حوالے سے جہاں ہر چیز اپنے خالق ومالک کی تعریف میں لگی ہوئی ہے، وہاں اپنے محسن اعظم ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں درودوں کے تحفے اور سلاموں کے ہدیے بھی پیش کر رہی ہے۔

ایسا اس لیے ہے کہ اسے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں درود وسلام کے گلدستے پیش کرنے سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ شہد کی مکھی ہی کو لیجئے، مختلف پھولوں سے بے ذائقہ رس چوستی ہے لیکن جب حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام پیش کرتی ہے تو ایک طرف شہد میں حلاوت اور شیرینی آجاتی ہے تو دوسری طرف قرآن پاک اسے تمام لوگوں کیلئے نسخہ شفا قرار دیتا ہے۔

عبادت وریاضت کی بارگاہ ایزدی میں قبولیت کا انحصار مختلف

شرائط پر ہے لیکن جناب رسالت مآب ﷺ کے حضور نذرانہ درود و سلام پیش کرنے کیلئے کوئی شرط نہیں۔ پڑھا جائے تو قبول ہی قبول ہے۔

فضائل و برکات کے ساتھ ساتھ درود و سلام کا ہدیہ ایسے اثرات رکھتا ہے جس سے کائنات کی ہر چیز مستفید و مستنیر ہو رہی ہے۔ یہ اثرات جب انسانی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں تو اس کے دھارے کو بدل کر رکھ دیتے ہیں پیہم درود اور مسلسل سلام کو وظیفہ بنانے والے اس کی حقیقی لذتوں سے نہ صرف لطف اندوز ہوتے ہیں بلکہ اپنے اندر ایک عظیم انقلاب محسوس کرتے ہیں اور یہی انقلاب ذلت کی پستیوں سے نکال کر عظمت کی رفعتوں پر فائز کر دیتا ہے۔ اس کے سر پر عزت و اکرام کا تاج سجا دیتا ہے اور ایسا اس لئے بھی ہوتا ہے کہ بندہ پر اپنے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف سے بھی سلام و رحمت کی برسات ہوتی ہے۔

جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے مسلسل درود و سلام کی نذر پیش کرنے سے انسان رحمت مصطفیٰ ﷺ کے مزے لوٹتا ہے، رحمت یزداں اس پر سایہ فگن رہتی ہے، عظمت و کمال کے ایسے مدارج طے کر جاتا ہے کہ شر و شیاطین کی کوئی قوت اسے راہ راست سے نہیں ہٹا سکتی۔

یہ درود ہی کی برکات ہیں جو انسانی زندگی کے دھارے کو بدل کر رکھ دیتی ہے۔

رمضان کا مہینہ ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے منبر پر جلوہ فرما ہوتے ہیں۔ قدم ناز پہلے زینے پر رکھتے ہیں تو لبہائے نازک سے آمین کی صدائے دلنواز گونجتی ہے، دوسرے زینے پر قدم مبارک رکھتے ہیں تو پھر آمین، تیسرے پر رونق افروز ہوتے ہیں تو پھر آمین فرماتے ہیں۔

ایک انوکھی بات اسی موقع پر دیکھنے میں آ رہی ہے، اس لئے صحابہ کرام استعجاب و حیرت کی تصویر بنے بیٹھے تھے۔ خطبہ کے اختتام پر دریافت کیا گیا، ارشاد ہوا، پہلے زینے پر قدم رکھا تو جبرائیل آئے اور دعا کی بدبخت ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اپنی بخشش کا سامان نہ کر پایا۔ دوسرے پر قدم رکھا تو دعا کی وہ شخص انتہائی شقی ہے جس کے سامنے آپ ﷺ کا نام لیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے۔ تیسرے پر قدم رکھا تو دعا کی، ہلاک ہو وہ شخص جس کے والدین یا دونوں میں سے ایک بڑھاپے کو پہنچیں تو وہ (والدین) اس کی عدم خدمت کی وجہ سے اسے جنت میں داخل نہ کروا پائیں، تو میں نے آمین کہا۔

ایک اور ارشاد میں فرمایا:

جب کسی کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے تو وہ سب سے بڑھ کر بخیل ہے۔

علاوہ ازیں بہت سی احادیث مبارکہ ہیں جن میں درود و سلام پڑھنے کی ترغیب اور نہ پڑھنے کی ترہیب ہے۔

درود بھیجنے کا اتنا اہتمام! آخر کیوں؟

اس لئے کہ اس سے کائنات کے تصرفات کی وابستگی ہے۔ اس میں وہ رنگ انقلاب ہے، جب کسی پر چڑھ جاتا ہے تو اسے زندگی کی حقیقی رنگینیوں سے آشنا اور ابدی سعادتوں اور لذتوں سے بہرہ ور کر دیتا ہے۔ اس کے فیضان سے انسان ایسا مستفید ہوتا ہے کہ پھر اسے حرز جاں بنانے میں ہی فرحت و انبساط محسوس کرتا ہے۔ اس کے احساسات و جذبات میں ایک نئی ترنگ پیدا ہو جاتی ہے۔ اسے محبت رسول ﷺ کے جام طہور سے وہ سرور حاصل ہوتا ہے کہ اسی کیف میں سرمست عظمتوں اور رفعتوں کی طرف مسلسل رواں دواں رہنے لگتا ہے۔ جتنا جتنا وہ وظیفہ درود و سلام زیادہ کرتا چلا جاتا ہے، اتنی اتنی قربت کی منزلیں طے ہوتی جاتی ہیں اور پھر نازشوں اور کرم نوازیوں کے دروازے کھلتے جاتے ہیں اور انسان وہ کچھ پاتا ہے کہ زبان بیان سے عاجز اور قلم لکھنے سے معذور۔

درود و سلام آئینہ دل کو اجلا کر دیتا ہے اور نگاہوں میں وہ نور بھر دیتا ہے کہ اس کے سامنے حقائق بے نقاب ہونے لگتے ہیں، دل کی دنیا بدل جاتی ہے اور وہ ایک نئی شاہراہ حیات پر گامزن ہو جاتا ہے۔

بوصیریؒ کو لیجئے۔ فالج کا حملہ ہوا اور جسم بیکا ہو گیا۔ علاج کروایا، مرض کسی طور کم نہ ہوا۔ علاج جاری رہا مگر لا علاج قرار دیئے گئے۔ اب غم ہے اور بوصیریؒ......

دل میں خیال آیا، اب باب الشفا پر حاضری دی جائے۔ اب ان کی طرف

رجوع کیا جائے جن سے بڑھ کر کوئی طبیب نہیں۔ جو زخموں پر مرہم بھی رکھتے ہیں اور دکھوں کا علاج بھی فرماتے ہیں۔ اپنا استغاثہ انہی کی بارگاہ بیکس نواز میں پیش کر دیا جائے چنانچہ سرکار ﷺ کی بارگاہ میں درود و سلام کا ہدیہ پیش کیا:

مولای صل وسلم دائما ابدا

علیٰ حبیبک خیر الخلق کلهم

(اے رب ذوالجلال تمام مخلوق سے بہتر اپنے حبیب پر ہمیشہ درود و سلام بھیج) جناب رسول اللہ ﷺ کی شان میں پورا قصیدہ لکھا۔

ردائے شب تنی، آنکھ لگی تو بوصیریؒ کا بخت بیدار ہوا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ والی کون و مکاں ﷺ جماعت اصحابؓ کے ہمراہ جلوہ فرما ہیں۔ بوصیریؒ سے قصیدہ سماعت فرما رہے ہیں اور ان کے فالج زدہ جسم پر اپنا دستِ شفا پھیر رہے ہیں۔ بوصیریؒ کے غم دور اور درد کافور ہو جاتے ہیں۔ حضور ﷺ انہیں چادر مبارک عطا فرماتے ہیں اور جسم سے لاعلاج مرض دور ہوا۔ ادھر بوصیریؒ کا صفحہ ءحیات بدلا، دل کی دنیا اور بوصیریؒ ایک نئی شاہراہ حیات پر گامزن ہوئے۔ اور پھر ہمیشہ کیلئے اپنی زندگی کو یادِ سرکار ﷺ میں گزار دیا۔

حضرت ابو عبداللہ الرصاعؒ اپنی کتاب تحفہ میں لکھتے ہیں کہ بغداد میں ایک کنگال شخص رہتا تھا۔ گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ بچے بھوک سے بلک رہے تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد اس نے بیوی بچوں کو بلایا اور کہا کہ آؤ آج جناب سرور کائنات ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں درود و سلام پیش کرتے ہیں لہٰذا سب نے درود و سلام پڑھنا شروع کیا۔ درود پڑھتے پڑھتے بچے سو گئے، اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر بھی نیند طاری کر دی۔ آنکھ لگی تو قسمت کا ستارہ اوج پر تھا، کیا دیکھتا ہے کہ شہ کونین ﷺ جلوہ فرما ہیں اور فرما رہے ہیں کہ طلوع صبح کے ساتھ ہی فلاں مجوسی کے پاس جا کر اسے میرا اسلام کہنا اور قبولیت دعا کی نوید سنانا، میری طرف سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ سے تجھے بھی دے۔

بیدار ہوا، مسرت ہی مسرت تھی، رنگ رنگ سے شادمانی کے آثار پھوٹے پڑتے ہیں لیکن دل میں رہ رہ کر یہ خیال آتا تھا کہ زیارت تو سرکار والا ﷺ تو حق ہے لیکن مجوسی کے پاس جانا اور پھر اسے سلام کہنے کی بات سمجھ نہیں آ رہی۔ جاؤں تو کیسے۔ اسی ذہنی کشمکش اور الجھاؤ میں رہا۔ اگلی رات کو پھر آنکھ لگی تو مقدر پھر جاگا۔

شہنشاہ کونین ﷺ نے پھر وہی ارشاد فرمایا۔

صبح کا اجالا پھیلا تو مجوسی کا گھر پوچھتا ہوا وہاں جا پہنچا۔ ملاقات پر اسے حضرت سید دو عالم ﷺ کا پیغام و سلام پہنچایا۔ اس نے حیرت سے پوچھا کہ مجھے محمد ﷺ نے سلام بھیجا ہے؟ میں تو ان کا امتی بھی نہیں ہوں، نہ ان کے دین کا ماننے والا ہوں۔

اس فقیر نے کہا کہ "مجھے یہی حکم ملا ہے اور تاکید کی گئی ہے۔ پھر اس مجوسی نے فقیر سے قسم دلوائی کہ واقعی تمہارے نبی ﷺ نے سلام بھیجا ہے؟ اس نے کہا کہ خدا شاہد ہے مجھے یہی حکم ملا ہے۔

مجوسی نے پوچھا کہ اور کیا فرمایا ہے۔ اس نے کہا "حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تیرے حق میں دعا قبول ہو چکی ہے۔ مجوسی نے پوچھا۔ تجھے معلوم ہے کہ وہ کونسی دعا ہے؟ کہا نہیں مجوسی نے کہا کہ میرے ساتھ اندر آؤ، میں تمہیں بتاتا ہوں۔ وہ دعا کیا ہے؟ جب اندر گئے مجوسی نے کہا۔ آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں۔ اس نے آگے بڑھایا تو اس نے پکڑ کر کہا:

اشهدان لا اله الا الله و اشهدان محمد رسول الله

اسلام قبول کر لینے کے بعد اس نے اپنے تمام حاشیہ نشینوں سے کہا کہ میں نے محمد عربی ﷺ کا دین قبول کر لیا ہے، تم بھی قبول کر لو۔ اکثر نے دامن اسلام میں پناہ لے لی۔ اور جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا، واپس چلے گئے۔ بیٹے کو بلا کر کہا محمد عربی ﷺ کا دین قبول کر لو۔ بیٹی سے کہا اسلام قبول کر لو، اسی میں ہماری نجات ہے، دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ پھر اس نومسلم نے فقیر کو بہت کچھ دیا۔ (سعادت الدارین بحوالہ آب کوثر)

ایک مرتبہ کافروں کی ٹولی ایک جگہ بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک سائل آیا اور ان سے کچھ مانگا، انہوں نے بطور تمسخر کہا: تم علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، وہی کچھ دیں گے۔ وہ فقیر بے نوا علی مرتضیٰؓ کے پاس آیا اور اپنی حجت بیان کی کہ تہی داماں ہوں، کچھ عطا کیجئے۔ آپ کے پاس اس وقت بظاہر کوئی چیز نہ تھی کہ اسے دیتے لیکن جان گئے کہ یہ کافروں کی شرارت ہے۔ آپ نے دس بار درود پڑھ کر فقیر کی ہتھیلی پر پھونک دیا اور فرمایا کہ اسے بند کر لو، ان کافروں کے پاس جا کر کھولنا اس نے ان کافروں کے پاس جا کر ہتھیلی کھولی تو سونے

کے دیناروں سے بھری ہوئی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر کئی کافر مسلمان ہو گئے

ایک شخص بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور دوسرے آدمی پر اونٹ چوری کرنے کا دعویٰ کر دیا۔ اس پر دو گواہ پیش کر دیئے۔ اس دوسرے آدمی پر چوری ثابت ہوا چاہتی تھی، اس نے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ اونٹ طلب فرمائیں اور اسی سے دریافت فرمائیں۔ اونٹ حاضر بارگاہ کیا گیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھا میں کون ہوں اور یہ ماجرا کیا ہے؟ اونٹ نے گواہی دی آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اونٹ کی چوری کا مدعی جھوٹا اور منافق ہے اور گواہ بھی منافق ہیں۔ حضور ﷺ کی دشمنی میں میرے مالک کے ہاتھ کٹوانا چاہتے تھے۔

سرکار ﷺ نے اونٹ کے مالک سے پوچھا، کون سا عمل ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تجھے اس بلائے عظیم سے بچالیا۔ اس نے عرض کیا کہ حضور نامہ اعمال میں تو کوئی ایسا عمل نہیں۔ بس اتنا ضرور ہے کہ اُٹھتے بیٹھتے حضور کی ذاتِ گرامی پر درود وسلام بھیجتا ہوں۔

سرکار ﷺ نے فرمایا۔ یہی کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تجھے آتشِ دوزخ سے بھی یوں ہی محفوظ فرمائے گا۔ جیسے ہاتھ کٹنے کی اس مصیبت سے بچایا ہے۔ (سعادۃ الدارین بحوالہ آب کوثر)

موسمِ حج ہے اور ہر طرف چہل پہل فرزندانِ توحید مناسک ادا کرنے میں مصروف ہیں۔ ایک شخص مستانہ وار طواف کعبہ کرتے ہوئے، لمس حجر اسود میں اور سعی صفا و مروہ کرتے ہوئے جناب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام پیش کرتا ہے۔ منیٰ میں، عرفات میں یہی وظیفہ کرتے ہوئے پایا گیا۔ بات انوکھی اور حیران کن تھی۔ ہر مقام کی الگ الگ دعائیں اور الگ الگ مناجات ہیں اور یہ صرف درود وسلام ہی پڑھے جا رہا ہے۔ دریافت کرنے پر بتایا:

میں اپنے والد صاحب کے ہمراہ ارادہ حج سے خراسان سے چلا۔ کوفہ پہنچے تو باپ بیمار ہو کر ملک عدم کو سدھارا۔ کپڑے سے ان کا چہرہ ڈھانپ دیا گیا۔ کچھ دیر کے بعد کپڑا اٹھایا تو دیکھا کہ ان کا چہرہ گدھے کا چہرہ بن چکا ہے۔ اسی پریشانی میں تھا دیکھا کہ ایک پیکرِ جمال، مجسمِ کمال تشریف لائے ہیں۔ آ کر میرے باپ کے چہرے پر سے کپڑا سرکایا، ایک نظر دیکھا اور کپڑا پھر ڈال دیا۔ مجھ سے فرمایا کہ پریشان کیوں ہو؟ عرض کی پریشان کیوں نہ ہوں باپ کی صورت بگڑ گئی ہے۔ فرمایا گھبرانے کی کوئی ضرورت ہے، نہ پریشان ہونے کی۔ رب ذوالجلال نے تیرے باپ پر فضل وکرم کر دیا ہے۔ اب جو کپڑا سرکا کر مجھے دکھایا تو چہرہ بالکل ٹھیک تھا اور اس سے روشنی کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ جب جانے لگے تو میں نے دامن تھام لیا اور عرض کیا آپ کون ہیں اور یہ کرم کیسے؟

فرمایا، میں محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں سرکار ﷺ کی طلعت زیبا کا نظارہ کر کے میری خوشیوں اور مسرتوں کی کوئی انتہا نہ رہی عرض کیا، حضور ایسا کیوں ہوا؟

فرمایا، تیرا باپ سود خور تھا، اس لئے اس کا چہرہ بدل گیا لیکن اس کی یہ عادت تھی کہ سونے سے پہلے وہ مجھ پر سو مرتبہ درود وسلام پڑھا کرتا تھا۔ مرنے سے قبل اسنے آفت میں مجھے پکارا تھا اور میں اسکی فریاد کو پہنچ گیا۔

(سعادت الدارین۔ بحوالہ آب کوثر)

چشم حقیقت کو اور وا کیجئے اور درود وسلام کے انسانی حیات پر مرتب ہونے والے اثرات کا نظارہ کیجئے۔

یہ اسیوط (مصر) کے بازار ہیں۔ آفتاب غروب ہونے کے کچھ دیر بعد جہاں تاریکی نے اپنے پر پھیلانے شروع کیے وہاں سردی نے ڈیرے ڈالنے شروع کر دیے۔ سردی شدید سے شدید تر ہو رہی ہے، اتنی شدید کہ پانی بھی منجمد ہو رہا ہے۔ بازار خاموش، سڑکیں ویران اور گلیاں سنسان ہو گئیں۔ رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ پولیس کا ایک گمنام سپاہی ڈیوٹی پر مامور پہرہ دے رہا تھا۔ طبیعت میں کچھ اضطراب سا ہے۔ حیران ہے، پریشان ہے، رات کاٹے نہیں کٹتی، سوچتا ہے، زندگی میں کروں تو کیا اسے گزاروں تو کیسے؟ دور افق پہنائیوں سے آواز آتی ہے۔

اے حیران و پریشان انسانو! ذرا قرآن کی طرف آؤ۔ اس کی تلاوت سے دل کو بہلاؤ۔ قرآن پاک سے شادکام ہو کر انسان سکون وراحت پاتا ہے۔ دل میں ذکر الٰہی کی تنویر ہے اور زبان تلاوت سے تروتازہ۔ پھر اچانک اس کا دل جناب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ قدسیہ میں درود وسلام پیش

کرنے میں لگ جاتا ہے۔اسے وظیفہ بنا لیتا ہے۔اب ہر آن یہی وردِ زبان ہے۔دل کی دنیا بدل رہی ہے۔وظیفہ درود و سلام روز افزوں ہے۔اس قدر زیادہ کہ دل آئینے سے زیادہ صاف اور نگاہ شبنم سے زیادہ شفاف ہو جاتی ہے۔لوح دل پر اب درودوں کے ڈیرے ہیں اور سلاموں کے بسیرے اور نگاہوں میں جلوے ہی جلوے، انوار ہی انوار، تجلیات ہی تجلیات۔

ہر آن ایک نیا درود، ہر گھڑی ایک نیا سلام۔دوستوں سے تذکرہ کرتا ہے تو وہ ان درود اور سلاموں کے رنگین اور بہار آفرین گلدستوں سے مشام جاں معطر کرتے ہیں۔جو خوشبو اور مہک انہیں یہاں میسر آ رہی ہے وہ کسی گلزار میں کہاں ہر روز اس عنبر بار بہار کے انتظار میں رہتے۔جیسے ہی وہ نیا درود و سلام لیکر آتا تو فوراً اس سے لیتے اور یاد کر کے وظیفہ روز و شب بناتے۔ایک انقلاب سے آگے مزید انقلاب دیے سے دیا جل رہا ہے۔چراغ روشن ہو رہا ہے زیست سامانیاں ہو رہی ہیں، تبدیلیاں آ رہی ہیں اور حیاتِ انسان پر خوش کن اور خوش گوار اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

ایک شب خواب میں جناب سرورِ کائنات ﷺ جلوہ فرما ہیں۔مقدر کا یہ عروج اور نصیب کی بلندی۔حضور کا پروانہ مل گیا۔ایک شب ہی نہیں، اب تو اکثر آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے رخِ زیبا کی طلعتوں کے نظارے کرتا ہے۔ایک شب اور کئی مرتبہ زیارت سرکار ﷺ، یہ سعادتیں، یہ رفعتیں، یہ برکتیں، یہ بلندیاں سب کی سب آپ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں ہدیہ درود اور نذرانہ سلام پیش کرنے سے حاصل ہو رہی ہیں۔

اگر کبھی بیمار ہوا اور تکلیف نے شدت اختیار کی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا دستِ شفقت و رحمت جسم پر پھیرا۔تکلیف دور اور درد کافور۔

ان (پولیس والے) کا کہنا ہے کہ میں نے بارگاہ خداوندی میں بہت مرتبہ درود و سلام کو ذریعہ وسیلہ بنایا، ہر مرتبہ نصرت و کشادگی ملی اور ضروریات پوری ہوئیں۔

ذرا ملاحظہ تو کریں۔کیا کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔غم غلط مشکلیں آسان، مسائل حل، ضروریات پوری سکون قلب، راحتِ جاں اور ہر طرح کی شادمانیاں اور مسرتیں حاصل ہو رہی ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دربار مصطفوی ﷺ اور دربارِ خداوندی میں قرب حاصل ہو رہا ہے۔

یہ گمنام سپاہی عبد المقصود سالم جس کا نام ہے۔نجانے دنیا کی کن کن نعمتوں سے مالا مال ہو گیا اور عقبیٰ کی کن کن عظمتوں کو چھو گیا۔

اثرات و برکات کی یہ داستان کافی طویل ہے۔ تفصیل کتاب "انوار الحق فی الصلوۃ علی سید الخلق" میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

کسی نے کسی کو ستانے کیلئے درود و سلام پڑھا۔اس نے اس کی اثر آفرینی سے بچنے کے لئے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں لیکن پڑھنے والے کو سعادت ابدی حاصل ہو گئی۔وہ لطف، وہ راحت اور وہ مسرت ملی کہ یہ وظیفہ اسکی زندگی بن گئی اور اس کی برکات و فیوض سے نجانے کن کن عظیم منازل و مراتب سے سرفراز ہوا۔(شہاب نامہ بحوالہ ماہنامہ "نعت" لاہور۔دسمبر ۱۹۸۹)

آخر میں اپنے سامنے کی ایک شخصیت کا تذکرہ کرتا چلوں

ایک شدید حادثہ ہوا، ٹانگ ٹوٹی، چوٹیں لگیں، معذور ہو کر صاحب فراش ہوئے۔ڈاکٹروں نے جو علاج کیا سو کیا لیکن رابطہ طبیب اعظم ﷺ سے قائم کر لیا۔ہر ساعت، ہر آن جناب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں ہدیہ درود و سلام پیش کرنے میں گزرنے لگی، شفا حاصل ہو گئی۔عذر، عذر نہ رہا، چوٹ چوٹ نہ رہی۔ایک طرف مرض جسمانی ختم ہوا تو دوسری طرف غم دنیا سے بھی چھٹکارا ملا اور وظیفہ درود و سلام زندگی کے نام لگ گیا۔یہ ماہنامہ نعت کے مدیر راجہ رشید محمود ہیں۔ان کی کوئی محفل، کوئی نشست، ذکر درود و سلام سے خالی نہیں ہوتی۔بزم کا رنگ اور مزاج کیسا ہی ہو، درود و سلام کا ذکر ضرور ہوتا ہے۔سر راہ بھی نظر آ جائیں تو درود و سلام کی بات چھڑ جاتی ہے۔یہ عنایتیں، یہ نوازشیں جناب رسول اللہ ﷺ کے کرم کی ادنی سی جھلک ہے ورنہ ان کا کرم تو سمیٹا ہی نہیں جا سکتا۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی
سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
اپنے مولا کا پیارا ہمارا نبی

اے حبیب رب اکبر السلام

(پروفیسر محمد حسین آسی)

اے جمالِ ربِ برتر السلام   اے جمیل حسنِ پرور السلام
باعثِ مینائے اخضر السلام   غایت ہر خشک و ہر تر السلام
اے حبیب رب اکبر السلام

آپ ہیں نورِ خدا شانِ خدا   آپ اصل الخلق برہانِ خدا
عرش پر ہیں آپ مہمانِ خدا   فرش کے مہمان پرور السلام
اے حبیب رب اکبر السلام

آپ محبوبِ خدائے دوسرا   آپ مقصودِ بنائے دوسرا
آپ کی رحمت برائے دوسرا   آپ کا پھر کون ہمسر السلام
اے حبیب رب اکبر السلام

آپ کی صورت عجب سیرت عجب   آپ کی رحمت عجب رافت عجب
آپ کی دولت عجب خصلت عجب   حسن یکتائی کے مظہر السلام
اے حبیب رب اکبر السلام

انبیاء کے قافلہ سالار آپ   آدمیت کے ہیں بس معمار آپ
سب کے ہیں حاجت روا سرکار آپ   سب کا مرجع آپ کا در السلام
اے حبیب رب اکبر السلام

اے رسول حق عظیم المرتبت   آپ سر تا سر سخا و موہبت
آپ کی بخشش محیط شش جہت   سب کا مرجع آپ کا در السلام
اے حبیب رب اکبر السلام

آپ آئے تو گئے اوہام چھٹ   بزم ہستی کی ہوئی کایا پلٹ
ذرے ذرے کی زباں پر تھی یہ رٹ   اے کریم والا گوہر السلام
اے حبیب رب اکبر السلام

نجد سے اٹھا اک ہنگامہ عبث   شور اب بھی کرتے ہیں اعدا عبث
آہ یہ دشمن ہیں سر تا پا عبث   زندہ تر ہے ذکر انور السلام
اے حبیب رب اکبر السلام

سر پہ لولاک لما کا پیارا تاج   اور قدموں دو عالم کا ہے راج
انبیاء یوں پیش کرتے ہیں خراج   آپ آقا، ہم ہیں چاکر السلام
اے حبیب رب اکبر السلام

راجا خود پر جاکو رکھتا تھا دبوچ   گوشت کمزوروں کا کھاتا تھا وہ نوچ
سوچ، کس نے بدلی انسانوں کی سوچ   اور کہو اے عدل گستر السلام
اے حبیب رب اکبر السلام

کون ہے شاہ رسالت کی طرح   اصل ایماں، جان رحمت کی طرح
آپ نے ڈالی ہے رافت کی طرح   خیر و برکت کے سمندر السلام
اے حبیب رب اکبر السلام

سوئے مولا کر کے انسانوں کا رخ   پھیر ڈالا فتنہ سامانوں کا رخ
کس نے بدلا شر کے طوفانوں کا رخ   آپ نے اے سب کے سرور السلام
اے حبیب رب اکبر السلام

آپ کی شاہی ازل سے تا ابد   ہیں بھکاری آپ کے سب نیک و بد
قرب حق ہے آپ کا بیروں زحد   عقل دو عالم سے برتر السلام
اے حبیب رب اکبر السلام

چھوڑ دے دنیا رضائے یار ڈھونڈ   غم ہیں کثرت سے غم غمخوار ڈھونڈ
اے دل ناداں در سرکار ڈھونڈ   عرض کر پھر در پہ جا کر السلام
اے حبیب رب اکبر السلام

کیا ہے اس دنیا کی راحت سے لذیذ؟   خلد، لیکن خلد و جنت سے لذیذ
کچھ نہیں عشق پیمبر سے لذیذ   کہہ رہا ہے دیدہ تر السلام
اے حبیب رب اکبر السلام

جس نے دیکھا سید عالم کا در   پھر وہ دنیا میں پھرے کیوں دربدر
در بدر پھرنا ہے ذلت سر بسر   کس کا در اس در سے بہتر السلام
اے حبیب رب اکبر السلام

آپ ہیں مختار اعصار و دہور   آپ کے پابوس عرش و چرخ و طور
آپ کا مذکور تورات و زبور   فضل میں سب سے فراتر، السلام
اے حبیب رب اکبر السلام

بخت و تخت و تاج دیوانے کی بڑ   کبر و بخل و حرص ہر فتنے کی جڑ
غم نہیں دنیا اگر جائے بچھڑ   پر نہ چھوٹے آپ کا در السلام
اے حبیب رب اکبر السلام

نجم و ماہ و مہر میں جلوہ طراز   آپ ہیں آئینہ ساز
سر بسر گنجینہ راز و نیاز   کنت کنزاً کے پیمبر السلام

اے حبیب رب اکبر السلام

چھا گیا انسان پہ خوف و ہراس روح پژمردہ تو جان و دل اداس
آپ کا غم ہی بجھائے اس کی پیاس اے قسیم آب کوثر السلام

اے حبیب رب اکبر السلام

اے غم عشق پیمبر، شاد باش اے ضیائے دیدہ تر، شاد باش
اے سکون قلب مضطر شاد باش ہے یہی نغمہ زباں پر السلام

اے حبیب رب اکبر السلام

ان کی عظمت پر فدا ہیں عام و خاص ان کی رحمت کے گدا ہیں عام و خاص
اور محو التجا ہیں عام وخاص قاسم. نعمائے داور السلام

اے حبیب رب اکبر السلام

اہل دنیا کو لگے کیا کیا مرض جا مع الامراض ہے میرا مرض
میں خطائے محض سر تاپا مرض ہر شفا کے آپ محور السلام

اے حبیب رب اکبر السلام

کہہ رہے ہیں آپکے خال وخط مثل اپنی آپ ہیں آقا فقط
دید سے محروم ہیں شپرغط آپ ہیں مہر منور السلام

اے حبیب رب اکبر السلام

جس کو سرکا ر والا کا لحاظ ہے اسی کو حق تعا لیٰ کا لحاظ
دیکھئے تو بزم بالا کا لحا ظ پڑھتے ہیں سب مل ملا کر السلام

اے حبیب رب اکبر السلام

اصل سے مخفی ہوں کیا اس کے فروع آپ پر روشن ہیں سب دل مع خشوع
چاہئے مجھ کو بھی اے آقا خضوع دو مرا کشکول، بھی بھرا لسلام

اے حبیب رب اکبر السلام

قلب کو حاصل نہیں آ قا فرا غ حسرتوں سے سینہ و دل دا غ داغ
کردو روشن اپنی الفت کا چرا غ تا چمک اٹھے مقدر السلام

اے حبیب رب اکبر السلام

عرض کرتا ہوں حضور اب صاف صاف اپنے عصیاں کا ہے مجھ کو اعتراف
کرکے خود حق سے کرادیجے معاف اے شفیع روز محشر السلام

اے حبیب رب اکبر السلام

میرے آقا، مالک تا ج و براق آپ کے زیر نگیں نیلی رواق
ملت اسلام نذر افتراق متحد ہیں شرک پرور السلام

اے حبیب رب اکبر السلام

دشمنان دیں کی اب کٹ جائے ناک کاش ہو جائیں عزائم ان کے خاک
کر ہی دیں سرکار ان کا قصہ پاک دین کو ان سے بچا کر السلام

اے حبیب رب اکبر السلام

ہے فروزاں چا رسو فتنوں کی آگ آگ تو ہم کو لگی، غیروں کو بھاگ
نذر آتش ہو کے بھی آ ئی نہ جاگ آہ یہ غفلت کا چکر السلام

اے حبیب رب اکبر السلام

جان ہے اب جان کا گویا وبال زندگانی موت سے ہے پا ئمال
رحمت حق، اے کریم خوش خصال اک نظر رحمت کی ہم پر السلام

اے حبیب رب اکبر السلام

کاٹ دیجے آقا زنجیر الم پھیر دیجے جوشش طوفان غم
الکرم، ثم الکرم، ثم الکرم باعث ہر بخت یاور السلام

اے حبیب رب اکبر السلام

بالیقیں یہ دور ہے دور فتن سخت متصادم ہیں پھر روح و بدن
المدد محبوب رب ذوالمنن کاٹ دیں فتنے کا ہم سر السلام

اے حبیب رب اکبر السلام

آپ ہی سے ہے ہماری آبرو آپ ہی اپنی بقاء اپنی نمو
آپ سر پر ہیں تو کیا خوف عدو اور طوفانوں کیا ڈر السلام

اے حبیب رب اکبر السلام

یہ بھی مانا ہم ہیں سر تا سر گناہ دور ہم سے ہو گئی سنت کی راہ
آپ کی رحمت پہ ہے پھر بھی نگاہ اے کریم ہفت کشور السلام

اے حبیب رب اکبر السلام

نوبہار گلستاں زندگی ابر گوہر بار علم و آگہی
لطف فرما اے سراپا بہتری از پئے شبیر و شبر السلام

اے حبیب رب اکبر السلام

جو بھی ناموس رسالت پر مرے زندہ جاوید حق اس کو کرے
دامن دل دید جاناں سے بھرے ہو یہ سب ہم کو میسر السلام

اے حبیب رب اکبر السلام

جانے کیا آداب دربار رسول آسی ناداں، لئیم بو الفضول
نقش لاثانی کا صدقہ ہو قبول یہ کہ ہے نذر محقر السلام

اے حبیب رب اکبر السلام

بارہویں سالانہ

۱۲ روزہ

محافل میلاد مصطفیٰ ﷺ

زیر صدارت
مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا
پروفیسر محمد حسین آسی صاحب
مدظلہ العالی

زیر سرپرستی
صاحبزادہ پیر سید
ظفر اقبال شاہ صاحب
مدظلہ العالی

بمقام جامع مسجد شہیداں سمبڑیال روڈ ڈسکہ

بروز ہفتہ 3 مئی
حضرت علامہ مولانا
عبدالکریم

بروز اتوار 4 مئی
حضرت علامہ مولانا
رمضان اویسی
گوجرانوالہ

بروز پیر 5 مئی
حضرت علامہ مولانا
بدر منیر گلفام
سیالکوٹ

بروز منگل 6 مئی
حضرت علامہ مولانا صاحب
سید شہباز شاہ
گوجرانوالہ

بروز بدھ 7 مئی
حضرت علامہ مولانا
غلام مصطفیٰ
گوجرانوالہ

بروز جمعرات 8 مئی
حضرت علامہ مولانا
محمد رضا المصطفیٰ
گوجرانوالہ

بروز جمعۃ المبارک 9 مئی
حضرت علامہ مولانا
خالد محمود
اکوکی

بروز ہفتہ 10 مئی
حضرت علامہ
نورالمصطفیٰ رضوی
خانقاہ ڈوگراں

بروز اتوار 11 مئی
حضرت علامہ مولانا
محمد اشرف سیالوی
علی پور چٹھہ

بروز پیر 12 مئی
حضرت علامہ مولانا
غلام مصطفیٰ مجددی
شکر گڑھ

بروز منگل 13 مئی
حضرت علامہ
مفتی محمد معین الدین نقشبندی
ڈسکہ

منجانب: شیران اسلام و بزم لاثانی ڈسکہ

الداعی الخیر: حاجی عبدالرزاق نقشبندی

---

۱۲ روزہ

محافل میلاد مصطفیٰ ﷺ

جامع مسجد شان مصطفیٰ شہر سیالکوٹ

بروز جمعہ 2 مئی
حضرت علامہ مولانا صاحب
حامد رضا
جانشین شیخ الحدیث سیالکوٹ

بروز ہفتہ 3 مئی
حضرت علامہ مولانا
غلام شبیر احمد صاحب
گجرات

بروز اتوار 4 مئی
حضرت علامہ مولانا
رضا الدین صدیقی صاحب
لاہور

بروز پیر 5 مئی
حضرت علامہ مولانا صاحب
غلام مصطفیٰ قاسمی
گوجرانوالہ

بروز منگل 6 مئی
حضرت علامہ مولانا صاحب
رمضان اویسی
گوجرانوالہ

بروز بدھ 7 مئی
بدر منیر گلفام صاحب
ذکاء اللہ صاحب
گوجرانوالہ

بروز جمعرات 8 مئی
حضرت علامہ
سید شہباز شاہ صاحب
گوجرانوالہ

بروز جمعرات 8 مئی
چیئرمین اقبال صاحب
کے گھر بوقت مغرب تا عشاء

بروز جمعۃ المبارک 9 مئی
حضرت علامہ مولانا
سید شمس الدین بخاری صاحب
لاہور

بروز ہفتہ 10 مئی
حضرت علامہ مولانا
عابد علی قادری صاحب
بھیرہ شریف

بروز اتوار 11 مئی
حضرت علامہ مولانا
خالد محمود صاحب
اکوکی

بروز پیر 12 مئی
حضرت علامہ مولانا
غلام مصطفیٰ مجددی صاحب
شکر گڑھ

بروز بدھ 14 مئی
آفتاب احمد فانی
کے گھر بوقت سحری

منجانب: مرکزی بزم نعت سیالکوٹ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

تلاوت قرآن پاک
جناب قاری محمد عمران نعیمی صاحب بھوپال

بمقام جامع مسجد طیبہ رضویہ چھانگا دسکہ

مورخہ 14 اگست 2003 بروز سوموار

منتظم اعلیٰ
جناب ملک محمد یونس جنرل کونسلر چھانگا

محفل ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

سرپرست اعلیٰ
جناب چوہدری نعمان افضل صاحب ساہی

خصوصی نعت
جناب قاری شاہد محمود قادری صاحب آف ساہیوال

ثناخوان مصطفیٰ
جناب مرزا محمد اکرم طاہر قادری آف چیچہ وطنی
الحاج افتخار حسین طاہر گولڈ میڈلسٹ آف گوجرہ
جناب قاری محمد حنیف بگا صاحب آف پاکپتن شریف
جناب صابر سردار صاحب آف جڑانوالہ
جناب محمد ایوب صابر آف سمبڑیال ڈسکہ

زیر صدارت
جناب حکیم حاجی خادم حسین صاحب

زیر نگرانی
جناب محمد ارشد خاں صاحب چھانگا
محکمہ انکم ٹیکس آفیسر

مہمان خصوصی
ملک جمیل اختر ایڈووکیٹ ممبر پبلک سیفٹی کمیشن سیالکوٹ | ملک محمد جاوید سابقہ کونسلر چھانگا

معاونین محفل
عابد بٹ صاحب سعودی عرب، استاد شفیق سعودی عرب، محمد اکبر
راجہ ممتاز علی، مستری فیاض، ندیم منہاس، معراج الدین منہاس
حافظ محمد عثمان، محمد ارشاد ملک، محمد جاوید احمد PCO والے

منجانب: محبان رسول جامع مسجد طیبہ رضویہ ڈسکہ (چھانگا) Ph:613718